براہینِ قاطعہ

بجواب

انوارِ ساطعہ

مروجہ مولود و فاتحہ اور شرک و بدعات و رسومات کے رد میں لاجواب کتاب جس میں
مولوی عبدالسمیع رامپوری کی کتاب "انوار ساطعہ" کا مفصل جواب اور مولانا احمد رضا
کے بہتانات کے شافی جواب شامل ہیں

حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ

حسب الحکم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

ضمیمہ

از مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ

دار الاشاعت
مقابل مولوی مسافر خانہ ○ اردو بازار، کراچی نمبر ۱

يٰاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

اے لوگو! تحقیق آئی تمہارے پاس حجت تمہارے رب کی طرف سے

الحمد للہ تعالیٰ الاعلیٰ کہ کتاب لاجواب ماحی رسوم و بدعات و ہموم اوہام و ظلمات محلی بحجج لامعہ موشی بدلائل ناضرہ اعنی

البراهين القاطعة

على

ظلام الانوار الساطعة

الملقب

بالدلائل الواضحة

علے

كراهة المروج من المولود والفاتحة

از حضرت فقیہ ملت حجۃ الخلف رئیس الفقہاء والمحدثین تاج العلماء الکاملین جناب مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ

دار الاشاعت

اردو بازار ایم اے جناح روڈ ۰ کراچی ۱

اشاعت اول مارچ ۱۹۸۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہزار ہزار شکر تیرا اے منعم حقیقی کہ تو نے ایسا حبیب مقبول عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھیجا جس کا وجود باجود مومنین کیلئے موجب نور وایمان اور باعثِ آرام جان ہے، لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف الرحیم ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ کتاب وجۂ تالیف وضرورت تالیف الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمدًا عبدہٗ ورسولہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین الیٰ یوم الدین اما بعد بندہ احقر الناس خلیل احمد انبہوی عفا اللہ تعالیٰ عنہ بخدمت ستدیان با دانش عرض کرتا ہے کہ ہرچند جناب حق تعالیٰ نے منشور عام واجب الاذعان انزال فرمایا کہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی (آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا اور تم پر اپنی نعمت کا اتمام کیا) اور فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اشتہار علی الاعلان فرمایا کہ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین عضوا علیھا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل بدعۃ ضلالۃ الحدیث (تم پر میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے اسے مضبوطی سے پکڑلو اور نئے نئے امور سے بچو اس لئے کہ اسمیں نئی نئی باتوں کا پیدا کرنا گمراہی ہے) مگر تاہم عوام کالانعام باغوائے شیطانی اختراع فی الدین سے باز نہ رہے اور محدثات کو عمدہ عبادت تصور کرکے منہمک ان بدعات کے ہوئے اور پھر علماء ربانیین نے اگرچہ قلع وقمع میں ان محدثات کی سعی بلیغ فرمائی مگر علماء دنیا نے بتسویل شیطانی ان بدعات کی تحسین میں رسائل تالیف کئے ہرچند یہ سب کچھ تھا لیکن کسی نے فقہاء مجتہدین وعلماء راسخین کو سب وشتم سے یاد نہ کیا تھا اور نہ علماء اولیاء کے طعن سے اپنا دنیا ودین برباد کیا، اس سن تیرہ سو تین ہجری کے ماہ شعبان میں ایک کتاب مسمی بانوار ساطعہ کہ فی الواقع وہ ظلمات باطلہ ہے اس احقر کی نظر سے گذری کہ اس کے مؤلف نے نصر احناف علماء راسخین اور اولیائے مقبولین پر طعن وشتم کرکے مورد ومن عادی ولیا لی فقد اذنتہ بالحرب کا ہوا ہے اور طرفہ یہ کہ وہ خود علم وفہم سے بالکل عاری جہل مرکب میں مبتلا ہے، نہ سائل کی مراد سے واقف ہوا نہ مجیب کے جواب کو سمجھا اور نہ اپنے دعوے ودلیل کو جانا کہ کیا لکھتا ہوں اور کیا مقصود تھا اور اس پر دعوئی علم وتبحر وتفقہ کا وہ کچھ کہ گویا دنیا میں لاثانی ہے اور باوصف اس زعم وتبحر وناز اپنے علم کے کہ جہل مرکب ہے اپنے نام کو ستر اخفا میں مکنون کیا ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود اپنی اس تحقیق باطل میں متردد ہو رہا ہے تا گنجائش انکار باقی رہے مگر بقول ع نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا، چونکہ مؤلف مجمع جہلاء میں فخراً اپنی اس تالیف کو بزعم خود بے مثل تصور

ف دین دار ۔ قابل یقین ۔ جانوروں کے مانند ۔ شیطان کے بہکانے سے ۔ نفس کے فریب میں آکر ۔ گالی گلوچ ۔ تکبر ۔ پوشیدہ ،

صاعقۃ الرضا صفحہ ۳۰

لاکھوں کروڑوں درود اس امام رسل ؐ کی روح پرفتوح پر جسکے فیض تعلیم ہدایت سے ہر زندہ دل اپنے مردگانِ غمناک کی ارواح کو فاتحہ و درود سے راحت رساں ہو ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رءوف الرحیم

امابعد: اہلِ اسلام کو اپنی اس حالتِ نازک پر رونا چاہیئے کہ اسلام ایک گلِ پژمردہ کی طرح سموم اختلافات بیجا سے آناً فاناً کمہلایا جاتا ہے۔ اور عناد و فساد ایک تند بادِ شدید ظلمانی کی طرح ہر طرف سے اٹھا چلا آتا ہے نہ زبانیں تھی نہ سینے صاف ہیکڑوں مفسد ہزاروں اختلاف کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ جناب باری عز اسمہ جس کی شان عالی یہ ہے من اصدق من اللہ حدیثا اللہ تعالی سے زیادہ کاذب کرے کے تمدح کرکے داد چاہتا ہے اور ریں فہم و دانش و علم چند جہلا کی تحسین پر اپنے جامہ میں نہیں سماتا چنانچہ خود تحریر رسالہ گواہ اس دعوے کی ہے لہذا خوب روشن ہوگیا اور مثل آفتاب نیم روز کے واضح ہوا کہ مؤلف اس کا مولوی عبدالسمیع رامپوری ہے جو میرٹھ میں برمکان شیخ الہی بخش مرحوم رہتا ہے کہ اس نے ابتدائے طفلی سے رسائل مبتدعین کو جمع کرکے یہ ملکہ واہیہ بہم پہنچایا، اور بلاوجہ خدمت جناب مولانا احمد علیصاحب سہارنپوری اور مولوی سعادت علی صاحب سہارنپوری اور مولوی شیخ محمد صاحب تھانوی ...... اور مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہم میں یہ بضاعۃ مزجاۃ علم بے فہم کی حاصل کی تھی ان کو بھی مع علمار متقدم و متاخر کے نشانِ سہام طعن و شتم بنایا، اس وجہ سے زیادہ تر موجب ملال تعجب کا ہوا، چونکہ جہلار ضلال اس کتاب پر ناز کرتے ہیں اور خود مؤلف بھی اس تار عنکبوت کو حصن حصین تصور کرتا ہے اس کی حقیقت جہل کر کشف کو ضروری جانا تاکہ مؤلف کو مبلغ اپنے علم و فہم کا واضح ہوجاوے اور ہر ناظر پر کیفیت مؤلف کی اور استعداد و لیاقت اس کی ہویدا ہوجائے، اور اس رد انوار ساطعہ کا نام البراہین القاطعہ علی ظلام الانوار الساطعہ رکھا گیا اور اس رد میں لفظ مؤلف سے مراد مولوی عبدالسمیع رامپوری ہووے گا اور مجیب سے وہ عالم کہ جس کے جواب پر مؤلف نے بحث شروع کی ہے اور اس جواب میں مقاصد مضامین اس رسالہ کا ابطال اور حاصل مراد مؤلف کا قمع کیا گیا ہے اور اس کے الفاظ و عبارت کی اغلاط اور ہفوات و خرافات کا جواب اور سب و طعن کا انتقام اور جملہ جملہ کا افساد و ابطال بسبب خوف و طوالت کے ترک کیا گیا ہے، الاماشاء اللہ تعالی پس بغور ملاحظہ طلب ہے کہ مؤلف کے جملہ مطالب کو نیست و نابود اور جمیع قبائح و مفاسد کو باختصار تمام معائن و مشہور باذنہ تعالی کردیا گیا ہے کہ تھوڑی فہم والا بھی اس تالیف و مؤلف کی قدر پر مطلع ہوجائے گا، واللہ ولی التوفیق و علیہ الاعتماد و بیدہ ازمۃ الحق والتحقیق۔ **قولہ** کوئی کہہ رہا ہے کہ جناب باری عز اسمہ الخ **اقول**، مسئلہ خلف وعید قدمار میں مختلف فیہ ہے امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدمار میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے کہ نہیں چنانچہ در مختار میں ہے ھل یجوز الخلف فی الوعید فظاھر ما فی المواقف والمقاصد ان الاشاعرۃ قائلون بجوازہ لانہ لایعد نقصا بل جودا و کرما الخ خلف وعید جائز ہے کہ نہیں ظاہر تو یہ ہے اشاعرہ اس کے قائل ہیں ...... اس وجہ سے کہ وہ اس کو نقص نہیں شمار کرتے بلکہ بخشش اور کرم تصور کرتے ہیں، ایسا ہی دیگر کتب میں لکھا ہے پس اس پر طعن کرنا مؤلف کا پہلے مشائخ پر طعن کرنا ہے اور اس پر تعجب کرنا محض لاعلمی ہے ہاں حق تعالی کو اپنی مخلوق کی مثل پیدا کرنے پر قادر نہ ہونا آج تک کسی اہل علم نے نہ کہا تھا، جیساکہ اس تیرہویں صدی کے مبتدعین نے کہا ہے اور عجز قادر مطلق کے مقر ہوئے اور ان اللہ علی کل شیء قدیر کیخلاف عقیدہ ٹھہرایا، اس پر مؤلف کو افسوس اور عبرت نہ ہوئی پس یہ ناجز لائق دید ہے کہ تمام امت کے خلاف حق تعالی کے عجز پر عقیدہ ٹھہرا

مسئلہ خلف وعید

لے اختلاف کی آندھی ٢ اہل بدعت ٣ گالی گلوچ کے تیروں کا نشانہ ٤ گمراہ جاہل ٥ مکڑی کا جال ٦ مضبوط قلعہ ٧ ظاہر ٨ عام ٩ واضح ١٠ تیرہویں صدی ١١ اقرار کرنے والے

اس کو امکانِ کذب کا دھبہ لگاتا ہے اور حضرت فخرِ موجودات سرورِ کائنات جنسے خود اپنی زبانِ مبارک سے ارشاد فرمایا ہے کہ ایکم مثلی یعنی کون ہے تم میں میری مانند لستن کاحد منکم یعنی ایک تم میں میری طرح نہیں اور وہ تو وہی ہیں. ان کی بیبیوں کی شان عالی ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ینساء النبی لستن کاحد من النساء (ترجمہ) اے نبی کی بیبیو تم عام عورتوں میں سے کسی عورت کی طرح نہیں ہو ابھر اس زمانہ میں ایک ادنیٰ سا آدمی ہے کہ وہ کہتا ہے رسول اللہ ہمارے بھائی ہیں، واضح ہو کہ بھائی جسقدر ہوتے ہیں سب اپنے باپ کے کل ترکہ میں برابر کے شریک ہوتے ہیں، اس لفظ میں ایہام دعویٰ برابری حضرت فخر الانبیاء کے ساتھ ہے معاذ اللہ منہا اب کس کس اختلاف کو بیان کیجئے، ایک کہتا ہے کہ وتر ایک رکعت پڑھو تین رکعت ضرور نہیں،

تو مؤلف کے پیشوایان کا دین ہے اور مؤلف اس پر افسوس نہیں کرتا، اور امکان کذب کہ خلف وعید کی فرع ہے جو قدما میں مختلف فیہ ہو چکا ہے اس پر طعن کرتا ہے اس سے حال علم وفہم مؤلف کا ہر شخص امتحان کرکے دیکھے فقط **قولہ** اور حضرت فخر موجودات صلے اللہ علیہ وسلم الخ **اقول** ایکم مثلی میں مماثلہ تقرب الی اللہ تعالیٰ کی مراد ہے چنانچہ لفظ ما بعد کا یطعمنی ویسقینی ترجمہ وہ مجھکو کھلاتا اور پلاتا ہے، خود ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے اور ایسا ہی لستن کاحد من النساء میں نفی مماثلہ شرف زوجیت ولوازم زوجیت کی مقصود ہے پس کوئی ادنیٰ مسلم بھی فخر عالم علیہ الصلوٰۃ کے تقرب وشرف کمالات میں کسی کو مماثل آپ کا نہیں جانتا، البتہ نفس بشریت میں مماثل آپ کے جملہ بنی آدم ہیں کہ خود حق تعالیٰ فرماتا ہے قل انما انا بشر مثلکم (ترجمہ) کہدیجئے کہ میں تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہوں، اور بعد اسکے یوحی الی کی قید سے پھر وہی شرف تقرب کو بعد اثبات مماثلہ بشریت کے ثابت فرمادیا، پس اگر کسی نے بوجہ آدم ہونے کے آپ کو بھائی کہا تو کیا خلاف نص کے کہدیا وہ تو خود نص کے موافق ہی کہتا ہے اور فخر عالم نے بھی فرمایا وددت انی قد رایت اخوانی الحدیث (ترجمہ) مجھے پسند ہے کہ میں اپنے بھائیوں کو دیکھوں، پس اخوت بوجہ اولاد آدم ہونے کے کہا اور یہی وجہ قائل کی ہر موافق قرآن وحدیث کے ہے اسپر طعن کرنا قرآن وحدیث پر طعن ہے اور اس کیخلاف کہنا نص کی مخالفت ہے لہذا چونکہ جس نے آپ کو اخ کہا ہے بوجہ اولادِ آدم ہونے کے کہا ہے اور تقرب کی مماثلہ کا وہ ہرگز قائل نہیں تو اسپر طعن سوائے مخالفت النصوص کے اور کیا ہووے گا اور آپ کی ذات کو بشریت سے نکال کر جو اشرف المخلوقات ہے، کسی دوسری نوع میں داخل کرنا محض گستاخی اور ہتک شان رفیع نبوی ہے، سو مؤلف کو ہنوز یہ بھی خبر نہیں کہ قائل کی کیا مراد ہے اور طعن مؤلف کا خود قرآن وحدیث پر ہوتا ہے مگر اپنی کم فہمی کی کہانی کہنی ضرور ہے علیٰ ہذا حال آیۃ لستن کاحد من النساء کا ہے **قولہ** واضح ہو کہ بھائی جسقدر ہوتے ہیں الخ **اقول** وریب اخوۃ نفس بشریت میں اور اولاد آدم ہونے میں ہے، ایمیں مساوات بنص قرآن ثابت ہے اور کمالات تقرب میں نہ کوئی بھائی کے نہ مثل جانتے سو یہ طعن بالکل سفسطہ ہے خلاف فہم وعقل کے تامل درکار ہے جیسے کہ وتر کی ایک رکعت احادیث صحاح میں موجود ہے **قولہ** کہتا ہے کہ وتر کی ایک رکعت الخ **اقول** وتر کی ایک رکعت احادیث صحاح میں موجود ہے اور عبد اللہ بن عمر اور ابن عباس وغیرہما صحابہ اس کے مقر اور مالک وشافعی واحمد کا وہ مذہب پھر اس پر طعن کرنا مؤلف کا ان سب پر طعن ہے کہو اب ایمان کا کیا ٹھکانا جب آنکھ بند کرکے ائمہ مجتہدین پر اور صحابہ اور احادیث پر تشنیع کی پس یہ تحریر بجز جہل کے اور کیا وجہ رکھتی ہے معاذ اللہ منہا۔

[1] یعنی زوجیت کا شرف اور اس کی وجہ سے جو لوازم مرتب ہوتے ہیں ان کی مثال عام عورتوں میں نہیں ہے [2] کم عقلی ہے [3] غور طلب

[4] یعنی اگرچہ بہت سے صحابہ کرام اور امام اعظم کے نزدیک وتر کی تین رکعتیں ہیں مگر بعض صحابہ اور ائمہ مجتہدین کے نزدیک وتر کی ایک رکعت ہے سو اس قول پر طعن کرنا ان حضرات پر طعن کرنا ہے ہاں اگر غیر مقلدین پر اتباع ہوائے نفسانی کا طعن کرتے تو ممکن تھا مگر اس طرز سے جیسے کیا ہے ۱۲

اور تراویح بیس پڑھنی بدعت ہیں آٹھ سنت ہیں اسی طرح وہ محفل میلاد جس کو عالم عامل محدث کامل فقیہہ فاضل حافظ ابوالخیر سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جمیع اطراف وجوانب ارض میں اہل اسلام پڑھتے ہیں مولد نبی کریم اور پاتے ہیں اس کے سبب برکات عظیم۔ اب اس دور میں کوئی آدمی اس کو کفر و شرک کہتا ہے کوئی بدعت کہتا ہے کوئی حرام نعوذ باللہ منہا

محفل مدح پاک کو کہتے ہیں کفر و شرک جو یہ ان سے کہو اپنا منہ کو ذرا لگام دو

علیٰ ہذا القیاس وہ اموات جو محزون اور غارتنگ دردناک و تاریک میں پڑے ہوئے آس کر رہے ہیں کاش میرا بیٹا یا بیٹی کچھ مجھکو دیں یا بھائی بہن فاتحہ درود بھیجیں، اب اس وقت میں بعض وہ صاحب ہیں کہ بے دھڑک فتوے دے رہے ہیں کہ یہ سب امور بدعت ہیں، ان مفتی صاحبوں میں جو واعظین ہیں وہ اپنی گود بھرتے ہیں مردوں کا مال جسقدر دیدو گٹھڑی باندھ لیتے ہیں اور جو ان میں مدرسین ہیں وہ امور فاتحہ مردہ کو بدعت بتلا کر تمامی اموال موتیٰ کا اپنے مدرسوں میں آنا آرزو کرتے ہیں، غرضیکہ ہر کوئی اپنی طرف کھینچ رہا ہے، عوام جو تقیین تواریخ کی تقلید میں کچھ گذر تے تھے وہ بالکل شتر بے مہار ہو گئے، بدعت سن کر تمام مصارف خیر سے سبکدوش اور دست بردار ہو گئے امداد اموات بند ہو گئی، لیکن ان حضرات مانعین کو اس سے کیا غرض موتیٰ اپنی قبروں میں تڑپا کریں اور مساکین بھوکے خاک میں لوٹا کریں اور تماشا یہ کہ جب ان سے کہیے کہ میاں کیوں امر خیر بند کراتے ہو، کہتے ہیں واہ ہم تو بہت اچھا کام کرتے ہیں پس ہم کہنا ان کا اس کے قریب جا کر ٹھہرا کہ قرآن شریف میں وارد ہے وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ قَالُوْا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ، تیرہویں صدی میں لوگوں کا کیا عجب حال تھا اب چودھویں شروع ہوئی دیکھیے کیا قیامت ہو، دنیا میں کیا خرابی اور دین میں کیا مصیبت ہو، ان ایام میں دہلی کے تین نفر اور چند علماء دیوبند وگنگوہ وسہارنپور کی حسن توجہ سے اور مطبع خاص ہاشمی میرٹھ کی سعی سے ایک فتویٰ چار ورق پر چھپ کر اکثر اطراف میں تشہیر کیا گیا ہے، حاصل نتیجہ اس کا یہ ہے، کہ محفل مولد شریف علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام گناہ ہے، اور اسی طرح اموات کا فاتحہ درود جو ہندوستان میں رائج ہیں یہ سب خراب وتباہ ہے

قولہ تراویح بیس پڑھنی الخ **اقول** تراویح آٹھ سے زیادہ کو بدعت کہنا قول کسی عالم کا نہیں بلکہ قول سفہا کا ہے ایسے اقوال ساقطہ کا ذکر یہاں بے محل ہے البتہ بعض علماء نے جیسے ابن ہمام آٹھ کو سنت اور زائد کو مستحب لکھا ہے سو یہ قول قابل طعن کچھ نہیں،

قولہ اسی طرح وہ محفل میلاد الخ **اقول** نفس ذکر میلاد فخر عالم علیہ السلام کو کوئی منع نہیں کرتا بلکہ ذکر ولادت آپ کا مثل ذکر دیگر سیر حالات کے مندوب ہے، چنانچہ یہ امر فتویٰ مولوی احمد علی صاحب محدث سہارنپوری میں صراحتاً مذکور ہے اور مؤلف اس کو دیکھ چکا ہے کہ یہ کتاب اس کی اسی فتوے کے رد میں تالیف ہوئی ہے البتہ امور غیر مشروعہ جو اس کے ساتھ ضم ہو گئے ہیں، اس کی وجہ سے حکم مجموعہ پر بدعت ومنکر ہونے کا یا شرک وحرمت کا لگایا جاتا ہے اور یہ حکم باعتبار ان قیود غیر مشروعہ کے ہے نہ بوجہ نفس ذکر کے چنانچہ یہ سب عنقریب معلوم ہو جائے گا، پس مؤلف کا یہ طعن بدون سوچے سمجھے ان فتاویٰ کے محض کم فہمی ہے افسوس کہ اصل سوال اور جواب کو غور بھی نہ کیا اور اعتراض کرنے کو کھڑا ہو گیا **قولہ** علیٰ ہذا القیاس وہ اموات جو محزون الخ **اقول** ایصال ثواب طعام وقراءۃ اموات کو کسی نے منع نہیں کیا اس باب میں جو منع ہے تو اس طرح وہیئت سے ایصال کو منع کرتے ہیں کہ جس میں تشبہ بکفار لازم آجاوے یا تقیید مطلق کی جائے کہ یہ دونوں تمام امت کے نزدیک حرام وبدعت ہیں اور یہ امر کہ منع کرنا بوجہ قیود وہیئت

[1] آزاد بے مہار [2] شامل [3] غریبوں کو کھانا کھلانے اور قراءۃ قرآن کے ذریعہ مردوں کو ثواب پہنچانا

بمقام محفل بچھاتا ہے سو یہ باتیں سب جائز ہیں فتاوی عالمگیری جو فریقین کی مسلم الثبوت کتاب ہے مولوی اسحاق صاحب جا بجا اپنی
تصنیفات میں اس کی سند پکڑتے ہیں اس کی جلد خامس باب ہشتم میں ہے کہ جائز ہے انسان کو بچھانا اپنے گھر میں جو کچھ چاہے فرش از
قالین، سفید یا رنگین سادہ یا نقشین **قولہ** و شیرینی **قول** یہ لفظ بھی اس لئے درج کیا ہے جب مجیبین ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مانعین کے منع پر کسی طرح شمول محفل میلاد شریف سے باز نہیں آتے تب یہ جال ڈالتے ہیں کہ ایک گفتگو طعن و تشنیع کے طور پر شروع
کرتے ہیں کہ شاید ہمارے چڑانے سے اس محفل کو ترک کریں کہتے ہیں کہ یہ لوگ شیرینی کی طمع سے جاتے ہیں اور وہ لوگ بھی جواب ترکی بہ
ترکی چڑانے کا جواب چڑانا اس طرح پر یہ اشعار پڑھ دیتے ہیں۔ **اشعار**

خوب جواب دیا اور مصداق اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم کی ہوئی کیوں کہ اور مفتیان پر طعن کرتے ہیں کہ کس واسطے تفصیل
مسئلہ کی نہیں لکھتے اجمالی جواب دیتے ہیں اور یہاں خود اس پر عمل کرتے ہیں سنو کہ غرض سائل کی صاف ظاہر ہے کہ یہ ہے کہ جب
محفل میلاد میں حضور جوان و طفل و پیر و صالح اور فاسق دنیادار ہر قسم کے آدمی کا ہوتا ہے اور حسب عادت بوجہ رغبت کے عمدہ فاخرہ
لباس میں آتے ہیں اور بیشتر لباس غیر مشروع بھی ہوتا ہے اور وضع میں بھی امر غیر مشروع ہوتا ہے اور موقع امر بالمعروف کا
بھی نہیں کیونکہ اگر امر بالمعروف ہو تو یہ مجمع ہی نہ ہو، چنانچہ سب مشاہد ہے علی ہذا القیاس بساط و آرائش میں اکثر خلاف شرع ہو جاتا ہے
اور دیوار گیری وغیرہ امور بھی ہوتے ہیں پس جہاں کہیں کہ زیب و زینت کسی قسم میں حسب عادت خلافِ مشروع ہو اور امر بالمعروف
نہ ہووے وہاں حاضر ہونا کیسا ہے اور ذکر ولادت فخر عالم علیہ السلام کا وہاں جا کر سننا کہ مندوب ہے ایسی محفل میں کہ یہ امور غیر مشروع
وہاں ہوں جائز ہے یا نہیں تو مؤلف صاحب نے کس جزم کے ساتھ جواب دیا ہے کہ اول تو شرح زیب و زینت کی آپ ہی کی کہ فقط فرش کو
اس کا مصداق بنایا اور دیوار گیری وغیرہ زیب و زینت مکان کو اور زینت حاضرین کو یک قلم حذف کیا اور فرش کی زینت کو بھی اجمالاً ذکر کیا
اور عموماً جواز کا حکم فرما دیا گویا زیب و زینت چاندنی دری ہی کا نام ہے لغۃً اور پھر فرش بساط بھی گویا کبھی غیر مشروع ہوتا ہی نہیں نہ
کچھ تفصیل کی نہ شرح کی مطلقاً سب کو مباح لکھ دیا حالانکہ بخاری میں منقول ہے کہ ابودردا صحابیؓ دیوار گیری ہونے کے سبب ابن
عمر کے گھر سے لوٹ آئے اور دعوت کو کہ سنت ہے رد کر دیا اور عالمگیریہ و ہدایہ وغیرہ میں موجود ہے کہ اگر محل دعوت میں معصیت ہو تو
وہاں جانا جائز نہیں قال اللہ تعالیٰ فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظلمین پس جہاں لباس حریر اور داڑھی چڑھی ہوئی
اور پاجامہ میں اسبال اور مکان میں دیوار گیری اور قندیل سوز وغیرہ چاندی کے مثلاً اور دیگر امور ہوں وہاں جانا کس طرح درست ہو گا
مگر مؤلف نے چشم بند کر کے عوام کو دھوکہ دینے کو حکم جواز کا دیکر ایک روایت عالمگیری کی نقل کر دی اور غرض و مراد سائل سے کچھ بھی خبر
نہیں یہ تماشا ہے کہ سائل کچھ پوچھتا ہے اور مؤلف کچھ اور شے کا جواب دے رہا ہے، اولاً سوال عام کو ایک فرد میں مقید کر دیا، ثانیاً اس فرد
کو بھی بلا تفصیل مطلقاً حلال لکھ دیا اور صریح خلاف نصوص کے فتویٰ جواز کا دیدیا اور پھر تمام دنیا پر اعتراض کہ جواب سوال میں مطابقت
نہیں اور جواب میں اجمال ہے اور اپنا یہ حال کہ سوال جواب کو مناسبت نہیں ان ھذا لشیء عجاب

بحث شیرینی و تحقیق مسئلہ التزام مباح | **قولہ** شیرینی اقول یہ بھی اسلئے **اقول** اس قید کی شرح میں تو مؤلف نے خوب داد اپنے علم کی دی

---

۱ یقین ۲ پاجامہ کا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا

عثمان سے بھی دعا کا دینا آیا ہے انتہا ونیز حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ جب تمیم داری نے مسجد نبوی کے ستونوں سے قندیل
لٹکائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعا دی اللہ تعالیٰ تجھکو نور دے جیسا نورانی کیا تو نے ہماری مسجدوں کو اور نیز حلبی نے لکھا ہے
کہ تمیم داری آئے جو قندیل آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے لٹکائے گئے کم تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کثرت سے لٹکائے
اور یہ بھی حلبی نے نقل کیا ہے ایک عالم سے کہ وہ فرماتے ہیں کہ مجکو بادشاہ مامون نے حکم دیا کہ لکھدو حکم ہماری مملکت میں کہ مسجدوں میں
بہت چراغ روشن کیا کریں، لیکن میرے کچھ خیال میں نہ آیا کہ کس طرح لکھدوں تب مجھکو خواب میں بشارت ہوئی کہ لکھدے روشنی کثیر
کے واسطے کہ اس میں دل لگے گا تہجد گذاروں کا اور مسجد یں خانۂ خدا ہیں، پس خانہ خدا سے دحشت اندھیرے کی دفع ہوگی جب میں نے
بشارت دیکھی تب میں ہوشیار ہوا اور لکھدیا یہ حکم پس جس طرح زیادہ روشنی کرنے سے وحشت ظلمت کی دور ہوتی ہے مساجد سے اسی طرح
دور ہوتی ہے مواقع ذکر اللہ اور ذکر الرسول ؐ سے اور جس طرح زیادہ روشنی سے -- اُنس ہوتا ہے اور دل لگتا ہے نمازیوں کا اسی طرح

اسراف[1] کی وجہ سے خواہ مؤلف کے انس طبع کے سبب سے ہو خواہ کسی کے گھر اور کوٹھے میں ہو خواہ محفل میلاد میں ہو سب اسراف ناجائز ہے
پس عادت امراء سے حجت لانا کسقدر دور از علم ہے کہ بمقابلہ نص قطعی کے عادت امرا کو دلیل بنایا جاتا ہے نعوذ باللہ منہا اور یہ کہنا
کہ اس کو کسی نے حرام نہیں لکھا دوسرے غفلت از دین ہی خود قرآن مجید میں موجود ہے اور حضرت عمرؓ کی روشنی کو سند لانا بھی دہی
عادت کم فہمی مؤلف کی ہے کہ غرض سائل کی روشنی سے زائد از حاجت ہے اور حضرت عمرؓ سے جو منقول ہے وہ روشنی مطلق
قدر حاجت تھی اور ان سب روایات منقولہ حلبی میں روشنی قدر ضرورت آئی ہے، پس ان روایات کا نقل کرنا محض لغو غیر مفید مطلب
مؤلف کو ہے کیوں کہ کسی روایت سے زائد از ضرورت ہرگز ہرگز نہیں معلوم ہوتا اور نفس روشنی میں سائل کو انکار ہی نہیں، پس
مؤلف بے خبر یہ نہیں جانتا کہ اسراف جیسا ہزار چراغ میں حرام ہے دو چار چراغ کا بھی حرام ہے وضو کے پانی میں بھی اسراف منع ہے
چہ جائیکہ تیل چراغ میں اور یہ طریقہ مؤلف کا کہ ان کو اگر روشنی کے سبب سے محفل میں نہیں آتا تو دن کو آجایا کریہ بھی کمال حزم مؤلف کا
ہے کیوں کہ سائل نے نہ تو دعویٰ التزام ولزوم روشنی کا کیا اور نہ کراہت اس مجلس کو حصر روشنی میں کیا اگر دن کو روشنی نہیں تو دیگر
مفاسد تو موجود ہیں دن کو جلوہ اماردرات سے بھی زیادہ ہوتا ہے اور علیٰ ہذا دیگر امور التزام شیرینی ولباس دزی فسق نداعی وغیرہ
کا حال ہے البتہ اگر حق تعالیٰ مؤلف کو توفیق فرماوے اور یہ کہدے کہ ہم سب امور غیر مشروعہ کو یک قلم موقوف کر دیں گے تو البتہ مسائل
خود بخود یک اس ذکر مندوب کا ہو جاوے گا کاش مؤلف کو یہ توفیق ہو جاوے القصہ مؤلف کی خوبی فہم ہر ہر پہلو میں ایک جدید اعجوبہ ہے
اور قول حلبی کا کہ حضرت عمرؓ نے قنادیل کثرت سے لٹکائے، دلیل کثرت کی فہم عالی مؤلف میں آگئی اور فی الواقع یہ کم فہمی ہے سنو کہ
لفظ کثرت دو معنوں میں بولا جاتا ہے ایک کثرت اعداد مثلاً دس بیس کو کثیر کہتے ہیں دوسرے کثرت از حد ضرورت تو یہاں حضرت
عمرؓ کی نقل میں کثرت اعداد مراد ہے کیوں کہ مسجد نبوی ایک بڑا وسیع مکان ہے اس میں پچاس ساٹھ قندیل بھی کم از حاجت
ہیں پس حضرت عمرؓ نے قنادیل کی کثیرہ فی الاعداد کہ حد حاجت سے ہرگز زائد نہ تھے لٹکائے تھے اور اس کی مدح حبیبینؐ سے
منقول ہے پس مؤلف کثرہ سے زائد از حاجت سمجھ گیا، ماشاء اللہ کیا فہم رسالہ ہے صحابہ کو قرآن بھی یاد نہ تھا بزعم مؤلف کہ

[1] فضول خرچی [2] مستحب [3] قندیل کی جمع یعنے چراغ [4] حضرت عثمان وعلی رضی اللہ عنہم

بزم مولد کا رنگ دیکھ آئے × وہاں مجنوں کا ڈھنگ دیکھ آئے
ایسے منکر شدید ہیں بعضے × گرچہ مکہ میں بھی وہ ہو آئے
پھر وہی ضد ہے اور وہی تکرار × پھر وہی مولد شریف کا انکار
مجھ کو سعدیؒ کا قول یاد آیا × ایسے لوگوں کے حق میں فرمایا
خر عیسیٰ اگر بمکہ برود × باز آید ہنوز خر باشد

لطیفہ ایک مقام پر دو عالموں میں گفتگو ہوئی ایک ان میں مولد شریف کے مثبت تھے اور ایک منکر، منکر نے کہا قصبۂ دیوبند میں فتویٰ بھیجو دیکھو مولد شریف کو کیا لکھتے ہیں، مثبت نے کہا دیوبند تو کچھ دار الاسلام نہیں یوں کہئے کہ حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً کو فتویٰ بھیجیں یعنی اس لئے کہ وہ دین و ایمان کا گھر ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ دین مکہ مدینہ میں سمٹ آوے گا جیسے سمٹ آتا ہے سانپ اپنے بل میں یعنی جیسے سانپ اپنے بل سے نکل کر سب جگہ پھر کر اس میں قرار پاتا ہے اور سانپ جب بل میں گھس جاتا ہے تو ایسی قوت سے چمٹ جاتا ہے کہ کوئی اس کو نکالنا چاہے تو مشکل نکلتا ہے پس اسی طرح دین اول مکہ مدینہ سے نکلا آخر زمانہ میں بھی اگر کہیں دین نہ ہوگا تو یہاں ضرور ہوگا اور کوئی یہاں سے دین کو نکالنا چاہے گا تو نہ نکل سکے گا غرضیکہ اگر فتویٰ لکھواؤ تو اس ملک کے علماء سے لکھواؤ جس کی تعریف احادیث میں ہے دیوبند کی تعریف کون سی حدیث میں آئی ہے، منکر صاحب بولے مکہ میں تو چور آدمی ہیں رستہ لوٹتے ہیں مثبت نے جواب دیا رہزنی مال لوٹنا وہاں کے بدو لوگ اطراف کے رہنے والے کرتے ہیں خاص مکہ کے آدمی نہیں کرتے سو یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے وقت سے ہے قرآن شریف میں آیا ہے اولم یروا انا جعلنا حرما آمنا و یتخطف الناس من حولهم یعنی سورۂ عنکبوت میں ہے کیا نہیں

مانعین مدینہ کی روشنی سے آنکھ بند کر لیتے ہوں گے اور دیگر علماء حجاز کی نسبت شوخ چشمی سے اشعار لکھے کہ یہ سب کام علماء کا نہیں اس بکھیڑے کے جواب میں وقت کا عبث ضائع کرنا ہے مؤلف اپنے کردار کو آپ پاوے گا مگر ہاں اتنا لکھتا ہوں کہ جو روشنی زائد از حاجت ہو وہ داخل اسراف ہے اور سبب ناراضی حق تعالیٰ کی موجب ظلمات اور نار جہنم کی روشنی دکھانے والی ہے ہاں قدر حاجت محل عبادت میں کہ خالی از مناکیر؎ ہو البتہ موجب کشادگی قلب کی ہے مگر سائل؎ اس سے بحث ہی نہیں کرتا خود مؤلف یمین و یسار؎ سوال کے جواب لکھ رہا ہے اور صحابہ کرام اور خلفاء راشدین کے فعل و قول کو اپنے زعم کا سند سقیم؎ خلاف شرع پر حمل کر کے فقہا کی شان میں گستاخی کر رہا ہے خدا تعالیٰ اس کو ہدایت و توبہ نصیب کرے کہ یہ سب فساد جہل کا ہے اگر کچھ بھی علم ہوتا تو اس روز سیاہ سے بچتا۔

صاحب انوار کے لطیفہ کا جواب اور تحقیق حدیث ان الدین لیأرز الی الحجاز

قولہ لطیفہ الخ **اقول** علماء دیوبند کا حال جو کچھ ہے وہ سب روشن ہے اور کچھ دو نہیں جس مسلمان منصف کا دل چاہے بچشم خود دیکھ لے کہ ظاہر لباس و ہیئت موافق شرع کے رکھتے ہیں اور نماز کو بجماعت بخوبی ادا کرتے ہیں امر بالمعروف میں بشرط قدرت کوتاہی نہیں کرتے اور تحریر فتویٰ میں رعایت غنی و فقیر کی نہیں حق جواب دیتے ہیں اور جو ان کو کوئی متنبہ کسی خطا پر کر دیوے تو بشرط صحت کے قبول سے دریغ نہیں بسر و چشم معترف ہوتے ہیں یہ سب اوصاف واضح ہیں جس کا دل چاہے دیکھ لیوے امتحان کر لیوے اور یہی قبولیت عند اللہ تعالیٰ کا نشان ہے اور علماء مکہ معظمہ کا حال جس نے عقل و علم کے ساتھ دیکھا وہ خوب جانتا ہے جو نہیں گیا وہ ثقات؎ کے بیان سے مثل مشاہدہ کے جانتا ہے اور اکثر وہاں کے علماء نہ کہ سب کیوں کہ اکثر وہاں متقی بھی ہیں اس حالت میں ہیں کہ لباس ان کا خلاف شرع اسبال آستین اور دامن

؎ قائل ؎ منکر کی جمع یعنی ممنوع ؎ دائیں اور بائیں ؎ ناقص ؎ معتبر لوگ

دیکھئے کہ ہم نے کردیا کہ پناہ اور امن کیجگہ اور لوگ اچک لئے جاتے ہیں اس کے آس پاس سے انتہیٰ، سو یہ مار پیٹ اور اچک لینے کی
باتیں قدیم سے وہاں کے بدو آدمی خارجی کرتے رہے ہیں اور اب بھی کرتے ہیں لیکن کفر و شرک سے منزہ ہیں وہاں کے بدوے
گنوار آدمی بھی گناہ صغیرہ یا کبیرہ کریں لیکن کفر و شرک اس ارضِ مقدس کے آس پاس تک نہیں ہوتا اور دیوبند میں تو کفر و شرک
بھرا ہوا ہے جا بجا سیتلا پوجی جاتی ہے مندر اور شوالے بنے ہوئے ہیں سنکھ بج رہے ہیں پھر دیوبند اچھا ہوا یا حرمین شریفین؟
منکر صاحب کی طرف سے جواب ہوا کہ ہم دیوبند کے جاہل مسلمان عامی سے اور مشرکان قوم ہنود سے سند نہیں پکڑتے ہم تو وہاں

جبہ و قمیض میں کرتے ہیں ریش اکثروں کی قبضہ سے کم نماز میں بے احتیاطی مربالمعروف کا باوصف قدرت کے نام و نشان نہیں اکثر
اٹھو بھی چھلے انگیر شروع ہاتھوں میں پہنے ہوئے ہیں قطع صفوف شائع ہے فتویٰ نویسی میں کچھ دیکر جو چاہے لکھوا لو اگر ان کو عصبیت
سے کوئی مطلع کر دیوے تو مارنے کو موجود ہو جاویں اور خود شیخ العلماء نے جو معاملہ ہمارے شیخ الہند مولوی رحمت اللہ علیہ کے ساتھ
کیا وہ کسی پر مخفی نہیں، اور بغدادی رافضی سے کچھ روپیہ لے کر ابو طالب کو مومن لکھدیا، یا خلاف روایت صحاح احادیث کے اور علیٰ
ہذا کہاں تک لکھوں کہ طول ہے اور شرم بھی آتی ہے کہ جو علماء حرمین کی لکھوں مگر بناچاری لکھنا پڑا پس اگر کسی نے ایسی حالت میں علماء
دیوبند کو علماء حرمین پر ترجیح بوجہ اعتماد کے دیدی تو کون سا غضب کیا اہل فہم انصاف کریں کہ ایسی حالت میں علماء دیوبند
کا فتویٰ قابل اعتماد ہوگا، یا علماء حرمین کا، مثلاً ایک عالم فاجر مسجد میں رہتا ہو کہ اشرف مواضع ہے اور دوسرا عالم متقی بازار کی
دوکان میں ہو کہ شر البلاد ہے تو بازاری عالم کا فتویٰ معتبر ہوگا یا مسجد میں رہنے والے کا پھر ایسی صورت میں اگر کوئی کہے کہ مسجد خیر البقاع
والے سے مسئلہ پوچھو بازار شر البقاع والے سے مت پوچھو اور فضائل مسجد کے اور برائی بازار کی بیان کرکے حجت لاوے تو اس
مسجدی بھاٹ کو لوگ احمق کہیں گے یا نہیں اور اس کلام سے بازار کی افضلیت مسجد پر کون بے وقوف استخراج کرے گا پس
اس لطیفہ کثیفہ مؤلف کو دیکھنا چاہیئے کہ بحث تو علماء دیوبند کے معتبر اور دیندار ہونے میں اور بعض علماء مکہ کے غیر معتبر فی الفتویٰ
والدین ہونے میں ہے اور اس سے افضلیت دیوبند کی مکہ پر سمجھ کر خرافات لکھنی شروع کردی اور نہ سمجھا کہ یہ مفاسد وہاں کے
علماء کے زیادہ تر موجب بعد و خسران کے ہیں کہ وہاں کی معصیت اشد ہے دیگر بلاد کی معصیت سے مگر ہاں شاید مؤلف کے نزدیک
وہاں کے لوگوں کو مناکیر بھی حلال ہوں معاذ اللہ پس دیکھو کہ گفتگو کیا تھی اور نتیجہ کیا نکالا کیا فہم رسا ہے مؤلف خود بھی حج کر
آیا ہے پھر بھی مکہ سے ویسا ہی لوٹا جیسا گیا تھا سو یہی مصداق تضمین کا ہوا ہے اے مسلمانوں اعتبار قرآن و حدیث و فقہ کا
ہے نہ مکہ کے باشندوں کے قول و فعل کا، ذرا غور کرو کتب دین کو دیکھو کوئی معصیت مکہ کے تعامل سے حلال نہیں ہوتی بلکہ زیادہ موجب
عذاب و شناعت کی ہے اور مؤلف کی بلاہت کو غور کرکے سنو کہ فضل حجاز میں کہ حرمین شریفین بھی اسمیں داخل ہے حدیث کہ ان
الدین لیأرز الی الحجاز کما تارز الحیۃ الی جحرھا سو اس کا ترجمہ مؤلف نے نقل کیا اور خود اس کی شرح کی ہے بقولہ یعنی جیسے سانپ
اپنے بل سے نکلکر پھر سب جگہ پھر کر اسی میں قرار پاتا ہے الخ پس ادنیٰ عقل والا بھی جانتا ہے کہ سانپ جب اپنے بل سے نکلکر جاتا ہے
تو بل سانپ سے بالکل خالی ہو جاتا ہے اور پھر سانپ بل میں لوٹ آتا ہے تو اس وقت بل قرارگاہ سانپ کا ہو جاتا ہے تو اس تشبیہ

۱ بلائی کی جگہ ۲ اچھی جگہ ۳ گندہ ۴ بے وقوفی ۵ ٹھکانہ ۶ استدلال ۷ پوشیدہ،

یہ حالت ہوگئی کہ دیوبند کے آگے حرمین شریف کو حقیر جاننے لگے ہائے وہ حرم پاک کہ ہم پانچوں وقت نمازوں میں اپنا منھ اس کی طرف کریں قول وجهك شطر المسجد الحرام اور سوتے وقت بھی رو بقبلہ سونا سنت اور مرجاویں تو بھی حکم دیا جاوے قبر میں فنانی کے وقت کہ بوجہ الی القبلۃ اور اس خانہ محترم کے متولیان کی غفلی کار کی خدا تعالیٰ ثنا فرما دے کہ ان اولیاءہٗ الا المتقون یعنی نہیں ولی کارپرداز بیت اللہ کے مگر پرہیزگار آدمی، افسوس ہے کہ یہ لوگ اس حرم پاک اور اس کے اولیاء کو اس حقارت سے یاد کریں یہ لوگ اپنے بزرگوں کا کلام بھی بھول گئے تحفۃ العرب والعجم میں مولوی قطب الدین خاں صاحب لکھتے ہیں عرب کے علماء پر جو بعضے احمق لوگ طعن کرتے ہیں بڑی خطا پر ہیں اس لئے کہ وہ خیر البقاع کے رہنے والے ہیں، انتہیٰ، اور شاہ ولی اللہ فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں، خبردار اہل مدینہ سے ہرگز کدورت دل میں نہ لائیو ورنہ فیضان انوار محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم رہوگے

لکھا ہے اس سب تقریر سے اس قدر سب کو معلوم ہوگیا کہ مؤلف کا ۔۔۔ فہم کس قدر کج ہے کہ کہیں مطلب کو نہیں سمجھا اپنی رائے سے ایک مطلب قرار دیکر جو چاہتا ہے بے جوڑ لکھ دیتا ہے اور پھر اپنے مطلب تراشیدہ کے موافق بھی دلائل نہیں ہوتا کچھ عجب تفسیر ہے اہل علم و فہم غور سے ملاحظہ کریں، ایسی تالیف بھی کہیں دیکھی نہ سنی ہوگی **قولہ** اور اس خانہ محترم کے متولیان الخ **اقول** یہاں تک تو مؤلف صاحب نے خارج بحث خواہ مخواہ دیوبند پر مکہ کی فضیلت ثابت کی تھی حالانکہ یہ سب کا متفق علیہ ہے اب اہل مکہ کے علماء کی افضلیت وتقویٰ آیۃ ان اولیاءہ الخ علم سے ثابت کرتے ہیں، علم مؤلف کو دیکھنا چاہئے، سنو کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار مکہ نے مکہ میں عمرہ کے واسطے نہ جانے دیا اور لوگوں نے ان کو ملامت کیا تو جواب دیتے تھے کہ ہم متولی و خدمتگار بیت اللہ و مسجد حرام کے ہیں جس کو چاہے آنے دیں اور جس کو چاہے نہ آنے دیں ہم مختار ہیں تو اس کو حق تعالیٰ نے رد فرمایا کہ وہ ہرگز مستحق ولایت بیت اللہ کے نہیں کیوں کہ ظالم ہیں اور مشرک ہیں اور مستحق ولایت بیت اللہ کے مؤمن موحد ہوتے ہیں اور نیز بیت اللہ کی خدمت گاری خدا تعالیٰ کا گھر ہونے کی وجہ سے وہی کرتا ہے کہ جو حق تعالیٰ کا بندہ مومن موحد ہو مشرک کہ دشمن حق تعالیٰ کا ہے حق تعالیٰ کے بیت کا کب متولی ہو سکتا ہے بلکہ وہ تو اپنی دنیا کی وجہ سے اور اپنی معیشت کی وجہ سے اس کی کارگذاری کرتا ہے، پس استحقاق ولایت بیت اللہ کا مشرکین کو ہونا محض غلط ہے اور علی ہذا خدام بیت اللہ کا بوجہ حق تعالیٰ کے بیت ہونے کے دعویٰ کرنا ان کا بالکل لغو ہے استحقاق ان کا مومنین ہی کو ہے اور خدا تعالیٰ کا بیت ہونے کی وجہ سے سوائے مومنین موحدین کے کوئی ولی بیت کا نہیں ہو سکتا ہے یہ مطلب آیت کا تھا جناب مؤلف صاحب نے ایک طبعزاد معنی پیدا کئے کہ جو ولی بیت کا ہوتا ہے وہ مومن متقی ہی ہوتا ہے غیر متقی ولی خادم بیت کا ہوتا ہی نہیں پس جن کو خادم بیت دیکھ جان لینا کہ حسب وعدہ حق تعالیٰ کے وہ متقی ہی ہے سو اگرچہ کافر یا فاسق ولی بیت کا ہو وہ بھی متقی ہی ہوگا، سبحان اللہ کیا ذہن رسا ہے اول تو بداہۃً معلوم ہے کہ مشرکین خادم بیت کے رہے ہیں تکذیب قرآن کی حسب تفسیر مؤلف کے اس کو لازم آتی ہے پھر یہ کہ خادم اگرچہ فسق و فجور میں مبتلا ہو پھر بھی وہ متقی رہے گا یہ تمام آیات و احادیث و اجماع کے خلاف ہر فساق خدام بیت کو اگر مؤلف فاسق نہیں جانتا تو اپنے ایمان کی فکر کرے کہ کفر کو ایمان اور فسق کو تقویٰ بتلاتا ہے تمام نصوص کا انکار لازم آتا ہے اور فساق خدام کو متقی ٹھیرا کر ان کا مداح ہو کر مورد عتاب حدیث اذا مدح الفاسق اهتز عرش الرحمن وغضب الرب الحدیث کا بنتا ہے اور اس سے درگذر کر اگر یہ آپکی رائے خلاف نصوص کے کوئی جاہل تسلیم بھی کر لیوے تو آپ کو کسی طرح مفید نہیں کیوں کہ خدام بیت اللہ کی سلطان و شریف اور شیبی اور

من رسیدہ الیٰ ان قال در روآیات آمدہ ہر نبی را اعمال امتیان خود مطلع می سازند کہ فلانے چناں می کنند و فلانے چناں تا روز قیامت ادائی شہادت تواں کرد انتہیٰ، اور نیز علامہ اسمٰعیل آفندی اور قسطلانی اور زرقانی رحمۃ اللہ علیہم روایت کرتے ہیں عن سعید بن المسیب قال لیس من یوم الا وتعرض علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعمال امتہ غدوۃ وعشیۃ فیعرفھم بسیماھم واعمالھم فلذالک یشھد علیھم یوم القیمۃ، پس اگرچہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم مدح خوانوں کی نظر سے غائب ہیں لیکن ان کے اشعار مخاطب حاضر پڑھے ہوئے سب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک خدا پہنچا دیتا ہے ہر صبح و شام پھر جس علت اور دلیل سے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ یا ایہا النبی وغیرہ بقول مولوی اسحاق صاحب جائز ہوا تھا اسی دلیل سے مدح اور منقبت میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب حاضر کے اشعار پڑھنے جائز ہیں اور ہم ذمہ لیتے ہیں کہ صحابہ کرام سے لے کر آج تک اولیاء کرام اور علماء عظام سے اشعار مخاطب حاضر کا پڑھنا ثابت کردیں گے بیان اس کا ابحاثِ محفل مولد شریف میں آوے گا افسوس ہے کہ اپنے پیر مرشدوں کے کلام پر بھی نظر نہیں رکھتے بول اٹھتے ہیں منہ سے جو چاہیں یہ نہیں جانتے کہ ہر لفظ کا مباحثہ قیامت کو ہوگا وما یلفظ من قولٍ الا لدیہ رقیبٌ عتید اس مقام میں ایک شعر مولوی محمد حسین فقیر کا یاد آیا جو مذمت محفل مولد شریف میں بیان فرماتے ہیں ؎ بہت ندائے رسول خدا میں شاغل ہیں :: یہ مشرکوں کی علامت ہے محفل میلاد :: لو صاحبو عرب میں جو ندائے رسول کرتے ہیں اور جو ہند میں کرتے ہیں ان کا حال تم کو سنایا گیا ہے اب کہیئے اگر یہی شرک ہے تو یہ مفتی صاحب اپنے اعتقاد کے موافق پانچوں وقت عین نماز میں مشرک بنتے ہوں گے

مؤلف کا فہم و استدلال خوب واضح ہوگیا مؤلف ایسے کلمات سے توبہ کرے اور کہیں رہ کر کچھ پڑھ لیوے فقط

تحقیق ندا بلفظ یا رسول اللہ **قولہ** حضرت فخر عالم اشعار میں مخاطب حاضر ہوں الخ **اقول**، سائل کی مراد اس سے یہ تھی کہ ندا اور خطاب تو سب لغات میں حاضر موجود کے واسطے موضوع ہے سو اشعار و مدح میں جو ندا و خطاب پڑھا جاتا ہے اگر ذات فخر عالم کو حاضر ناظر بالذات کوئی عقیدہ کرے تو شرک ہوتا ہے اور اگر یہ عقیدہ نہیں بلکہ محض محبت میں کہتا ہے یا بوجہ اس کے کہ اگر ضمن صلوٰۃ و سلام میں ہے تو ملائکہ آپ تک پہنچا دیں گے اور جو بدون اس کے ہی وقت عرض اعمال کے پیش ہو جاوے گا تو جائز ہے مگر چونکہ اس مجمع میں جہال[1] سفہا[2] اور اہل بدعت کہ تمام اولیاء تک کی نسبت ان کا عقیدہ عالم بالذات ہونے اور متصرف بالذات ہونے کا ہے موجود ہوتے ہیں تو بصورت ندا و خطاب کے ان کے عقائد کا افساد اور ان کی بدعت و شرک کی تائید ہوتی ہے تو در صورتیکہ یہ امر مظنون بلکہ بحکم یقین ہے تو در صورت ثانیہ خطاب شرک نہیں مگر توہم شرک اور بسبب فتنے فساد کا ہے تو یہ جائز ہے یا نہیں اور اس امر کے ضم سے یہ مجلس کیا حکم رکھتی ہے یہ تھی مراد سائل کی تو مولف صاحب نے پہلی شق جس میں شرک لازم آتا تھا مطلقاً ذکر نہ فرمائی اس کو بالکل حذف فرمایا گویا یہ معنی خطاب و ندا کے سمجھتے ہی نہیں اور دوسری شق کو اپنی اصل پر رکھ کر فی حد ذاتہ اس کا جواب دیا کہ بالکل جائز ہے کون اس کو منع کرتا ہے اور پھر اس کے اثبات میں دلائل پیش کردیں، اب مؤلف صاحب سے کوئی پوچھے کہ جس شق کے اصل جواز کا آپ فتویٰ فرما رہے ہیں اور اس پر بڑی دھوم دھام سے مولانا محمد اسحاق صاحب و شاہ عبدالعزیز صاحب اور بزاز وغیرہ سے روایت کشی ہو رہی ہے اس کا سائل کب منکر ہوا اور وہ اس کو کہاں پوچھتا ہے تم کیوں سر پھوڑ کر تقریر طویل لاحاصل کر رہے ہو یا تو شق اول کا جواب لکھنا تھا کہ آیا وہ شرک ہے یا نہیں یا دوسری شق کی عارض پر بحث کرنی تھی

---

[1] جاہل کی جمع [2] بیوقوف

اہلو کر التحیات میں پڑھتے رہیں السلام علیک ایہا النبی، یعنی سلام ہو تم پر اے نبی، دیکھو اسمیں ندائے رسول خدا موجود ہے اب کوئی ان
میں مولوی صاحب نمازیوں کے حق میں بھی یہ شعر پڑھیں گے ؎ بہت ندائے رسول خدا میں شاغل ہیں ÷ یہ مشرکوں کی علامت
ہے پنجگانہ نماز ÷ نعوذ باللہ من سوء الاعمال الاعتقاد اور واسطے بیان خطاب حاضر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آیندہ زیادہ تر تحقیق

کہ باوصف اس مفسدہ کے بھی مجامع عام میں ایسے اشعار پڑھنے درست ہیں یا نہیں وہ کب کہتا ہے کہ فی حد ذاتہ یہ صورت ناجائز ہے اور
مفتیوں کے مرشدوں دوستوں نے اگر ایسے اشعار کبھی پڑھے تو خود خلوت میں یا خواص میں نہ بازار میں اور نہ عوام جہلاء میں اور طبع ہو کر
ان کی تشہیر کا اگر قصور ہے تو دوسرے لوگوں کا ہے پس کیا عجب مؤلف کے فہم پر ہے کہ جس کو سائل پوچھتا ہے اس کا تو قلیل کثیر کچھ بھی جواب
نہیں، اور ایک غیر مسئول عنہ امر پر زور و شور علم کا جتلایا جاتا ہے پس آپ کی سب روایات منقولہ مسلم ہیں مگر آپ کے فہم پر اور حسن جواب پر صد
آفرین ہے، الغرض جواب آپ کی خوبی علم و فہم کا، اور اس تقریر طویل کا تو ہو چکا اب اگر تم لاکھ دلائل اولیاء و علماء و صحابہ رض کے اس باب میں نقل
کرو گے تو آپ کو ہرگز ذرہ بھر بھی مفید نہیں کیوں کہ سب کا یہی جواب ہے کہ ان کا عقیدہ ہرگز حضور و اثبات علم و غیب کا فخر عالم علیہ السلام کی
نسبت نہیں اور یہ کلمات فرط محبت میں کہے اور خلوت یا جلوت خواص میں پڑھے، اب بولو کہ آپ کی اوراق نویسی اس ایک کلام سے
رد ہو گئی یا نہیں بعد اس کے جو آپ نے مولوی محمد حسین فقیر پر ایک طعن کیا ہے محض بیجا ہے کیوں کہ اہل بدعت کا یہ عقیدہ علم غیب بالذات
کا محقق و مشہور ہے سو انھوں نے ان کی ہی نسبت یہ شعر لکھا ہے، اور واضح ہے کہ اس عقیدہ سے خواہ ضمن صلوٰۃ و سلام میں خطاب ہو یا غیر
صلوٰۃ و سلام میں بہر حال شرک ہے اور بدون اس عقیدہ کے خواہ صلوٰۃ و سلام ہو یا غیر اس کے جائز جبتک مجمع عوام و سفہاء میں نہ ہو تو
ان پر طعن بیمحل ہے اگر التحیات میں عقیدہ علم غیب کا ہوگا تو ان کو اس کے شرک ہونے سے کب انکار ہے وہ بھی شرک ہو جاوے گا اور
التحیات میں یہ صیغہ یا محض نقل و روایت ہے اس واسطے درست ہوا یا بوجہ سلام کے کہ وعدہ ایصال ہو چکا ہے اور خلاف اس کے عقیدہ
کرنے میں بھی وہی حکم ہے، پھر طعن کیسا بے موقع ہو مگر مولوی محمد حسین صاحب تو آپ کے معاصر ہیں ان پر طعن کرنے سے کوئی آپ کو
بڑائی حاصل نہیں ہوتی، البتہ بڑے بڑے علماء رح جیسے مولوی محمد اسماعیل صاحب مولوی محمد اسحاق صاحب ان پر اعتراض کرنے میں اور
علماء و فقہاء متقدمین میں جو روشنی کثیر کو مکروہ فرماتے ہیں ان پر طعن علی روایت کرنے سے جیسا روشنی کے مسئلہ میں گذرا اور خود حضرت
عمر رض و عثمان رض و علی رض پر اسراف کی روشنی کرنے اور اس کی مدح کرنے پر کہ قرآن شریف کے حکم کے خلاف اسراف کیا آپ صراحتاً و اشارۃً طعن
کر چکے ہیں تو وہ البتہ موجب آپ کے تبحر علم کا عوام کالانعام کے نزدیک ہوتا ہے تو اس باب میں بھی ہم آپ کو بتلاتے ہیں کہ بخاری میں
ہے کہ ابن مسعود رض حیات فخر عالم السلام علیک ایہا النبی التحیات میں پڑھتے تھے اور بعد وفات آپ کے السلام علی النبی پڑھنے لگے
تھے اب ان پر طعن فرمایئے تاکہ لوگوں کے نزدیک خوب عظیم شان آپ کی ہویدا ہو جاوے مولوی محمد حسین تو بڑوں کی تقلید سے بری
ہو جاویں گے، ایسوں پر طعن فرمایئے تاکہ لوگوں کے نزدیک اب مؤلف صاحب غور فرماویں اور سب اہل علم نظر فرماویں کہ مؤلف صاحب
نے شرح سوال کیا کی اپنی طرف سے ایک سوال نیا تصنیف فرمایا ہے سائل نے پانچ قید سوال میں لکھی تھی، امردان خوش لحن کا قصائد
مدح پڑھنا، زیب و زینت کا ہونا، شیرینی کا ہونا، روشنی کثیر کا ہونا، فخر عالم کو خطاب و ندا سے یاد کرنا، سو پانچوں قیود کی وہ شرح فرمائی
مشہور کرنا، جس کے بدلے میں سوال نہیں کیا گیا

شاباشی ۲ زیادتی ۳ محفل ۴ ثابت ۵ ہم زمانہ ۵ گمراہ ۹ عوام جانور کی طرح ہیں

ورنہ ناجائز یہ بات ہرگز محققین کامل کے نزدیک مسلم نہیں واضح کہ یہاں تک سوال کی
کہ جس کا نام فقط حدیث میں صریح آیا ہو وہ جائز اس کی توضیح کرتا ہوں **نور دوم** میں جو چھپے ہیں **لمعہ اولیٰ** نقل جواب
انکاری کی شرح کی گئی اب انہی کے جوابات جو مفتی صاحبوں نے لکھے ہیں **جواب فتویٰ انکاری** انعقاد
واضح ہو کہ اس سوال کا جواب اول دہلی میں لکھوایا گیا پھر اہلِ دیوبند نے اس پر مہریں لگائیں وہ یہ ہے
محفلِ میلاد اور قیام وقت ذکر پیدائش آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرون ثلثہ سے ثابت نہیں ہوا پس یہ بدعت ہے اور علیٰ ہذا القیاس
بروز عیدین وغیر عیدین و پنجشنبہ وغیرہ میں فاتحہ مخصوصہ ہاتھ اٹھا کر پایا نہیں گیا، البتہ نیابۃً عن المیت بغیر تخصیص ان امورِ مذکورۂ سوال
کے لئے مساکین و فقراء کو دیگر ثواب پہنچانا اور دعا و استغفار کرنے میں امید منفعت ہے اور ایسا ہی حال دہم سویم چہلم وغیرہ اور ربیع اول
اور چنوں اور شیرینی وغیرہ کا عدم ثبوت حدیث اور کتب دینیہ سے خلاصہ یہ کہ بدعات مخترعات ناپسند شرعیہ ہیں انتہیٰ حرفاً حرفاً، اب
مؤلف رسالہ ہٰذا اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد پر بھروسہ کر کے بیان کرتا ہے ان امور ناصواب کو جو اس جواب میں ہیں واضح ہو کہ اس جواب
پر دہلی کے تین صاحبوں کی مہر ہے، الٰہی بخش، حبیب اللہ، شریف حسین، یہ صاحب دہلی میں غیر مقلد ہیں سب ان کو جانتے ہیں ان کا یہ
جواب لکھنا کچھ تعجب نہ تھا لیکن اصحاب دیوبند اس فتویٰ میں ان کے تابع ہو گئے مدرسہ دیوبند کے طلباء اور مدرسین کی پانچ مہریں چند
دستخط ہیں ایسے ایسے معنی کہ ان میں سے ایک صاحب کی عبارت یہ ہے، ہٰذا مسئلہ جواب صحیحہ حسن علی عفی اللہ عنہ، سبحان اللہ عبارت ان
معنی صاحب کی دیکھنے کے قابل ہے اور فصاحت و بلاغت تذکروں میں لکھنے کے قابل ہے لفظ ہٰذا کی تذکیر و تعریف مسئلہ کی تانیث
تنکیر، جواب کی تذکیر صحیحہ کی تانیث پھر مسئلہ یعنی سوال مبتدا اور جواب صحیحہ اس کی خبر سوال کی خبر جواب کیا کیا تماشے ہو رہے ہیں خیر ہم
کو ان صاحبوں میں کسی سے کچھ تعارض نہیں، الا مولوی محمد یعقوب صاحب، کہ اس مدرسہ کے مدرس اول ہیں چونکہ انہوں نے غیر مقلدوں

بہر حال مولف اس کو یاد رکھے، الحمد للہ برہان اول نے لمعہ نور اول کو ظلمات مکنونہ سے کہ ظلمات جہل پر نور مثل طمع کے تھا رفع کر کے اس کی ظلمات
اصلیہ کو واضح طور پر نمایاں عیاناً کر دکھایا **قولہ نور دوم الخ اقول**، اس میں مؤلف نے جواب بالفظ نقل کیا ہے بعد اس کے کچھ اپنے علم کے
فخر یہ کلمات لکھے ہیں کہ اس کے جواب کی ضرورت نہیں علم مؤلف کا نور اول میں ہی خوب منور ہو چکا، **قولہ** ان میں سے ایک صاحب کی عبارت
یہ ہے الخ **اقول** حسن علی نام کوئی مدرس مدرسہ دیوبند میں نہیں ابتدائے بناء مدرسہ سے آج تک کی کیفیات موجود ہیں دیکھ لو مؤلف کو اگر دیوبند
کے مدرسہ پر طعن کرنا مقصود ہے تو ایسی طرح طعن کرنا کہ جس کا کچھ ٹھکانا نہ ہو شرم کی بات ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے ان بعض الظن اثم
پھر خواہ مخواہ حسن علی کو دیوبند کا مدرس طالب علم قرار دیکر محض اپنی طرف سے یہ لکھنا کس قدر خلاف امر حق تعالیٰ کے ہے اور جو توہین مدرسہ کی غرض
مؤلف کی ہے تو ایسے واہی مطاعن سے کچھ نہیں ہوتا اور مدرسہ دیوبند کا جو کچھ علم ہے اگر کچھ فہم خداداد مؤلف کو ہے تو آوے اور دیکھے اس
فقیر کے گمان میں یہ آتا ہے کہ مدرسہ دیوبند کی عظمت حق تعالیٰ کی درگاہ پاک میں بہت ہے کہ صدہا عالم یہاں سے پڑھ کر گئے اور خلق
کثیر کو ظلمات ضلالت سے نکالا یہی سبب ہے کہ ایک صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اردو
میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آ گیا آپ تو عربی ہیں، فرمایا کہ جب سے علماء مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان
آ گئی، سبحان اللہ اس سے رتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہوا پس جس کا رتبہ عند اللہ زیادہ ہو گا، شیطان عدو مبین اس کی تخریب و توہین میں زیادہ

ئ رائج، ئ میت کی طرف سے قائم مقام ئ طعنے جس کو طعنہ دیا جائے

چوتھا قول یہ ہے کہ تابعین تو تابعین خود صحابہؓ کا کچھ اعتبار نہیں ہے ان کی باتوں کو بھی بدعت کہتے ہیں ان علماء کے نزدیک بدعت کے یہ معنی ہیں البدعۃ مالم یکن فی عہد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پھر حضرت کے بعد اگر صحابہؓ بھی ایجاد کریں تو ان علماء کے نزدیک وہ بدعت ضلالہ ہے لامذہبوں غیر مقلدوں کا اسی پر عمل ہے کہ وہ خلفاء راشدین کے فعل کو بھی بدعت اور ناجائز کہتے ہیں اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ حضرت سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ لازم پکڑو سنت میری اور سنت خلفاء راشدین کی تو اس کا جواب یہ دیتے ہیں مسک الختام شرح بلوغ المرام میں یہ کہ کہ نہیں مراد سنت خلفاء راشدین سو مگر ایسا طریقہ ان کا کہ موافق طریقہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہو اور معلوم ہے قواعد شریعت سے کہ کسی خلیفہ راشد کو نہیں پہنچتا کہ کوئی طریقہ سوائے اس طریقہ کے کہ اس پر حضرت تھے ..... مشروع کرے انتہی ملخصًا اور کتاب مفاتیح الاسرار التراویح میں ہے کہ مراد سنت الخلفاء سے وہی سنت ان کی ہے جسمیں وہ موافق اور متبع سنت نبوی ہیں نہ وہ جس کے وہ خود موجد ہیں الی آخرہ، پس ان بزرگواروں کے نزدیک کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ بھی کہ بعض امور انھوں نے ایجاد کئے ہیں بدعتی ہیں، نعوذ باللہ منہا، یہ فرقہ مولوی اسمٰعیل صاحب سے تین نمبر اور بڑھ گیا وہ تو تبع تابعین تک کو مانتے تھے یہ خلف ان کے ایسے بڑھے کہ صحابہؓ تک کو بھی نہیں مانتے، کیوں نہ ہو جب تک اپنے بزرگوں سے چار قدم آگے نہ بڑھے تو پھر کیا فخر ہوا اب طالبان

میں بھی نہ پایا جاوے اور بعض نے عدم اور وجود زمانۂ صحابہؓ کا ذکر کیا اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ جو زمانہ فخر عالم علیہ السلام میں نہ ہوگا صحابہؓ کے قرن میں بھی نہ ہوگا جیسا ابھی گذرا، اور پھر ایک حدیث میں خود فخر عالم علیہ السلام نے فرمایا ہے علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین الخ[1] دوسری حدیث میں فرمایا ما انا علیہ واصحابی اور ظاہر ہے کہ بعض امور زمانہ خلفاء میں اور صحابہؓ میں شائع اور ظاہر ہوئے کہ فخر عالم کے وقت میں ظہور ان کا نہ ہوا تھا اگرچہ اصل اور دلیل اس کی موجود تھی اور یہاں وجود شرعی ہی مراد ہے عام ہے کہ وجود خارجی میں آیا ہو یا نہ آیا ہو اور بعض نے ایک صحابہؓ کے بعد تابعینؒ کے زمانہ میں نہ ہونا بھی اس حد بدعت میں زائد کیا جیسا عالمگیری نے محیط سے نقل کیا اس کی وجہ بھی ظاہر ہے کہ زمان تابعین میں اجتہاد و قیاس ہوا اور قواعد و ضوابط بنائے گئے، اور جو کچھ زمانہ صحابہؓ میں مخفی تھا ظاہر ہو گیا تو یہ سب اس کا ہی اظہار و ضبط تھا جو پہلے موجود تھا کوئی امر جدید خلاف اس کے نہ تھا اور بعض علماء نے تبع تابعین کے قرن میں بھی نہ ہونے کو ذکر کیا اس سبب سے کہ حدیث خیر القرون قرنی میں تبع تابعین بھی ذکر فرمائے گئے ہیں اور فی الواقع اس قرن میں ائمہ مجتہدین نے بسط و تفصیل قواعد شرعیہ کی اور کلیات اجتہاد و قیاس کے ایسے کامل و منضبط کر دیئے کہ قیامت تک کو کافی ہو گئی اور اختلاف امتی رحمۃ[2] کا ظہور بوجہ اتم ہوا پس جس کی دلیل ان قرون ثلثہ میں نہیں وہ بدعت و ضلالت ہے اور جس کی اصل یہاں ہے وہ جائز و مقبول ہے الحاصل یہ ہر چہار قول حد بدعت کے جو مؤلف نے شاذ و غلط لکھے ہیں اور قول خامس جس کو قول جمہور و مشہور معتبر لکھا ہے سب ایک مطلب اور ایک معنی رکھتے ہیں سوائے اختلاف الفاظ کے کچھ تفاوت سر مو بھی نہیں علی ہذا قول تعریف بدعت کا بھی بمعنی عام اور بمعنی خاص دونوں موافق ہیں سوائے خلاف بیان و اصطلاح کے کوئی نزاع و خلاف نہیں، پس اب ہم فہم رسا و قوت حدسے مؤلف صاحب کی ناظرین ملاحظہ کریں کہ اول تو معنی عام و خاص بدعت کو باہم مختلف معنوی و نزاع حقیقی سمجھ رہا ہے اور پھر ان حدود اربعہ کو قول خامس کے خلاف و معارض جان رہا ہے اور اس غلطی فاحش پر ناز کر کے کس دعویٰ سے کہتا ہے کہ مانعین نے کوئی دلیل منع کی نہیں لکھی سوائے قرون ثلثہ میں موجود نہ ہونے کے

[1] وہ طریقہ جس پر کہ میں اور میرے صحابہؓ ہیں [2] میری امت کا اختلاف

سے یہی باتیں مراد رکھیں تو بدعت رابعًا یہ کہ جس حدیث سے سند پکڑتے ہیں اس میں تو یہ ہے کہ تین قرن کے بعد جھوٹ پیدا ہوگا یعنی
پہلے اس سے نہ ہوگا حالاں کہ بدعتوں کا وجود عین انھیں قرون میں ہوا ہے یعنی معتزلہ اور قدریہ اور مرجیہ جو بدعتی فرقے ہیں قبل گزرنے
قرون ثلثہ کے پیدا ہوگئے تھے پھر اگر کذب سے بدعت مراد رکھیں تو بڑا اعتراض یہ پڑے گا کہ حدیث موافق واقع کے نہیں ہو سکتی
خامسًا یہ کہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ بعد قرون ثلثہ کے علم فلسفہ یونانیوں کا اہل اسلام میں رائج ہوا اس کے پڑھنے سے اور اس
فکر کرنے سے مسلمانوں کے عقائد عقلی طور پر بدل گئے عقائد فلسفی لوگوں میں برخلاف اعتقاد سلف کے ٹھیر گئے، اور معتزلی وغیرہ
بدعتوں کو علم فلسفی سے طاقت پیدا ہوئی اور جہمیہ عین اور اہل سنت میں عقائد کی مباحثے پھیل گئے، بھلا اگر کوئی لفظ حدیث سے کہ
ثم یظہر الکذب ہے یہ مراد رکھے تو صحیح ہو سکتا ہے کیوں کہ عقائد فلسفی جھوٹے ہیں لیکن کہاں فلسفی دلائل اور یونانیوں کے عقائد
اور کہاں محفل مولد شریف اور موتی کی فاتحہ درود کرنا، بھلا فلسفیوں کے عقائد کو ان اعمال سے کیا علاقہ سادسًا جو مطلب یہ لوگ
ثابت کرتے ہیں یہ مطلب اس وقت ثابت ہوتا کہ حدیث کے لفظ یہ ہوتے ثم لا یظہر الا الکذب یعنی بعد قرون ثلثہ نہیں
ظاہر ہونے کا سوائے جھوٹ کے یا یہ ہوتی ثم کل شیئ یظہر فیکون کذبًا یعنی پھر جو کچھ ظاہر ہوگا وہ سب جھوٹ ہی جھوٹ
ہوگا، لیکن یہ الفاظ تو حدیث میں نہیں نہ اس میں کوئی کلمہ مفید حصر ہے نہ مفید کلیت ہے تو معنی حدیث کے یہ ہوگئے ثم یظہر الکذب

انکو مفید نہیں اور نہ کذب کو شہادت پر حمل کرنا مفید آپ بلا سوچے جو چاہے لکھتے ہیں اور خندۂ صبیان ہوتے ہیں پس یہ کلام مؤلف کا
بالکل نادانی ہے،،

حدیث ثم یفشو یا یظہر الکذب قولہ رابعًا یہ کہ جس حدیث سے الخ اقول، مؤلف ترجمہ غلط کرتا ہے یفشو اور یظہر فرمایا ہے اس کے معنی پیدا ہوگا نہیں
ہوتے پھیل جاوے گا اور ظاہر ہو جاوے گا، ظہور شئ کا غلبہ کے وقت ہوتا ہے تو یہ معنی کہ ان قرون میں کذب مخفی قلیل مغلوب ہووے گا
اور کذب مغلوب مضر نہیں نفاق و کفر و فرد کذب کی ہے اور کذب خود زمان فخر عالم علیہ السلام میں بھی تھا مگر مغلوب تھا ایسا ہی قرون ثلثہ
میں رہے گا، بعد اس کے پھیل جاویگا خوب ظاہر ہو جاویگا ایسا ہی ہوا کہ قرون ثلثہ میں اگرچہ باطلہ ہوئی مگر ان کو غلبہ نہ ہوا ان کا دور دوراں پر باطبع
اس کا بعد میں ہوا اور مؤلف از رائے خود ترجمہ تراش یا ہر کہ پیدا ہوگا کہ پہلے اس سے نہ ہوگا تو یہ مؤلف کا حدیث میں تصرف کرنا ہوا اور ترجمہ غلط بنانا
سخت جہل و خیانت ہے مؤلف نے حدیث میں بھی اپنی عادت خراب کو ترک نہ کیا کہ خود ہی معنی تجویز کر لینا اس کا شیوۂ قدیم ہے جیسا سابق جا بجا
مطلع کیا گیا ہے پس ارشاد نبوی واقع کے مطابق ہوا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں مؤلف کے فہم ناتمام پر البتہ اعتراض ہے فقط،

معنی حدیث ثم یفشو یا یظہر الکذب قولہ خامسًا یہ کہ بعض علماء نے الخ اقول راست ہے کہ فرق ضالہ فلاسفہ کا شیوع بھی قرون مابعد میں ہوا اور ان
عقائد بھی بدعت تھے اور خلاف قواعد مقررہ قرون ثلثہ کے مثل دیگر بدعات کے جو بعد قرون ثلثہ خلاف قواعد شرعیہ رائج ہوئیں سو بیشک یفشو
الکذب میں یہ عقائد فلسفہ بھی داخل ہیں نہ یہ کہ کذب کا اس میں حصر ہو گیا ہے کیا خوب سمجھے پھر جہاں عقائد فلسفیہ بدعت ضلالہ میں ہیں ہیں
دیگر بدعات و کذب اور وہی محفل مروجہ مولد اور ایصال ثواب کی بدعات ہو ویں گی مؤلف کا مصداق کذب کو عقائد حکما ہی میں حصر کرنا
خوبی علم و رسائی ذہن کی ہے سبحان اللہ فقط قولہ سادسًا جو مطلب یہ لوگ ثابت کرتے ہیں الخ اقول معلوم ہو چکا کہ ظہور غلبہ و شیوع کے
ہے کذب عام ہو جائے گا

یعنی پھر ظہور کذب ہو گا ظہور کذب ہے کے صدق کو بعض افراد محدثات میں کذب کا ہونا بھی کافی ہے اس تقریر سے صاف ظاہر ہو گیا کہ بعض چیزیں بعد قرون ثلثہ کہ جنکو عباد صالحین نکالیں گے وہ درست اور حسن ہونگی اور بعض باتیں جو خلاف شرع ایجاد ہوں گی وہ گمراہی کا سبب اور قبیح ہونگی جسطرح خود بعین قرون ثلثہ کی بعض یہ چیزیں نکلی ہوئیں مثل اعتزال اور مذہب قدریہ اور مرجیہ سب خراب اور ضلالت ہیں، قول جمہور اور مذہب منصور یہی ہے اور وہ قول جسپر مفتیان فتویٰ انکاری نے اعتماد کرکے ان سب امور خیر کو ضلالت قرار دیا تھا وہ بخوبی معلوم ہو گیا کہ ایک قول ہے اقوال شاذہ متفرقہ مختلفہ بین العلماء سے اور نہیں ہے وہ قول معتمد علیہ اور مفتی بہ بلکہ صحیح اور جسپر امت کا سلفاً اور خلفاً اجماع جاری رہا ہے وہ قول جمہور ہے پانچواں قول مذہب جمہور واضح ہو کہ علماء اہل تحقیق کے نزدیک سیئہ اور حسنہ ہونے کی بنیاد زمانہ پر نہیں یعنی یہ بات نہیں کہ جو کچھ خیر و شر زمانہ قرون ثلثہ میں ہو گیا وہ سنت ہے اور مقبول ہے اور بعد زمانہ قرون کے جو کچھ بھلا یا برا ہو وہ سب برا ہے اور مردود ہے ایک ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں، قصہ اول حضرت امیر المومنین عمر اور عبد اللہ رضی اللہ عنہما تیمم سے منع فرماتے تھے نہانے کی حاجت والیکو یہ حدیث صحیح مسلم مطبوعہ کی ۱۶۱ میں ہے اب دیکھئے یہ حکم صحابی کا ہے اور صحابی بھی کیسے خلفاء راشدین میں، لیکن اس قول کو کسی نے آئمہ مذاہب میں قبول نہیں کیا، دوسرا قصہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی تھے ان کا بیٹا یزید تابعی تھا طبقہ وسطیٰ تابعین میں یعنی جس طبقہ میں حسن بصری اور ابن سیرین ہیں یہ اسی طبقہ میں تھا کذا فی التقریب اس تابعی نے جو خیر القرون میں تھا دیکھو کیسا کام سعادت شکنی کا کیا کہ خدا کسیکو نصیب نہ کرے کہ مظلوم امام حسین رضی اللہ عنہ کا اس کی گردن پر ہے تیسرا قصہ یہ کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ تابعی تھے ان کا شاگرد واصل بن عطا تبع تابعین سے تھا وہ مذہب معتزلی کا موجد اور امام ہوا اس نے یہ مذہب نکالا کہ جو مسلمان گناہ کبیرہ کرتا ہے نہ اس کو مومن کہنا چاہیے نہ کافر بلکہ ایک درجہ ہے درمیان دونوں کے یہ بالکل مخالف اہل سنت والجماعت کے اس نے اعتقاد کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دو قسم فرماتا ہے فمنکم کافر و منکم مومن قسم تیسری نہیں فرمائی پس جب واصل ابن عطا نے اپنا وہ عقیدہ بیان کیا تب ان کے استاد حضرت امام حسن بصری نے ارشاد فرمایا قد اعتزل عنا یعنی یہ مردک الگ ہو گیا ہم سے بس اسی روز سے اس فرقہ کا نام معتزلی ہوا اور وہ سخت بدعتی تھے اور وہ اپنا نام کہتے ہیں اصحاب العدل والتوحید کذا فی الشرح العقائد وغیرہ یہ تین قصے قرون ثلثہ کے بیان کئے گئے اور ایسے بہت

ساتھ جو کتاب اور معنے بذا فشو بھی ظہور کے معنے میں ہے اور وضاحت و ظلہ اس میں مرعی ہیں، دوسری حدیث یفشو الکذب تفسیر اس کی کرتی ہے پس فقط وجود مراد نہیں ہو سکتا کہ وجود مطلق کذب کا تو فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات میں بھی تھا اور جیسا جو محشی شیخ میں اعتراض کا اندیشہ مولف کو تھا اس سادہ منشی میں کیوں ایسی توجیہ اختیار فرمائی جس سے حرب تھا اس کو ہی اختیار کر لیا گیا فہم عالی ہے، الحاصل آپ کی یہ توجیہات و تقریرات سب غلط لاطائل ہیں، ایک بھی علم کی اور فہم کی بات نہیں اور ہم کہہ چکے کہ جس مدعی کو تم ثابت کرتے ہو اس کو ہم خود اقرار کرتے ہیں مگر آپ خود گرداب ضلالت میں پڑے ہوئے ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے سود اوراق سیاہ کرتے ہو حدود بدعت سب متفق المعنے ہیں قولہ پانچواں قول مذہب جمہور الخ اقول یہ قول خامس آپ کا قول منصور اور قول رابع بعینہ ایک ہیں کوئی فرق نہیں اس میں مدار بنیاد بدعت کی ہے نہ رابع میں مثل بذا اول وثانی وثالث میں مگر آپ کی کوتہ فہمی سے تفرقہ تھا لیکن جہاں اپنی غلطی فراموش ہو شرمت ۔

ظہور تو کے معنی سے بے معنے کے بھونر ،

احداث کی گئی اس کو درمختار میں لکھا ہے التسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الآخر سنہ سبعمائۃ واحدی ثمانین وهو بدعۃ حسنۃ یعنی۔
سلام پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بعد اذان سات سو اکیاسی سنہ ہجری میں ایجاد کیا گیا اور بدعت حسنہ ہے انتہا اور اسی طرح درمختار
کے شارح شامی نے بھی اس کو مسلم رکھا اور نہر الفائق شرح کنز اور قول بدیع سے یہ نقل کیا والصواب انہا بدعۃ حسنۃ یعنی ٹھیک یہی بات ہے
کہ سلام بعد اذان بدعت حسنہ ہے دیکھئے آٹھویں صدی تو قرون ثلثہ کے بہت بعد ہے اس وقت کی نکالی ہوئی چیز کو بھی فقہاء نے بدعت
حسنہ کہا ہے اب دیکھنا چاہیئے اول فقہاء کو امام شافعی کے قول سے یہاں تک یہ سب علماء تقسیم ہونا بدعت کا طرف حسنہ اور سیئہ کے مانتے
ہیں اور بدعت حسنہ کو خواہ وہ قرون ثلثہ میں نکلی ہو، یا بعد قرون سب کو مستحب اور حسن فرماتے ہیں، پس مولوی اسحاق صاحب کے فرمانے کے
موافق ان سب فقہاء کے نزدیک بدعت حسنہ کا ایجاد الی یوم القیامۃ ثابت ہوا اس لئے کہ وہ کہتے ہیں غیر محدود است عند القائل بتقسیمہا
اور خود مولوی اسحاق صاحب اور مولوی اسمٰعیل صاحب کے بزرگ بھی تقسیم بدعت مانتے ہیں شاہ عبد العزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سوالات
عشرہ محرم کے جواب سوال اول میں لکھتے ہیں ساختن ضرائح وصورت قبور وعلم وغیرہ اینہمہ بدعت است وظاہر ست کہ ایں بدعت حسنہ کہ دراں
اخوذ نباشد نیست بلکہ بدعت سیئہ است وحال بدعت سیئہ ایں است کہ در حدیث شریف وارد است شر الامور محدثاتہا کل بدعۃ
ضلالۃ انتہی۔ اور شاہ صاحب موصوف کے بیان سے تحفہ میں بھی بدعت حسنہ کا وجود پایا جاتا ہے اب تیرہویں صدی میں وہ مولوی اسمٰعیل
صاحب کہ جن کا کلام تذکیر الاخوان میں یہ تھا کہ جو کوئی دین کے عقیدے اور عبادت اور رسم میں وقت یا جگہ یا وضع یا ہیئت گنتی قید اپنی طرف سے
مقرر کرے سو وہ بدعت اور باطل اور مردود ہے انتہی کلامہ، شکر خدا کا کہ یہ قاعدہ جنگی فوجداری کا جس سے ایک عالم میں جنگ باہمی پیدا ہوا ایجاد
کر کے آخر توبہ کی اس راہ سے خود مخالفت اختیار کی اور توبہ کی وجہ ثبوت یہ ہے کہ ان کی صراط مستقیم میں لکھا ہے اشغال مناسبہ ہر وقت وریاضت
ملائمہ ہر قرن جدا جدا می باشد لہٰذا محققان ہر وقت از اکابر ہر طریق در تجدید اشغال کوششہا کردہ اند بناءً علیہ مصلحت دید وقت چناں اقتضا
کرد کہ یک باب ازیں کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب ایں وقت است تعیین کردہ شود، اس عبارت میں قرون ثلثہ کی کچھ قید
نہیں لگائی بلکہ ہر قرن میں ایجاد اشغال اور تعیینات مشائخ کو مسلم رکھا اور بذات خود اپنی تیرہویں صدی کے واسطے اشغال جدیدہ ایک باب

میں مؤلف نے اس قدر تطویل بے سود کی پھر قبل ثبوت اس کے اس کو بھی دلائل جواز میں ذکر کرتا ہے لہٰذا تھوڑا اس طرف سے بھی اشارہ ہے
کہ خود قرن صحابہؓ میں بھی اگر کوئی امر ہوا اور اس پر انکار کیا گیا تو وہ جائز وحجت نہیں ہوتا چہ جائیکہ بعد چھ سو سال کے ہو جب اس پر
وقت حدوث اس کے کے فاکہانی وغیرہ علماء عصر نے انکار کیا تو وہ جائز نہیں ہو سکتا معہذا ہم کہتے ہیں کہ اس وقت میں فقط ذکر خیر خیر البشر
کا بلا قیود اور بلا تداعی واہتمام تھا لہٰذا اس وقت علماء کو اس پر نکیر نہ ہوا اب جو قیود غیر مشروع اس پر اضافہ ہوئیں تو نا جائز ہو گیا اصل ذکر
ولادت کو تو کوئی بھی منع نہیں کرتا، جو کچھ تکرار وانکار ہے وہ قیود ہی سے ہے کیا مؤلف دیکھتا نہیں کہ سوال میں کس شے سے سوال ہے اور
قیود خمسہ کیوں لگا کر سوال کیا گیا ہے غرض یہ نظیر محض خوش فہمی مؤلف کی ہے ابن حجر ہیثمی اور ابو شامہ کے قول کو اگر تسلیم بھی کیا جاوے
تو کیا مفید مؤلف کو ہو گا کہ کلام ہیئت کذائیہ مندرجہ سوال میں ہے نہ نفس ذکر مولود میں ورنہ اصل اصول کے ہوتے قول علماء کا جو خلاف
قاعدہ مسلم نہیں ہوتا اور بیان تنویب میں ایک طول ہے ترک کیا گیا اور اصل مطلب جس کو مؤلف ثابت کرتا ہے ہمارے ہرگز مخالف نہیں

لہ صحابہؓ کا زمانہ لہ ثواب "

سیئہ ہے وہ سب گمراہی کی ہے انتہی کلامہ، ۔ یا یہ کہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے سوالات عشرہ کا جواب د ترجمہ ہو کر مطبع ناصری
میں چھپا ہے وہی ترجمہ دیکھ لیتے اس میں لکھا ہے بدعت حسنہ تو اس کو کہتے ہیں کہ کرنے والا اس کا ماخوذ نہ ہو اور بدعت سیئہ کا
حال یہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے کل بدعۃ ضلالۃ[۱] انتہی کلامہ، پس جب ان کے پیشوا سب اس حدیث کو بدعت سیئہ کیساتھ
خاص کرتے ہیں اور بدعت حسنہ کو اس میں شامل نہیں کرتے پھر ان کا منصب تھا کہ بلا تقسیم بدعت اور بلا اثبات دلائل سیئہ
ہونے اعمال مندرجہ سوال کے کلیہ طور پر پڑھ دیں کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار دوسری نصیحت یہ کہ ایک آفاقی
سے روپیہ مانگ کر جو جامع مسجد دیوبند میں بنوائی ہے اور کثرت سے برج مثل مندر قوم ہنود کے بنوا دیئے ہیں کیا قرون ثلٰثہ
میں بھی اتنے برجوں کی مسجد بنتی تھی؟ اگر بنتی تھی تو ہم کو حوالہ دو کہ کس قرن میں اور کس نے بنائی، اور کس حدیث کی کتاب میں یہ فعل
قرون ثلٰثہ سے ثابت ہوا ہے اور اگر نہ ثابت ہو یہ ہیئت مجموعی مسجد کی تو منصفی یہ ہے کہ اپنے اوپر بھی یہ حدیث رواں کرو کل بدعۃ
ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار تیسری نصیحت یہ ہے کہ خدا کا خوف کیا ہوتا تم نے اہل اسلام نے جو روپیہ چندہ کا دیا تھا تو مقصد
تھا کہ تعمیر میں بقاعدہ شرعی صرف ہو پھر یہ فرمایئے کہ کثرت بروج میں جو مال صرف ہوا نہ وہ استحکام تعمیر میں داخل نہ کسی مصالح
ومقاصد صلوٰۃ کو شامل اس کا مظلمہ کس کی گردن پر ہوگا، کتب فقہ سے اس کا عدم جواز مستفاد ہوتا ہے قاضیخاں میں ہے رجل دفع
شیئاً بعمارۃ المسجد فی ای شیئی یصرف ذلک المال قال ابو القاسم رحمۃ اللہ تعالیٰ یصرف فیما کان من البناء دون التزئین اور بعد تین
سطر کے لکھا ہے، لیس للقیم ان یتخذ من الوقف علی عمارۃ المسجد شرفا ولیتقش المسجد من ذلک ولو فعل یکون ضامنا،

کا یہی مطلب و مراد ہے فقط قولہ ہم ناصحانہ الخ اقول مولوی عبدالخالق صاحبؒ نے ٹھیک سمجھ کر لکھا ہے بدعت حسنہ اور سیئہ کی تفریق کا حال
اور حدیث کل بدعۃ ضلالۃ کے معنی بھی واضح ہو چکے اب یہ حال خود مؤلف صاحب کا ہے کہ بزعم[۲] خود فاضل اجل ہیں اور ہنوز معنی بدعت حدود کے
بھی نہیں سمجھتے اور نزاع لفظی وحقیقی کو بھی نہیں جانا جو کچھ مولوی عبدالخالق صاحب پر طعن ہے اس تحریر سے واضح ہو گیا کہ وہ آپ کا ہی
حال ہے اور باوجود ترجمہ مشکوٰۃ کے مطالعہ کے کچھ بھی نہیں سمجھے اتأمرون الناس بالبر وتنسون انفسکم فقط قولہ دوسری نصیحت
الخ اقول آپ کے نزدیک جس وجہ سے برج و منارہ مسجد کے جائز ہیں جس کا نام آپ نے بدعت حسنہ رکھا ہے اسی وجہ سے مولوی،
عبدالخالق نے بھی یہ بنوائے ہیں، کیونکہ وہ مدعی آپ کا اور مولوی عبدالخالق کا ایک ہی ہے گو آپ کو خبر نہیں طوطی کے بول بولتے ہو
سو یہ تعریض بے معنی ہے فقط تیسری نصیحت الخ اقول المعروف کالمشروط قاعدہ فقہ کا ہے ہر گاہ کہ سب چندہ دہندہ برج منار وغیرہ
میں صرف کرنے سے دلالۃً راضی ہیں تو اس میں صرف کرنا درست ہے اور دوسری روایت قاضیخاں کی تو آپ نے دونوں آنکھیں بند
کرکے ہی لکھ دی ہے مال وقف کا مسئلہ مال مملوک شخصی پر جاری فرمایا ہے خوب روایت فقہ کی سمجھے ماشاء اللہ اور پہلی روایت
وصیت کی بھی مطابق اس واقعہ کے نہیں کیونکہ موصی[۳] نے ایک امر مبہم کہہ مرا ہے اس کا حمل ایسی شئے پر ہونا چاہیئے کہ نافع ہووے
اگر موصی زندہ ہوتا، اور اجازت تزئین میں صرف ۔ ۔ کی دے دیتا تو جائز تھا یہاں تو دینے والے زندہ ہیں اور ان کی دلالۃً رضا
صریح ہوتا ہے کاش اگر مؤلف فقہ کی کتاب کسی معلم سے پڑھ لیتا تو ایسی غلطی فاحش میں نہ پڑتا۔ فقط،

---

۱ ہر بدعت گمراہی ہے ۲ اپنے گمان میں ۳ وصیت کرنے والا

کا دعویٰ اس قدر اور صاحب سنت علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھی نہ ادرد دوسری کم فہمی اس درجہ کی کہ سائل کا سوال جو ہم اول
نقل کر چکے ہیں اس میں یہ سوال ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اشعار میں مخاطب حاضر ہوں یہ سوال نہیں کہ مجلس میں حاضر ہونیکا اعتقاد
ہو اور ظاہر ہے کہ اشعار میں مخاطب حاضر ہونے کے معنی یہ ہیں کہ شعر ایسے پڑھیں جسمیں ضمیریں مخاطب حاضر کی ہوں سو اس کا حال ہم نمبر
اول کے لمعہ ثانیہ میں لکھ چکے اور آئندہ بھی تحقیق آوے گی لیکن مفتی صاحب نے سوال دیگر جواب دیگر جو چاہا کہنا شروع کیا یہ جواب دیا، قولہ
حضرؐ کی نسبت یہ اعتقاد رکھنا کہ جہاں مولود پڑھا جاتا ہے وہاں تشریف لاتے ہیں یہ شرک ہے ہر جگہ موجود خدا تعالیٰ ہے اقول سبحان
اللہ قربان جایئے اس قیاس اور استدلال کے اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی یہی اعتقاد ہوتا کہ وہ مولود خوانی میں حاضر ہوتا ہے نہ اور
کسی جگہ اس وقت تو برابری اور مسارکت صفتِ الٰہی میں لازم آتی اور خدا تعالیٰ کو بہت مواضع اور مواقع میں حاضر مان رکھا ہے علاوہ
مجلس مولودخوانی کے تفصیل اسکی یہ ہے کہ تم عظمت اور وسعت عرش عظیم کی اور فراخی اور توسع کرسی کی خیال کرو کہ ان کے آگے سات
آسمانوں کی کیا حقیقت ہے پھر کرۂ ناری اور ہوائی اور مائی کو خیال کرو کہ آسمانوں کے آگے انکی وسعت ہے پھر ان کرات کے آگے زمین کو دیکھو
کہ اس کی وسعت کو کرات سے کیا نسبت ہو پھر زمین کے چوتھائی حصہ کو دیکھو جو زمین سے باہر نکلا ہوا ہے پھر اس باہر نکلے ہوئے میں جنگل اور
پہاڑ اور دریا اور ریگستان کسقدر ہیں اور آدمیوں سے آباد کسقدر ہیں اور اس آبادی میں کفار کس قدر ہیں اور مسلمان کسقدر اور
مسلمانوں میں مولد شریف کرنیوالے ہیں اور نہ کرنے والے کس قدر ہیں ان سب مراتب کے خیال اور فکر کرنے سے فرق معلوم ہو جاوے
گا مر مصنف کو کہ اللہ تعالیٰ کا حاضر و ناظر ہونا تو اسقدر جسمیں ہو کہ عرش و کرسی آسمان لوح و قلم ساتوں زمین اور جمیع جبال و بحار ویران عمارت
وغیرہ اور ہر زمان اور ہر آن میں وہ حاضر ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جس نے یہ اعتقاد کیا کہ وہ مواقع مولود خوانی ...

تصور ہے تو مولوی عبد الجبار کا بھی یہی عذر قبول کرنا تھا، غرض یہ تو مؤلف صاحب کی عادت فاشیہ ہے کہ جو کچھ کسیکو کہتا ہے
اس میں خود ملوث ہوتا ہے نہ معلوم کہ اسقدر اپنے حال سے کیوں غفلت ہو قولہ کم فہمی اس درجہ الخ اقول رد شرح سوال میں مذکور
ہو چکا کہ صیغہ کتاب کا حاضر موجود کے واسطے ہی وضع ہوا ہے لہٰذا اگر کہیں صیغہ کتاب کا بولا جاوے گا تو بوجہ اصل حقیقی ہونے
سے حضور مخاطب کا مفہوم کلام سے ہووے گا لہٰذا مولوی عبد الجبار نے اس سوال کا ہی تو جواب دیا ہے کہ یہ اشعار خطاب اگر اس
اعتقاد سے ہیں تو شرک ہیں اور دوسرے معنی مجازی کی شق کو بیان نہیں کیا مگر خدا تعالیٰ جانے کہ مؤلف کی کیا فہم ہے کہ اس کو سوال
کیخلاف اور غیر جانتا ہے، لازم و ملزوم وضعی کو غیر جاننا اور مقصود کلام وضعی کو کلام سے منفک سمجھنا مؤلف ہی کا فہم ہے نمبر اول
میں بھی ایسا کچھ مؤلف نے کہا ہے اور اس کا جواب کچھ وہاں پر ہو لیا، قولہ سبحان اللہ الخ اقول تمام است کا یہ اعتقاد ہے کہ جناب
فخر عالم علیہ السلام کو اور سب مخلوقات کو جس قدر علم حق تعالیٰ نے عنایت کر دیا اور بتلا دیا اس سے ایک ذرہ بھی زیادہ کا علم ثابت کرنا شرک
ہے سب کتب شرعیہ سے یہی مستفاد ہے قال اللہ تعالیٰ وعندہ مفاتیح الغیب لا یعلمہا الا ھو الآیہ
شرکت کا اعتقاد شرک ہی نہیں بلکہ نفس شرکت کا اعتقاد بھی شرک ہے، اور یہ مسئلہ مشہور بحر الرائق اور عالمگیریہ در مختار وغیرہ میں ہے کہ اگر
کوئی نکاح کرے بشہادت حق تعالیٰ اور فخر عالم علیہ السلام کے کافر ہو جاتا ہے بسبب اعتقاد علم غیب کے فخر عالم کی نسبت پس فقط مجلس
نکاح کے اعتقاد علم میں کافر لکھا ہے یہ کسی نے نہیں لکھا کہ اگر اس کا اعتقاد کما و کیفا مساوات علم الٰہی تعالیٰ شانہ کا ہے تو کافر ہو گیا ورنہ

ل علیحدہ ۲ سہرا اعتبار ہے۔

اور آدمی مرتے ہیں ہر جگہ ملک الموت موجود ہے اور مشکوۃ میں ہے کہ ملک الموت وقت موت میت کے سرہانے ہوتا ہے مومن کے بھی اور کافر کے بھی یہ حدیث طویل ہے اور قاضی ثناء اللہ نے تذکرۃ الموتیٰ میں نقل کیا ہے ایک حدیث کو طبرانی اور ابن مندہ سے اس میں یہ بھی ہے کہ ملک الموت نے رسول اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ ایسا کوئی گھر نہیں نیک یا بد آدمیوں کا جسکی طرف مجھ کو توجہ نہ ہو رات اور دن دیکھتا رہتا ہوں اور ہر چھوٹے بڑے کو ایسا پہچانتا ہوں کہ وہ خود بھی اپنے کو اس قدر نہ پہچانتے، ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ملک الموت ہر جگہ حاضر ہے بھلا ملک الموت علیہ السلام تو ایک فرشتہ مقرب ہیں، دیکھو شیطان ہر جگہ موجود ہے، در مختار کے مسائل نماز میں لکھا ہے کہ شیطان اولاد آدم کے ساتھ دن کو رہتا ہے اور اس کا بیٹا آدمیوں کے ساتھ رات کو رہتا ہے علامہ شامی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ شیطان تمام بنی آدم کے ساتھ رہتا ہے مگر جس کو اللہ نے بچا لیا بعد اس کے لکھا ہے فاقدرہ علی ذلک کما اقدر ملک الموت علی نظیر ذلک یعنی اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس بات کی قدرت دیدی ہے جس طرح ملک الموت کو سب جگہ موجود ہونے پر قادر کر دیا انتہی کلامہ، اب عالم اجسام محسوسہ میں اس کی مثال سنیے، کوئی آدمی مشرق سے مغرب تک آبادی دنیا کی گشت کرے جہاں جاوے گا چاند کو موجود پاوے گا اور سورج کو بھی پاوے گا پھر اگر وہ کہے کہ ایک چاند سب جگہ موجود ہے اور ایک سورج سب جگہ موجود تمہارے قاعدہ سے چاہیئے وہ کافر ہو جاوے کہ اس نے چاند کو ہر جگہ موجود کہا حالانکہ تحقیق یہ ہے کہ نہ وہ مشرک ہے نہ کافر خاصہ مسلمان ہے پس اسی

حضرت خضر کو ملا اس سے زیادہ پر قادر نہ تھے اور حضرت موسیٰ کو باوجود افضلیت کے نہ ملا تو وہ حضرت خضر مفضول کی برابر اس علم مکاشفہ کو پیدا نہ کر سکے پس آفتاب و ماہتاب کو جو اس ہیئت و وسعت نور پر بنایا اور ملک الموت اور شیطان کو جو یہ وسعت علم دی اس کا حال مشاہدہ اور نصوص قطعیہ[2] سے معلوم ہوا اب اس پر کسی افضل کو قیاس کر کے اس میں بھی مثل یا زائد اس مفضول سے ثابت کرنا کسی عاقل ذی علم کا کام نہیں اول تو عقائد کے مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہو جاویں بلکہ قطعی ہیں قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے ہیں کہ خبر واحد بھی یہاں مفید نہیں لہٰذا اس کا اثبات اس وقت قابل التفات ہو کہ مؤلف قطعیات سے اس کو ثابت کرے اور خلاف تمام امت کے ایک قیاس فاسد سے عقیدہ خلق کا اگر فاسد کیا جاتا ہے تو کب قابل التفات ہوگا دوسرے قرآن و حدیث سے اس کے خلاف ثابت ہے پس اس کا خلاف کس طرح قبول ہو سکتا ہے بلکہ یہ سب قول مؤلف کا مردود ہوگا خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں واللہ لا ادری ما یفعل بی ولا بکم الحدیث اور شیخ عبد الحق روایت کرتے ہیں کہ مجھکو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں اور مجلس نکاح کا مسئلہ بھی بحر الرائق وغیرہ کتب سے لکھا گیا تیسرے اگر افضلیت ہی موجب اس کی ہے تو تمام مسلمان اگرچہ فاسق ہوں اور خود مؤلف بھی شیطان سے افضل ہیں تو مؤلف سب عوام میں بسبب افضلیت کے شیطان سے زیادہ نہیں تو اس کی برابر علم غیب بزعم خود ثابت کر دیوے اور مؤلف خود اپنے زعم سے بہت بڑا اکمل الایمان[3] ہے تو شیطان سے ضرور افضل ہو کر اعلم من الشیطان[4] ہوگا معاذ اللہ، مؤلف کے لیے جہل پر تعجب بھی ہوتا ہے اور رنج بھی ہوتا ہے کہ ایسی نالائق بات منہ سے نکالنا کسقدر دور از علم و عقل ہے، الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھکر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے اور خاصہ کی تعریف تہذیب

[1] جس پر کسی کو فضیلت حاصل ہو [2] صریح دلائل سے [3] ایمان کے اعتبار سے بہت کامل [4] شیطان سے بڑا عالم

(علمائے دیوبند کی حکایات ص ۱۴۳)

طرح سمجھو کہ جب سورج سب جگہ موجود ہو کر وہ چوتھے آسمان پر ہے روح نبی صلے اللہ علیہ وسلم جو ساتویں آسمان پر علیین میں تشریف رکھتی ہے ۔ اگر وہاں سے آپ کی نظر مبارک کل زمین پر یا زمین کے چند موضع و مقامات پر پڑ جائے اور ترشح انوار فیضان احمدی سے کل مجالس مطہرہ کو ہر طرف مثل شعاع شمس محیط ہو جاوے کیا محال ہے اور کیا بعید ہے علامہ زرقانی نے ابو الطیب کا شعر شرح مواہب لدنیہ کی فصل زیارت قبر شریف میں نقل کیا ہے کالشمس فی وسط السماء ونورها ۔ یغشی البلاد مشارقا ومغاربا ۔ کالبدر من حیث التفت رأیته ۔ یهدی الی عینیک نورا ثاقبا ۔ یعنی جس طرح سورج آسمان کے بیچ میں ہے اور روشنی اس کی پھیلی ہوئی ہے مشرق سے مغرب تک اور جس طرح چاند جہاں سے تو اس کو دیکھے اسی جگہ سے نور تیری آنکھوں میں بخشے گا ، انتہی کلامہ ۔ پس فرق یہ ہے کہ سورج اور چاند کے دیکھنے کی آنکھ اللہ تعالیٰ نے ۔ ۔ کھول رکھی ہے اس کے ذریعہ سے بینا آدمی دیکھکر چاند کہدیتا ہے چاند ہر جگہ موجود ہے اندھا مادر زاد یوں کہے گا کہ چاند کہیں نہیں ، پس اسی طرح روح نبوی کا دیکھنا موقوف ہے اللہ تعالیٰ کی عنایت پر اگر وہ آنکھ باطن کی کھول دے اور پردہ اٹھاوے ہر جگہ انسان جلوۂ احمدی دیکھ سکتا ہے ، امام شعرانی نے میزان میں لکھا ہے قد بلغنا عن ابی الحسن الشاذلی وتلمیذہ ابی العباس المرسی وغیرهما انهم كانوا يقولون لو حجبت عنا رؤية رسول الله صلى الله عليه وسلم طرفة عين ما عددنا انفسنا من جملة المسلمين ۔ دیکھئے ابو الحسن شاذلی وغیرہ اولیاء فرماتے ہیں ، کہ اگر ایک پل جھپکنے کی برابر بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم سے چھپ جاویں تو ہم اپنے تئیں مسلمان نہ جانیں ، انتہی ، اب دیکھئے یہ اولیاء اللہ مفتی صاحبان صافی عقیدت کے نزدیک کس فرقے اور کس حکم میں داخل ہوں گے اور ہونا روح انبیاء علیہم السلام کا علیین میں ساتویں آسمان پر جو ہم نے بیان کیا ہے تفسیر عزیزی کے بیان علیین میں دیکھو ، لیکن باوجود ہونے علیین میں آپ کی روح کو قبر شریف سے بھی اتصال قوی ہے ہر زائر کو جانتے ہیں کون زیارت کو آیا سب کے سلام کا جواب دیتے ہیں قبر میں جسم مبارک زندہ ہے زرقانی نے لکھا ہے ان نبینا فی الرفیق الاعلیٰ وبدنه فی قبره یرد السلام علی من یسلم علیہ اس مقام کی تحقیق زیادہ اس سے مقام اثبات مولود شریف میں بیان کریں گے ، اب فکر کرنا چاہیے جب چاند سورج ہر جگہ موجود اور ہر جگہ زمین پر شیطان موجود ہے اور ملک الموت ہر جگہ موجود ہے تو یہ صفت خاص خدا کی کہاں ہوئی اور تماشہ یہ کہ اصحاب محفل میلاد

منطق پڑھ کر مؤلف نے یاد کر کے بے تہذیبی عقیدہ کی اختیار کی مگر فہم سے ماشاء اللہ ہنوز بہت دور ہیں خاصہ حق تعالیٰ کے علم کا یہ ہے کہ اس کا علم ذاتی حقیقی ہے کہ جس کا لازم احاطہ کل شئی ہر شے کا ہے اور تمام مخلوق کا علم مجازی ظلی کہ قدر عطا کی حق تعالیٰ کی طرف سے مستفاد ہیں پس اعلیٰ علیین میں روح مبارک علیہ السلام کی تشریف رکھنا اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کی برابر ہو چہ جائیکہ زیادہ ، چنانچہ وجہ اسکی اوپر ذکر ہوئی اور قیاس سے اس کا اثبات کرنا جہل ہے کہ شائبہ علم کا بھی اس کا مجوز نہیں اور غرض یہ تحقیق واہی مؤلف کی محض جہل ہے وہ آپ شاید شرک میں مبتلا نہ ہو مگر ایک عالم کا رہ مار دیا بعد اس کے جو حکایات اولیاء اللہ کی مؤلف نے نکھی ہیں تو اول تو یہ حکایات حجت شرعیہ مثبت حکم کی نہیں خصوصاً باب عقائد میں پس ان حکایات کو قبول کر کے نصوص کا رد کرنا کسی جاہل سے بھی متوقع نہیں چہ جائیکہ عالم سے اور بعد تسلیم کے جواب یہ ہو گا کہ ان اولیاء کو حق تعالیٰ نے کشف کر دیا کہ ان کو یہ حضور علم حاصل ہو گیا اگر اپنے فخر عالم علیہ السلام کو بھی لاکھ گونہ اس سے زیادہ عطا فرماوے ممکن ہے مگر ثبوت فعلی اس کا کہ عطا کیا ہو کس نص سے ہے کہ اس پر عقیدہ کیا جاوے اور مجلس مولود میں خطاب حاضر کیا جاوے اس امر کا محض امکان سے تو کام نہیں چلتا بالفعل ہونا چاہیے اور ثبوت

ہر شے کو گھیر لینا ۱ ۔ فائدہ حاصل کیا ۲ ۔ ثابت کرنا ۳ ۔ کم زور ۱۱

زمین کی تمام جگہ پاک ناپاک مجالس مذہبی وغیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نہیں دعوی کرتے ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک ناپاک کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے کہ تمہارے استدلال کے موافق تو چاہیئے یہ سب محدث اور فقہا باعث اعتقاد حضور ہر جائے ملک الموت اور ابلیس کے بانیان محفل مولد شریف کی بہ نسبت زیادہ تر مشرک ٹھیریں معاذ اللہ ع بریں عقل و دانش بباید گریست اہل حق پر واضح ہو کہ ہمارا یہ دعویٰ نہیں، کہ ہر محفل میں روح مبارک آتی ہے ہاں یہ دعویٰ ہے کہ اگر کسی کا یہ اعتقاد نہ ہو وہ مشرک نہیں لمعہ خامسہ نقل کلام مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی۔ قولہ۔ ایسی مجلس ناجائز ہے اور اس میں شریک ہونا گناہ ہے اور خطاب جناب فخر عالم علیہ السلام کو کرنا اگر حاضر ناظر جان کر کرے کفر ہے ایسی محفل میں جانا اور شریک ہونا ناجائز ہے اور فاتحہ بھی خلاف سنت ہو اور رسوم بھی کہ یہ سب ہنود کی رسوم ہے البتہ ثواب پہنچانا اموات کو بلا قید روا ہے اس کا مضائقہ نہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

اقول۔ اس عبارت کی رکاکت معانی وسخافت معانی دل میں شبہ ڈالتی ہے کہ یہ کلام مولوی رشید احمد صاحب کا نہ ہوگا، اول یہ کہ جواب مطابق سوال چاہیئے، سائل پوچھتا ہے کہ یہ امور بحدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جائز ہے کہ نہیں آپ نے جواب میں ایک حدیث بھی نہیں لکھی نقیلا ثباتاً دوسری یہ بات کہ وہ پوچھتا ہے اگر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اشعار میں مخاطب حاضر ہوں جائز ہے یا نہیں یوں نہیں

ہو جانا نص سے واجب ہو مگر سوء فہم مولف کا قابل تماشہ ہے کچھ نہیں سمجھنا اور یہ بحث اس صورت میں ہے کہ علم ذاتی آپ کو کوئی ثابت کرکے یہ عقیدہ کرے جیسا جہلا کا یہ عقیدہ ہے اگر یہ جانے حق تعالیٰ اطلاع دیکر حاضر کردیتا ہے تو شرک تو نہیں مگر بدون ثبوت شرعی کے اس پر عقیدہ درست بھی نہیں اور بدون حجت ایسی بات کو عقیدہ کرنا موجب معصیت کا ہے اب ظاہر ہوگیا کہ کوئی محدث و فقیہ وصوفی و متقی مشرک نہیں مگر جس کا عقیدہ مؤلف کی تحریر کے موافق ہوگا البتہ وہ مشرک ہے اور ان عبارات اور روایات سو حجت اپنے دعوی بے سروپا کی لانا محض کو تاہ فہمی مؤلف کی ہے ورنہ ہمیں کوئی دلیل دعوی مؤلف پر نہیں کما لا یخفی قولہ اہل حق پر واضح ہو الخ اقول۔ اگر دعوی مولف سلامتی غلط ان دلائل سو کچھ ثبوت مدعی مؤلف کا نہیں ہوا اگر مولف اپنے زعم فاسد میں اس دعوی کو ثابت جانتا ہو پھر اس پر عقیدہ نہ کرنا سخت نادانی بلکہ بیدینی ہو کہ جس امر کو حق جانے اور دلائل سے ثابت پہچانے اور خلق کو اس پر دعوت اور فرار دیوے پھر آپ کیوں اس کا دعوی نہ کرے اور عقیدہ نہ ٹھیرادے شاید مؤلف کو بھی ہنوز اس امر میں تردد ہے اور محض نفسانیت سو اپنا لاعلم و لا فہم ہونا ظاہر کردینا مدنظر تھا گو خلق گمراہ ہو تو کیا حرج ہے معاذ اللہ"

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے جواب کے رد کا رد | قولہ لمعہ خامسہ نقل کلام مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی قول اس عبارت کی رکاکت

الخ اقول خود مؤلف لمعہ ثانیہ شرح سوال میں لکھ چکا ہے کہ سائل نے حصر کردیا دین کو حدیث میں یوں پوچھنا چاہیئے کہ شرع میں جائز ہے یا نہیں الخ تو ہر گاہ کہ فقط حدیث سے جواب طلب کرنا مؤلف کے نزدیک معیوب ہے تو اب یہاں حدیث سو طالب جواب کو حدیث سے جواب نہ دینے میں طعن کیوں کیا جاتا ہے؟ مؤلف صاحب کسقدر خواب خرگوش میں ہیں کہ سائل پر تو یہ طعن تھا کہ تو نے یہ بیجا کلام کہدیا کہ یہ لکھا کہ جواب حدیث سے لکھو حجت شرعیہ حدیث میں حصر نہیں اور مجیب نے جو اس کی اس قید کو لغو جان کر جواب حجت شرعیہ سے دیا اور حدیث کی قید کا التفات نہ کیا، تو مجیب پر طعن ہے، مؤلف کو اپنا مقولہ بھی یاد نہیں رہتا تو کسی کا قول در روایت کیا یاد رہے گی معہذا سائل یہ کہتا ہے کہ حدیث سو جواب دو یہ نہیں کہتا

ا‎ے بے علم و بے فہم کی غفلت

پوچھتا، کہ مجلس میں رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر جان کر اشعار پڑھیں، اب دیکھیے اصل سوال کا جواب نہ ارد اور اپنی طرف سے ایک
شاخ لگا کر یہ جواب دیا کہ خطاب فخرِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو اگر حاضر ناظر جان کر کرے دیکھیے سوال دیگر اور جواب دیگر مفتی صاحب کی تحریر سے
یہ بات تو اشارۃً معلوم ہوئی، کہ اگر کوئی آدمی حاضر و ناظر نہ جانتا ہو فقط شوق و محبت میں مخاطبانہ اشعار پڑھتا ہو وہ کفر نہیں لیکن پھر یہ بات
کہ یہ خطاب حرام یا مکروہ یا مباح یا مستحب ہے کس حکم میں وہ مخاطبانہ اشعار داخل ہیں اور جائز ہے یا نہیں یہ اس کا اصل سوال تھا اس کا جواب
مفتی صاحب کے پیٹ میں رہ گیا یہ فتویٰ نویسی کیا ہوئی حکم افتاء چاہیے کہ تشریح و توضیح سے ہووے نہ یہ کہ اصل مدعا سائل بھی مفتی کی لیخ
نوک زبان تک آوے نفس ہی بات ۔ کہ سائل نے فاتحہ اموات کو بھی مع تعینات پوچھا تھا اور محفلِ مولود و مدح خوانی کو بھی مع تعینات
مفتی صاحب نے فاتحہ کی تعینات کو خلاف سنت فرما کر اس کو تو لکھدیا البتہ ثواب پہنچانا اموات کو بلا قید ہوا ہے اور محفلِ مدح خوانی سے ایسا بخل
کہ اس کو کرنا گناہ اور اس میں شریک ہو جانا بھی گناہ بلکہ اپنی طرف سے ایک شاخ حاضر و ناظر کی لگا کر کفر تک نوبت پہنچائے اور یہ سب مذمت کر کے
اس قدر منہ سے نہ نکلا کہ مدح خوانی رسول اللہ علیہ وسلم بغیر ان قیود کے درست ہے جس طرح اموات کے واسطے لکھا تھا کہ بلا قید روا ہے
آدمی مسلمان ہو کر اگر اپنے شفیع محشر کی نعت اور مدح خوانی کو بلا قید بھی مباح نہ جانے پھر اس کے ایمان کا کیا ٹھکانہ اھ ۔ ملا مفتی ہو کر فتویٰ

کہ جواب میں حدیث کی عبارت بھی نقل کریں پس اس کی خواہش کے موافق جواب سوال کا حدیث سے ہی دیا گیا کہ مجیب کا مستخرج احادیث سے
ہی تو ہے جس سے سائل کی تسکین ہو گئی اگر مؤلف کو کچھ تامل و تردد ہے تو اس سالہ براہین قاطعہ سے اب دریافت ہو جائے گا کہ مجیب کا جواب کس
وجہ سے مستخرج احادیث صحاح سے ہے اب نو چہارم میں واضح ہو جاتا ہے نقط قولہ دوسری یہ بات کہ وہ پوچھتا ہے الخ اقول پہلے گذر چکا ہے
کہ خطاب گاہ بوجہ حاضر جاننے کے ہوتا ہے گاہ بغیر اس کے اور خطاب کا موضوع لہ حاضر ہی ہے گو مجازاً دوسرے معنی بھی ہوں بمنزلہ نزلے ملا
بھی جاتا ہے اور یہ بھی گذر چکا کہ سائل عوام جہال کے عقیدہ کو جانتا ہے کہ حضور کا بھی عقیدہ رکھتے ہیں اصل سوال اس کا یہ ہے اور دوسری شق مقصد
اصلی نہیں لہٰذا شق اول کی پہلی صراحت ضرور ہونی چاہیے تھی اور دوسری شق مجیب صاحب کے نزدیک مراد سائل کی نہ تھی، لہٰذا جواب میں
صراحت نہ کی مگر مؤلف صاحب نے مجیب کے ندا میں ان کے نزدیک بھی وہ احتمال ہیں خود مؤلف نے شرح سوال میں خطاب و ندا حاضر جان
کر کرنے کے جواب میں اپنا پیٹ بھرا اور جواب کو دل سے نوک زبان پر نہ لائے یہاں سے معلوم ہوا کہ مؤلف صاحب کی ایک شق حضور کا جواب
مضم کرنے کی یہ وجہ تھی کہ مقصود سائل کا دوسری شق سمجھ گئے تھے، پھر اب مولوی صاحب پر کیا وجہ اعتراض کی ہے مولوی صاحب نے تو لفظ اگر
لگا کر مفہوم سے دوسری شق کا شریک ہونا ملا بھی دیا آپ نے تو مطلقاً جائز لکھدیا اور شرک کا حصہ شکم میں رکھ لیا مگر ہاں درست ہے آپ تو حضور کو واقعی
اور جائز ہی جانتے ہیں قریب ہی ذکر ہو چکا لا حول ولا قوۃ الا باللہ کیا عجب اعتراض ہے کہ اپنے گھر کی خبر نہیں دوسروں پر اعتراض فقط قولہ
تیسرے یہ الخ اقول یہ اعتراض محض کم فہمی مؤلف سے پیدا ہوا سنو کہ سائل کا سوال مجلس مولود و ہیئت کذائیہ کا اور ایصال ثواب ہیئت کذائیہ
ہی کا تھا جیسا کہ مؤلف بھی معترف ہے سو جواب دونوں سوالوں کا تمام ہو گیا مگر چونکہ مجیب کو یہ اندیشہ ہوا کہ اگر کوئی کم فہم مطلب سمجھ کر ایصال
ثواب کو مطلقاً منع جان جاوے گا تو خیر کثیر مقصود شارع کا بند ہو جاوے گا لہٰذا اصل ایصال ثواب کے جواز کی تصریح کر دی اور مولود کی
مجلس بند ہونے میں کوئی حرج نہیں، جیسے چھ سو برس تک نہ تھی تو کوئی حرج و نقصان فی الدین نہ تھا اگر اب بھی بند ہو جاوے تو کیا
حرج ہے اور ایسی مزید بدعت منع کرنے سے نبی موقوف نہیں ہوتی لہٰذا اس کو اگر ذکر نہ کیا جائے تو مناسب ہے بخلاف صدقہ کے اموال کی

ل دلیل ۔۔ ۲ جاہل کی جمع ۳ موجودہ حال ۱۲

کی عبارتیں لکھیں اور اتنے حرف لکھنے میں کہ مدح خوانی فی نفسہ مباح ہے، کوتاہ قلمی کریں یہ کیا دیانت اور انصاف ہی چھوڑ بیٹھے، یہ کہ سائل
نے پوچھا تھا کہ محفل میلاد اور فاتحہ اموات اور سوم میں قرآن اور کلمہ طیبہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں اس کا جواب یہ لکھا کہ سب ہنود کی رسوم ہیں بھلا
کون بے وقوف کہدے گا کہ محفل مولد شریف اور قرآن اور فاتحہ اور کلمہ پڑھنا ہندوؤں کی رسم ہے ہاں بعضے کم فہم اس طرح تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ رسوم
رسوم میں مشابہت ہنود کی لازم آتی ہے حالاں کہ وہ بھی باطل ہے چنانچہ ہم لمعات اور انوار آئندہ میں تحقیق کریں گے پانچویں یہ بات کہ انہوں
نے جو یہ جملہ لکھا ہے کہ یہ سب ہنود کی رسوم ہے اس کی ترکیب از روئے قاعدہ یہ ہوئی کہ لفظ یہ سب مبتدا اور ہنود کی رسوم خبر اور ہے حرف ربط،
اب دیکھیے مبتدا میں معنی جمع کے موجود یعنی یہ سب اور لفظ رسوم خود جمع رسم کی پس مبتدا بھی جمع اور خبر بھی جمع حرف ربط یعنی لفظ ہے واحد
کیوں ہے، قاعدہ کی رو سے یہ چاہئے تھا، کہ یہ سب ہنود کی رسوم ہیں چھٹے بات یہ کہ جب ان کے مرشد برحق جناب حاجی امداد اللہ صاحب
نے مسائل خلافی میں مہر لگانے سے منع کر دیا، جیسا کہ نور دوم کے لمعہ اولیٰ میں گذرا پھر کس طرح خیال میں آوے کہ وہ شیخ کی حکم عدولی کریں، اور
اگر کوئی یہ لکھنے لگے کہ یہ مسائل خلافی نہیں بلکہ یہ تو بالاتفاق ممنوع ہیں، تو ہم اس آدمی کو نہایت درجہ کا بے حیا زبان زور جانیں گے اس
لئے کہ فاتحہ اموات اور محفل میلاد شریف مع قیود شیرینی و قیام و مدح و سلام وغیرہ جس طرح کہ اب رائج ہیں، اسی ہیئت کے جواز میں

محبت خود مانع ہوتی ہے یہاں تصریح کرنا مناسب تھا اگر کوئی حدیث و فقہ کو جانتا ہے وہ معلوم کرے گا کہ شارع علیہ السلام اور فقہا اور
کی اتباع جس امر میں شائبہ لذت دیکھتے ہیں ان کو سرے سے بند کرتے ہیں ورنہ قید کے ساتھ منع کرتے ہیں، اگر مؤلف صاحب کو کچھ مضمون
تفقہ سے ہوتا تو شاید اس نکتہ کو سمجھتے، مگر جس کے دل میں فہم کی رغبت و حصہ ہی نہ ہو محض نقل الفاظ سے ہی کام ہو وہ معذور ہے قولہ چوتھے
یہ الخ اقول یہ مؤلف کے کمال فہم کی دلیل ہے کیوں کہ جواب محفل مولود کا تمام ہو چکا پھر دوسرے سوال کا جواب شروع کیا بقولہ اور فاتحہ
بھی خلاف سنت ہے اور سوم بھی، سو اس فاتحہ اور سوم کی نسبت لکھا ہے، کہ رسم ہنود ہے کیوں کہ تیسرے دن کا اجتماع اور کھانا برہمن کے
سامنے رکھکر اشلوک گوائے ان کا ہی دستور ہے، پس کون بیوقوف کہدے گا کہ یہ جواب محفل میلاد کا ہے اور کون احمق سمجھے گا کہ مولوی
صاحب نے قرآن و کلمہ کو رسم ہنود کہا ہے بلکہ اس اجتماع روز سوم اور کھانا آگے رکھ کر ہاتھ اٹھانے کی ہیئت کو لکھا ہے باقی مشابہت
کا جواب ہم بھی آپ کی تحریر کے وقت لکھیں گے، اور آپ کی کم فہمی ظاہر کر دیں گے فقط قولہ پانچویں الخ اقول یہ مؤلف صاحب کا کمال
علم رکاکت لفظی کا اظہار ہے قطع نظر اس کے کہ یہ ترکیب درست ہے، ایسے فضول مواخذہ کا جواب بھی فضول ہے یہ محض غصہ و
کینہ ہے کیونکہ اس طبع میں چند غلطی کاتب کی موجود ہیں اس سے زیادہ کہ ناظر پر کچھ مخفی نہیں پھر اس کو تحریر فرمانا کمال ہی کینہ کی
وجہ ہے، جواب اس کا پہلے بھی حسن علی کے اعتراض میں گذر چکا پھر بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ اب مؤلف صاحب تمام مصنفین ہدایہ شرح
وقایہ کنز اور مشکوۃ بخاری وغیرہ کتب حدیث اور خود قرآن شریف پر بھی اعتراض غلطی عبارت اور رکاکت لفظی کا فرمادیں تو مناسب ہے
اسمیں غلغلہ بلاغت مؤلف صاحب کا ثبت ہو جاوے گا فقط قولہ چھٹے الخ اقول یہ محض افترا ہے ان کے حضرت، مرشد سلمہ
نے ہرگز ان کو اس امر سے منع نہیں کیا، اس کا جواب شکایت مولوی محمد یعقوب صاحب مرحوم میں گذرا مگر ہاں مؤلف بھی
مریدان کے مرشد کا ہے، اور اس کو ان کی مخالفت سے ان کے مرشد نے منع فرمایا تھا، چوں کہ وہ سراسر خلاف امر اپنے مرشد
کے کرتا ہے دوسروں کو بھی اپنے اوپر قیاس کرتا ہے، ایک تو یہ کہ کمال کذب دوسرے مؤلف اپنے مرشد کو اس سارے میں

۱ شبہ ۲ فقہ دانی ۳ رسم کی جمع ۴ ہندو کی جمع ۵ حالت ۶ کمزوری

دہلی اور بدایوں اور الہ آباد اور کلکتہ اور حرمین شریفین وغیرہ عالموں کے فتاویٰ موجود ہیں بالاتفاق ممنوع ہونے کے کیا ہے[۱]

ساتویں بات یہ کہ مولوی رشید احمد صاحب کے استاد شاہ عبدالغنی صاحب دہلوی ربیع الاول میں مولد شریف کرنے کی بابت رسالہ شفاء السائل میں لکھتے ہیں، "وحق آن ست کہ نفس ذکر ولادت صلے اللہ علیہ وسلم و سرور فاتحہ نمودن یعنی ایصال ثواب بروح پر فتوح سید الثقلین از کمال سعادت انسان است چنانچہ شیخ ابن حجر مکی و شیخ عبدالحق دہلوی وغیرہما تصریح نمودہ اند اگر چیزہا دیگر منضم شوند کہ خلاف شرع ہستند پس البتہ ممنوع خواہد بود مثل مرثیہ و سرود خوانی الی آخرہ، اب دیکھنا چاہیئے کہ ان کے استاد مرثیہ اور سرود خوانی کو تو منع فرماتے ہیں، لیکن شیخ عبدالحق اور ابن حجر کے تابع اور موافق ہو کر محفل مولد شریف اور تقسیم شیرینی وغیرہ بقصد ایصال ثواب روح مبارک اور اظہار سرور کرنا موجب سعادت انسان لکھتے ہیں اب خیال فرمایئے کہ یہ کیا سعادت مندی ہوئی کہ استاد تو اس کو موجب سعادت اعتقاد فرما دیں اور شاگرد رشید اس کو گناہ قرار دیں اور خواہی نخواہی اس کی شاخیں نکالکر کشاں کشاں کفر تک بھی نوبت پہنچا دیں۔" آٹھویں بات یہ کہ جب سائل نے استفتاء میں یہ سوال درج کیا کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم

لکھتا ہے کہ ہم بھی ان سے ملے ہیں، چنانچہ شکایت اول مولوی محمد یعقوب صاحب مرحوم میں لکھا ہے اور یہ لفظ ناسعادتمندی کا ہے کتب فقہ میں ہے کہ جس نے اپنے باپ کو قریب کہا وہ عاق[۱] ہے، پس استاد پیر کی نسبت ایسی کلام کس درجہ میں شمار ہوگی ہر عاقل جانتا ہے، اور مؤلف نے جو کچھ اپنے استادوں کی شان میں اس رسالہ میں لکھا ہے وہ سب لوگ ملاحظہ فرماویں قولہ ساتویں الخ اقول استاد کی تقلید[۲] کا حکم مولوی رشید احمد صاحب مدظلہ کو تو اس زور و شور سے دیا جاتا ہے گویا فرض ہے اور مؤلف خود اپنے استادوں کا اعتقاد مخالف کا اتباع کجا سب وشتم ان کے عقیدہ پر کرتا ہے مگر خیر مؤلف کا تو مثل روافض کے قدیم دیرینہ ہے کہ کرنا کچھ اور کہنا کچھ مؤلف کو مبارک رہے مگر فرض کیا کہ شاہ عبدالغنی صاحب کی رائے مؤلف کے موافق تھی اور مجیب نے مخالفت اس مسئلہ میں اپنے استاد کی کی، مگر مخالفت علماء کی اپنے استاد سے کسی جزئی مسئلہ میں کوئی امر جدید نہیں جو مؤلف کو محل نقصان ہو امام ابو یوسف اور امام محمد امام ابو حنیفہ کی بہت جزئیات میں خلاف پر ہیں، اور آجتک یہ امر جاری ہے پھر یہاں اس قدر غیظ مؤلف کا محض سینہ کا کینہ ظاہر کرتا ہے ورنہ ان مقتدایان پر بھی اعتراض کرنا لازم ہوا تھا اور جو وہاں تاویل کرتے ہو یہاں بھی کرنا تھا بعد اس کے سنو کہ اس وقت کی مجالس مولود میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہوتا تھا، اور نفس ذکر ولادت کو مجیب اور کوئی عالم منع نہیں کرتا، اس وقت کی محافل میں اگر کوئی امر مباح اتفاقی تھا اس پر تاکد کا گمان نہ تھا، اب جو قلوب عوام میں تاکد و وجوب راسخ ہوا تو مکروہ ہو گیا گاہ کوئی امر ہوتا ہے اور علماء کو اس وقت اباحت موجودہ کا خیال ہوتا ہے اور عمل[۳] کا ری مفسدہ پر دہیان نہیں ہوتا تو اس وقت جواز کا فتویٰ دیتے ہیں اور پھر آخر میں اس میں کراہت پیدا ہو جاتی ہے تو اس وقت منع ہو جاتا ہے پس تعامل ان لوگوں کا موجب جواز نہیں ہوتا البتہ قرون ثلثہ کا تعامل ہو جاتا ہو معہذا خود امر منصوص مباح بھی بعض اوقات بسبب اس تاکد کے مکروہ ہو جاتا ہے جیسے صلوٰۃ ضحیٰ[۴] کہ تداعی و اہتمام سے مساجد میں ادا کرنے سے صلوٰۃ ضحیٰ مستحب کو حضرت ابن عمرؓ نے بدعت فرمایا تو بس شیخ عبدالحق اور ابن حجر کی تحریر سے اس حالت موجودہ میں یہ محفل مروجہ ہرگز جائز نہیں ہو سکتی گو اس وقت بھی مباح تھی اور شاہ صاحب کا بھی یہی منشاء اور مراد ہے اگر مؤلف کو فہم ہوتا تو سمجھتا پس مخالفت شاہ صاحب کی ہرگز نہیں ہوئی، اگرچہ مؤلف فہم سے عاری مخالفت جانتا ہے قولہ آٹھویں الخ اقول پہلے بھی گذرا اب پھر لکھتا ہوں کہ یہ عقیدہ علم غیب تو خواہ کوئی ایسے اشعار پڑھے شرک ہے

[۱] نافرمان حقوق ولایت سے محروم [۲] پیروی [۳] مضبوط [۴] انجام کار [۵] عمل کرنا [۶] چاشت کی نماز

والوں کو دخان حقہ سے ہرگز تکلیف نہیں پہنچتی جو اس سے گھبرا کر بول اٹھیں ھذا عذاب الیم یعنی یہ ہم کو عذاب درد دینے والا ہے ان کو تو تخفیف ریاح اور قبض کشائی کا فائدہ دیتا ہے جو درد شکم کو زائل کرے اس کو کس طرح کہنے لگیں کہ یہ درد پیدا کرتا ہے دوسرے یہ کہ حقہ پینے والا مسلمان ہندو مجوس یہود و نصاریٰ ہر قوم کے آدمی موجود ہیں کوئی بھی یہ دعا نہیں مانگتا ربنا اکشف عنا العذاب انا مومنون یعنی اے رب کھولدے ہم سے یہ عذاب دخان اب ہم ایمان لاتے ہیں پھر کیا سمجھکر یہ آیت حقہ کی شان میں بیان کی پھر ۶ میں دوسری آیت کے معنے بدل دیئے جہاں یہ لکھا ہے کہ حقہ نوشی سے دل سیاہ ہوجاتا ہے کیونکہ جب دھواں تابہ اور کڑاہی پر لگجاتا ہے تو وہ سیاہ ہوجاتی ہے جب یہ دھواں حلق اور جگر اور دل اور انتڑیوں پر پہنچا تو وہ کیسے سیاہ نہ جائینگی گی ولنعم ماقیل ہے کہ حقہ نوش را قلب سیاہ است ؎ اگر باورنداری نے گواہ است ؎ اسی کا اشارہ فرمایا حکیم علی الاطلاق نے کلا بل ران علی قلوبہم ما کانوا یکسبون الیسا نہیں جو یہ کہتے ہیں بلکہ زنگ لگا دیا یعنی سیاہی جمادی ان کے دلوں پر اس چیز نے کہ دور کرنے مثل حقہ نوشی اور دھواں کشی کے الی آخرہ میں کہتا ہوں کیا عمدہ شعر آپ سند میں لائے ہے کہ حقہ نوش را قلب سیاہ است کوئی پوچھے یہ کاف کیسا اور حقہ نوش کیا لفظ ہے محاورۂ ایران و توران میں تو قلیان کشیدن ہے حقہ نوشیدن ایک لفظ ہندیوں کا گھڑا ہوا ہے فارسی بولنے کو دل چاہے ان کی بولی سے خبر بھی نہیں قطع اس سے لفظ حقہ نوش کے آگے جو لفظ را آیا ہے یہ علامت اضافت ہے کیوں کہ قلب مضاف موخر اور حقہ نوش مضاف الیہ مقدم ہے اور لفظ سیاہ خبر اور است حرف ربط یعنی حقہ نوش کا دل سیاہ ہے خیال کرنا چاہیئے جب را علامت اضافت آچکی تو پھر لفظ قلب پر کسرہ بقاعدہ کیوں ہے اور اگر کسرہ نہ پڑھوگے قاعدہ کے پابند ہوکر تو وزن شعر صحیح نہ ہوگا سبحان اللہ کیا کیا خوبیاں بھری ہوئی ہیں پھر قیاس کیا عمدہ ہے اگر باورنداری نے گواہ است نیچہ کی سیاہی سے دل کی سیاہی ثابت کرنا کمال قوت نظری کی دلیل ہے اسی طرح آپنے بھی دل کو توے اور کڑاہی سے نظیر دی ہے اے حضرت دل ایک ٹکڑا گوشت کا ہے تر و تازہ اس کو توے کڑاہی اور نیچہ سے کیا نسبت ہاں مناسب یہ ہے کہ حقہ نوشوں کے لب اور زبان تالو اور کوا اور گلا دیکھا جاوے کیوں کہ اعضاء گوشت کے ٹکڑے ہیں تر و تازہ مثل قلب کے اور اول دھواں لب و زبان و دندان کو لگتا ہے پیچھے دل کو جب یہ اعضاء حقہ نوشوں کے سیاہ نہ ہوئے بلکہ ان طرح شاداب اور پر رونق ہیں جس طرح اور سب آدمیوں کو تو معلوم ہوا کہ دل بھی ان کا ویسا ہوگا جیسا سب کا دل ہے یہ تو آپ کی دلیل عقلی کا حال ہے اب دلیل نقلی کا حال سنیئے حقہ کی مذمت میں آیت لائے کلا بل ران علی قلوبہم ما کانوا یکسبون جو کوئی کچھ بھی عربی پڑھا ہوگا وہ جانتا ہوگا کہ قلوبہم میں ہم کی ضمیر راجع ماسبق کی طرف ہے اور اوپر ان لوگوں کا ہے الذین یکذبون بیوم الدین یعنی جو لوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں اور قرآن کی آیتوں کو کہہ دیتے ہیں اساطیر الاولین یہ تو اگلے لوگوں کی کہانیاں اور قصے بنائے ہوئے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو فرماتا ہے کلا یعنی یوں نہیں جو یہ سمجھتے ہیں بل ران علی قلوبہم ما کانوا یکسبون بلکہ زنگ پکڑ لیا ان کے دلوں پر وہ جو کماتے ہیں یعنی اعمال و عقائد اب یہاں آپ نے دو خطائیں عظیم کی ہیں ایک تو یہ کہ کفار میں حقہ نوشوں کو داخل کیا، اور داخل بھی کیسا کہ حصر کردیا، آپ نے یہ لفظ لکھے ہیں کہ اسی کا اشارہ

بذات خود مشہور ہیں اور نوافل ہیں جو بتداعی جماعت ہوا سمیں شرکت کو فقہائے مکروہ لکھا ہے یہ سب واضح ہے مگر مؤلف پر سوء فہم ختم ہولیا تو بہ توبہ علے ہذا مولوی رشید احمد صاحب نے جو رسم ہنود کہا ہے تو تعیین اجتماع برادری روز سیوم کو اور طعام سامنے رکھکر ہاتھ اٹھانے کو کہ یہ رسم ہنود ہے نہ قرآن اور کلمہ پڑھنے کو چنانچہ اس کی کلام مابعد میں موجود ہے کہ لکھتے ہیں البتہ ثواب پہنچانا بلا قید روا ہے مگر مؤلف اپنے فہم سے ناچار ہے، لہذا اگر ایسے کلام خبط سے مرفوع القلم کیا جاوے تو بجا ہے باقی کلام تشبہ کی نور سوم میں آتی ہے بعد اس کے جو کلام سماع اور حقہ

سہ جائز سے مجبور سے غیر مکلف

مومنین سے کب چھوٹ سکتی ہے دیکھو کافروں نے چاہا تھا کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ساحر و مجنون کہہ کر آپکا دین اور آپکا نام دنیا میں نہ چلنے دیں اللہ تعالیٰ نے حکم بھیجا یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون یعنی چاہتے ہیں کافر کہ بجھادیں اللہ کے نور کو منہ سے کچھ بک بک کر حالانکہ یہ ہے کہ اللہ تو پورا کرنیوالا ہے اپنے نور کو بڑے برا مانا کریں کافر پس اسی بنا پر ہمارے دل میں تصدیق ہو کہ بیشک اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر اور نام اور دین کو سدا جاری رکھے گا، واضح ہو کہ یہاں تک جو کچھ مفتیان فتوی انکاری کے غلل و زلل تھے بیان کئے گئے اب بیان کیا جاتا ہے کہ سلف صالحین نے ان امور صالحہ کو کیوں جاری کیا تھا اور رسوم میں چھ لمعہ ہیں **لمعہ اولیٰ**

دربیان جواز فاتحہ بر طعام و شیرینی ،، جو عبادت زبان یا جوارح وارکان انسان سے صادر ہو اس کو عبادت بدنی کہتے ہیں جیسے قرآن یا تسبیح و تہلیل وغیرہ پڑھنا ، اور جس عبادت میں مالیت صرف ہو اس کو عبادت مالی کہتے ہیں جیسے روٹی گوشت روپیہ پیسہ کپڑا وغیرہ راہ خدا میں خرچ کرنا اہل السنت والجماعت کا مذہب ہے کہ دونوں طرح کی عبادت کا ثواب اگر کسیکو بخشنا چاہیں تو پہنچتا ہے کتاب ہدایہ میں ہے ،، ان الانسان لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلوٰۃ اوصوما او صدقۃ وغیرھا عند اھل السنۃ والجماعۃ یہ ہدایہ علم فقہ میں نہایت درجہ معتبر اور مشہور کتاب ہے اور شرح عقائد نسفی میں ہے و فی دعاء الاحیاء للاموات وصدقتھم عنھم نفع لھم خلافا للمعتزلہ یہ کتاب عقائد کی کتابوں میں مشہور بڑی معتبر کتاب ہے اور یہ مسئلہ بہت حدیثوں سے ثابت ہے تذکرۃ الموتی میں قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ ان حدیثوں کو نقل کرکے فرماتے ہیں ،، لہٰذا جمہور فقہا حکم کردہ اند کہ ثواب ہر عبادت بمیت می رسد ،، اور لکھا ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں واسطے عبادت بدنی کے ، ذھب ابوحنیفۃ واحمد وجمھور السلف الی وصولھا الی آخرہ پس اس بنا پر یہ عادت اکثر اہل اسلام کی ہے کہ جب کسی میت کے نام سے کچھ کھانا یا شیرینی دینا چاہتے ہیں تو الحمد اور درود شریف پڑھ کر دعا اس میت کیلئے کرتے ہیں اور خدا سے درخواست کرتے ہیں کہ جو کچھ ہمنے پڑھا اور یہ جو کچھ خیرات دیجاتی ہے اس کا ثواب فلاں میت کو پہنچے ، عوام میں اس کا نام فاتحہ ہے یوں کہا کرتے ہیں کہ آج فلاں میت یا فلاں بزرگ کی فاتحہ ہے اصل میں فاتحہ نام ہے الحمد شریف کا چونکہ الحمد اس وقت پڑھی جاتی ہے اس لئے کل عمل کا نام فاتحہ قرار پایا یا تسمیۃ الکل باسم جزئہ ، اور منکرین نے اس کا نام فاتحہ مرسومہ رکھا ہے اب اس فاتحہ میں دیکھنا چاہیئے کہ جو کچھ درود دعا الحمد پڑھی گئی یہ عبادت بدنی ہے وہ ثابت الاصل اور جو کچھ کھانا یا شیرینی اس وقت دی گئی یا دیجاوے گی وہ عبادت مالی ہے وہ بھی فقہ حدیث عقائد سے ثابت ہے ان دونوں عبادتوں کا ثواب میت کو پہنچایا جاتا ہے پھر منکرین کا یہ انکار کہ اس کی کچھ اصل نہیں ہے کے کیا معنیٰ اگر یہ کہو کہ عبادت بدنی جدا کرو اور عبادت مالی جدا لیکن

دونوں قسم کی عبادت کا ثواب حنفیہ اور حنبلیہ کے نزدیک پہنچتا ہے ، مگر شافعی و مالک بدنی کے وصول ثواب کے منکر ہیں پس اسکی منکر کو عموماً معتزلہ کہنا سعادتمندی ہے اس ہی واسطے شرح ہدایہ اس تعمیم ظاہری ہدایہ میں تاویل کرتے ہیں **قولہ** پس اس بنا پر الخ عرف میں بطور مجاز متعارف فاتحہ مطلق ایصال ثواب کا نام ہوگیا ہے اگرچہ فاتحہ نہ پڑھی جاوے اور خالص مال کا ہی ثواب ہو **قولہ** پھر منکرین کا یہ انکار کہ اس کی کچھ اصل نہیں الخ او فی الواقع مؤلف معنے سے بیخبر ہے اس کو بتلانا چاہیئے کہ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ طعام کو روبرو رکھا جاوے اور اس کو رکھ کر قرآن پڑھا جاوے اور ملا اپنی زبان سے ثواب پہنچاوے اور بدون اس کے ایصال ثواب طعام کا نہ ہو یہ ہیئت کہیں قرون ثلثہ میں ثابت نہیں بدعت ہے یہ معنی ہیں پھر مؤلف نے اس کے خود اپنے ذہن میں معنیٰ تجویز کئے کہ مرکب کرنا مالی بدنی کا مراد ہے سو یہ غلط ہے بلکہ یہ ہیئت حاصلہ مراد ہے نہ نفس ترکیب

لے مدلل ہے عطا کر معنے غیر موضوع لہ میں استعمال کرنا

ہاں اگر کوئی کم فہم عوام میں ایسا ہو کہ ثواب عبادت مالی کو لوبا بھجے گا
صلوات نہ سنا کہیں ع مرا بخیر تو امید نیست بد مرسان تنبیہ۔ ہاں اگر کوئی کم فہم عوام میں ایسا ہو کہ ثواب عبادت مالی کو لوبا بھجے گا اور اگر
فاتحہ پڑھے نہیں پہنچے گا اس عقیدہ کو بد کہنا چاہیئے، اور اس کو زجر و توبیخ کرنا چاہیئے، کیوں کہ اس نے حکم اطلاق نصوص فرمان مصطفیٰ
کو علیہ افضل التحیہ والسلام مقید کر دیا لیکن برتاؤ آمد لوگوں کا دیکھکر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ عقیدہ ان کا نہیں اس لئے کہ جب میت کی طرف
سے کچھ کپڑا یا روپیہ مسجد یا مدرسہ میں دیتے ہیں تو فاتحہ پڑھ کر نہیں دیتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ عقیدہ انکا یہ ہے کہ ثواب عبادت مالی کا بدون فاتحہ
کے پہنچ جاتا ہے اس طرح جب ختم قرآن شریف یا قل ہو اللہ وغیرہ پڑھ کر میت کو بخشتے ہیں، یا قبرستان میں جا کر اس پر فاتحہ پڑھتے ہیں
اس صورت میں یہ لازم نہیں پکڑتے، کہ اس وقت میں کچھ صدقہ بھی ضرور چاہیئے، اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک ثواب عبادت بدنی
کا بدون عبادت مالی کے پہنچ جاتا ہے جب عقیدہ یہ ٹھیرا تو ان کے حق میں کچھ مضر نہیں فاتحہ پڑھنا، بعض سور مثل طعام و تقسیم شیرینی

تک تواتر اثابت ہو جاوے تو بھی اسی قدر مضمون مذہب کا رہیگا جو قطعی الثبوت ہو گیا ----- سو اس سے بھی جواز فاتحہ کا
ثابت نہ ہو گا ہاں فعل فخر عالم علیہ السلام کا قطعی الثبوت ہو جاوے گا جس کا حاصل ندب ہو مگر مؤلف کی قسمت میں وہی کم فہمی سے تو ماثان
ثبوت اس کے مدعا کا حاصل ہیگا اب یہ بھی یاد رہے کہ مؤلف اقط ترجمہ وہی کرتا ہے اگرچہ خطائیں اس کی بہت ہیں مگر ترجمہ حدیث
کی خطا بتانی ضروری ہے، اقط پیر کو کہتے ہیں نہ دہی کو اور پر سے معلوم ہوا کہ دعا فخر عالم علیہ السلام کی ضروری تھی اور فاتحہ کی دعا لغو اور
لغو کا ترک مناسب ہو والذین ھم عن اللغو معرضون، حق تعالیٰ مدح میں فرماتا ہے بس قول مؤلف کا کہ ہمارے واسطے جو دعا ضروری
ہے طعام پر وہ کرتے ہیں بالکل لغو ہو گیا محض بے معنے ہیں قولہ تنبیہ الخ اقول الحمد للہ کہ مؤلف کو بہت کچھ اپنا وقت ضائع کر کے
اور کشف اپنی حقیقت علمی کا کر کے تنبہ ہوا کہ اطلاق نصوص کا مقید کرنا ضلالت ہو اور اس عقیدہ پر عوام کو زجر و توبیخ لازم ہے اس سے
معلوم ہوا کہ یہ امر بدعت ضلالہ ہے مگر اپنی عادت سے مجبور پھر انحراف کیا کہ عوام کا یہ عقیدہ معلوم نہیں ہوتا، بہر حال اصل مسئلہ میں
تو مؤلف موافق مانعین کا ہو گیا اب خلاف عقیدہ عوام میں رہا کیہ ہے یا نہیں اس فقرہ نے ساری تحریر مؤلف کی بیہودہ بنادی کیوں
کہ مؤلف کا جب یہ عقیدہ ہے کہ تقلید مطلق کی بدعت ضلالہ ہے اور یہی مانعین کا عقیدہ ہے تو بس اس کا اثبات کرنا تھا کہ لوگوں کا یہ عقیدہ
نہیں اس قدر دردسری بے ہودہ سے کیا حاصل کیا بس خیر گذشتہ را صلواۃ، اب مؤلف پر اس کا قول صادق آگیا کہ مجبر کا بھولا شام
کو آیا الخ اب کلام عوام کے عقیدہ میں ہی مانعین کہتے ہیں کہ یہ عقیدہ ہے اور یہ امر بدیہی ہے مؤلف تجربہ کر لیوے طلبہ خواص کا لا انعام کا
گو عقیدہ یہ نہیں، مگر علمد رآمد ان کا بھی بمثل عوام کے ہے قولہ اس لئے کہ جب کپڑا الخ اقول یہ دلیل بالکل ناتمام سو برفہم سے ناشی ہے اس
واسطے کہ قرآن کو موقوف علیہ طعام کا کوئی نہیں جانتا قرآن کا ثواب عوام کے نزدیک مطلق ہے تو اس میں کلام بھی نہیں اور طعام کا ثواب
موقوفِ کلام پر جانتے ہیں علیٰ ہذا نقد یا پارچہ کو بھی مطلق جانتے ہیں، پس جسقدر کو عوام نے مقید کیا اس کو ہی بدعت کہا گیا اور جس کو اہم
اطلاق پر رکھا اس کو بدعت نہیں کہتے مگر یہ دلیل تو اس وقت مفید ہوتی کہ کسی نے تلازم مالی و بدنی کا جمیع صور میں دعویٰ کیا ہوتا یہ
تلازم خود ہی مؤلف کے شکم سے نکلا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ہنود کے یہاں فقط کھانے پر بید پڑھتے ہیں اور کپڑے و نقد وغیرہ
پر نہیں پڑھتے اس سبب سے عوام ہمارے نے بھی طعام پر کچھ پڑھنا مقرر کیا نہ ہر شئے پر، غرض مؤلف کی یہ دلیل کہ جو ثواب قرأت کا موقوف
طعام پر عوام کے نزدیک نہیں، تو اس کا قلب بھی نہیں ہو سکتا کیا عمدہ دلیل ہو حاجت بیان نہیں مؤلف کی منطق خوانی کا نتیجہ ہو ایسا

لے محرومی سے دانش و بینش سے پیدا لازم ہونا۔

جائز ہے ہاں نہیں رقم فرمایا ہو، اما دست برداشتن برائے دعا وقت تعزیت ظاہر اجواز است زیراکہ در حدیث شریف رفع یدین در دعا مطلقاً ثابت شدہ، پس در میوقت ہم مضائقہ ندارد ولیکن تخصیص آں برائے دعا وقت تعزیت ماثور نیست انتہی، دیکھئے یہ بات تسلیم کرکے کہ اس بیت خاص ہو منقول نہیں یہی حکم دیا تھا کہ ہاتھ اٹھانا کچھ مضائقہ نہیں، کیوں کہ مطلق دعا میں ہاتھ اٹھانا ثابت ہے اس بنا پر ہم کہتے ہیں کہ خاص وقت فاتحہ میت کی اگرچہ کوئی روایت ماثور نہ ہو لیکن جب حدیثوں میں مطلق دعا کیلئے ہاتھ اٹھانا آیا ہے تو اس فاتحہ میں بھی ثابت ہو گیا کیوں کہ یہ بھی دعا ہے اب دیکھئے مفتیانِ فتویٰ انکاری کوئی اس فاتحہ مذکورہ کو کہتا ہے کہ مخترعات ناپسند شرعیہ سے ہے اور کوئی رسم ہنود لکھتا ہے افسوس افسوس جس چیز کے اصول احادیث شرعیہ سے نکلتے ہوں اس کو حرام یا رسم ہنود یا ضلالت کہنا ان ہی با انصاف آدمیوں کا کام ہے پہلے صلحاء و علماء تو اس کو مسلم کہتے آئے ہیں مولانا عبداللہ گجراتی جو بڑے عالم صالح متقی ہم عصر شیخ عبدالحق دہلوی کے تھے، وصیت نامہ میں لکھتے ہیں

. . . . عالم علیہ السلام سے ثابت ہو گیا پس وہ تمین حدیث مؤلف کی منقولہ طعام پر دعا کرنے کے باب میں دیکھو اس میں رفع یدین

. . . . پس مؤلف کو لازم ہے کہ یہاں بھی رفع یدین کو مکروہ خلافِ سنت جانے کہ یہ محل دعا کا ہی نہیں چہ جائیکہ رفع علی ہذا دعا دخول خانہ میں اور لباس پہننے میں اور خروج خلا اور نوم کی حالت میں، اور دیگر بہت مواقع ہیں کہ رفع یدین وہاں ثابت نہیں اور دعوات کا پڑھنا ثابت ہے تو سب جگہ یہاں رفع یدین مکروہ ہوگا، مگر مؤلف کو ابھی خبر نہیں ہوئی پڑھ کر خبردار ہو ویں گے پس آخر کف کے سر دایات حصن حصین و مشکوٰۃ کچھ مفید نہیں یہ ادب محل رفع میں ہے نہ غیر اس محل میں، اور یہ روایات کلیہ قطعیہ تھی، مگر مؤلف کو فہم پر پردہ ہے، علی ہذا زوا اربعین کی، کیوں کہ اسمیں بھی وقت دعا کے رفع مطلقاً ذکر کیا ہے نہ ہر جگہ اور پھر تخصیص کو دعا تعزیت میں غیر ماثور لکھ دیا ہے، پس مؤلف کا کیا مدعا اس سے نکلتا ہے کہ یہاں تخصیص بھی ہے اور عدم رفع بھی یہاں ثابت ہے اور خود خبط العشواء بھی مؤلف کا موجود ہے کہ کہیں فاتحہ میں ہاتھ اٹھانا کہتا ہے، کہیں بعد فاتحہ کے کہیں کچھ عقل قائم نہیں رد محتار میں ہے دعاء المنفیۃ مایفعلہ فی نفسہ قال شارح المنیۃ لیس فیہا رفع لان فی الرفع اعلانا انتہی، اور یہاں دعا ایصال ثواب میں دعا حقیقۃ ہے کہ دل میں غرض ایصال ثواب کی ہے یعنی اگر فقیر مدعو آگے یا پیچھے طعام کے فاتحہ یا کچھ قرآن پڑھ کر ثواب میت کو پہنچاوے تو دل سے نیت ایصال ثواب کی کرے اور طعام کو ایصال کی نیت بھی لغو ہے کیوں کہ اس کی نیت صاحب طعام کر چکا ہے یہ کون ہے پس دعویٰ کلیہ رفع یدین کا مؤلف کا باطل ہوا اور اس محل میں رفع یدین کا نہ ہونا ثابت ہو گیا، اور ایصال کو اس قید مقید کرنا محقق، پس حسب اعتراض مؤلف کی بدعت ضالہ ہوا اور تشبہ ہنود کا بھی اس میں مقرر ہے کیوں کہ تمام ہنود میں رسم ہے اور ان کا یہ شعار ہے کہ طعام پر وید پڑھواتے ہیں، جس کا دل چاہے ہنود سے تحقیق کرلے مولوی عبداللہ اپنے تحفۃ الہنود میں لکھتے ہیں کہ ہر سال جس تاریخ میں کوئی مرا اسی تاریخ ثواب پہنچاتے ہیں اور اس کو ضرور جانتے ہیں اور پنڈت اس کھانے پر وید پڑھتا ہے انتہی،،

جس قدر عبارات مؤلف موسومہ جواز فاتحہ مروجہ کسی سے فاتحہ مروجہ ثابت نہیں ہوئی

پس اب بدعت ہونا اور مکروہ ہونا اس فاتحہ مروجہ کا ثابت منصوص ہو گیا، پس مفتیان دیندار اگر اس کو مخترع ناپسندیدہ شرعیہ کہیں، یا رسم ہنود کہیں بہت بجا اور حق ہے کہ اصول نصوص سے اس کی مذمت ثابت ہو چکی قولہ مولوی عبداللہ گجراتی الخ اقول، بعد ثبوت منع کے کلیات نصوص سے اگر مولوی عبداللہ گجراتی اور جامع الاوراد اس کو جائز لکھیں تو ہرگز قابل اعتبار نہیں، اور ہم گمان کے قول کی توثیق کی حاجت نہیں معہذا یہ تاویل کر سکتے ہیں کہ یہ تخصیصات و تعینات رسوم صالحہ اس وقت تک ہیں کہ التزام اس کا نہ ہو اور عوام کے قلوب میں رسوخ کا اندیشہ نہ ہو، کبھی کبھی ترک بھی کر دیا کریں کیوں کہ جب مستحب - - - - -

لے سنا کہ یقینی ہے غیر منقول ہے ہلکی آواز سے ہے روزوں کی ٹھاننا ہے ایجاد کردہ ہے اعتماد کرنا

ہے، بلکہ قرآن نہ پڑھا تو مل کر ذکر اللہ تو حضرت نے بھی واسطے میت کے قبر پر کیا پس جواز کے واسطے ایک اشارہ عند الغفار کافی
ہے، اور بالفرض اگر عہد نبوی میں نہ پائے جانے کے سبب ختم قرآن کو بدعت کہیں مثل قول سفر السعادۃ کے اس کا مضائقہ نہیں
لیکن وہ حسنہ ہے ناجائز اور مکروہ تو کہنا اس کا ہرگز صحیح نہیں، اس لئے کہ بہتیرے نیک کام حضرت کے بعد کئے گئے اور بالاتفاق
جائز رکھے گئے اس کا نام علماء دین نے بدعت حسنہ رکھا ہے چنانچہ ہم اول تحقیق کر چکے ہیں اور اس مسئلہ میں بھی جزئی خاص پیش
کرتے ہیں فتاوی قنیہ میں ہے وضع الید علی القبر بدعة والقراءة علیه ما عنه حسنة اور امام حجت الاسلام غزالی
نے احیاء العلوم میں فرمایا ہے لا بأس بقراءة القرآن علی القبور، اور اس جگہ امام نے ایک قصہ عجیب لکھا ہے، علی ابن موسیٰ
کہتے ہیں کہ میں احمد بن حنبلؒ کے ساتھ تھا ایک جنازہ پر بعد دفن کے ایک اندھا قرآن پڑھنے لگا، امام احمدؒ نے فرمایا ارے آدمی یہ کام بدعت
ہے، جب ہم مقبرہ سے نکلے محمد بن قدامہ نے امام احمد سے پوچھا کہ تم مبشر بن اسماعیل حلبی کو کیسا جانتے ہو فرمایا وہ ثقہ یعنی معتبر ہے، اس نے
پوچھا تم نے ان سے کچھ علم سیکھا ہے امام نے فرمایا ہاں جب معلوم ہوا کہ اقرار ان کے سے کہ وہ استاد ہیں امام احمد کے تب وہ محمد بن قدامہ
بولا کہ خبر دی مجھ کو مبشر بن اسماعیل نے ان کو خبر پہنچی عبد الرحمان سے کہ جب ان کے باپ علاء بن الحجاج کا انتقال ہوا وصیت فرمائی
کہ جب دفن کیا جاؤں میرے سرہانے قبر کے پہلی آیت اور آمن الرسول پڑھو اور یہ کہا کہ میں نے ابن عمرؓ کو سنا ہے وہ وصیت کرتے
تھے اس بات کی اس وقت امام احمدؒ نے فرمایا کہ مقبرہ میں جاؤ اور اس اندھے کو کہدو کہ قرآن پڑھتا رہے اور فتاوی عالمگیری

منع کرتا ہے اور نہ حدیث جریر سے اس کا منع مفہوم ہے اور خود فعل فخر عالمؐ کا قبر سعد بن معاذؓ پر اس کے جواز کی دلیل ہے، مگر ہم
کی حاجت ہے پس اس فعل مرسوم کو بدعت حسنہ نہیں کہہ سکتے بلکہ ضلالہ کہنا واجب ہے معہذا یہ جاننا ضرور ہے کہ فخر عالمؐ نے ذکر
بجہر یہاں کیا ہے وہ ایصال ثواب اس کا اور جہر سے دو کلمے ۔۔ فرمائے تھے ورنہ خفی ذکر تو آپؐ کا بہرحال لازم تھا اسکا بھی خیال رہے اور مدعی
کے استدلال کی خوبی معلوم رہی کہ ایصال ثواب اس روایت سے ہرگز نہیں نکلتا کاش کہ یہ عوام کالانعام جب دفن مردہ کے واسطے جمع ہوتے
ہیں ذکر و کلمہ پڑھتے رہا کریں اور اس کا ثواب میت کو پہنچا دیویں اور خرافات بکواس جو اس وقت کرتے ہیں نہ کیا کریں تو آپ معصیت اور لغو
کلام سے محفوظ رہیں اور مردہ کو دکھ سے زیادہ کلمہ پہنچ جاوے مگر شیطان کب ہونے دیتا ہے کہ سنت کے موافق کام ہو وہ تو بدعت
پر رغبت دلا کر لاتا ہے **قولہ** اور بالفرض اگر عہد نبوی میں الخ **اقول** اجتماع مخصوص میں ختم کرنا ہی بدعت ضلالہ ہے نہ بدعت حسنہ اور
ضلالت بوجہ اجتماع کے ہے نہ بوجہ ختم و قرآن کے اور قنیہ کی روایت مؤلف کو مفید ہرگز نہیں کیونکہ وہ قراءۃ المتحقق علی القبر[1] کو بدعت
حسنہ کہتا ہے نہ اجتماع مخصوص ممنوع من الحدیث کو جس کو سفر السعادۃ نے نقل کیا ہے علی ہذا قول احیاء العلوم کا اور اگر اس روایت کے
اطلاق سے حجت لاوے کہ مطلقاً قبر پر قرآن پڑھنا جائز ہے خواہ اس واسطے جمع ہوں یا نہ ہوں تو بھی غلط ہے کیونکہ اطلاق وہاں معتبر ہو
ہے ۔۔۔ کہ نفس حکم قید کی موجود نہ ہو کیونکہ یہاں قید کا منع ہونا نص سے ثابت ہو گیا تو اب یہ روایت مطلق نہ رہے گی اور مقید ممنوع
رہے گا اور یہ جو قصہ عجب مؤلف نے لکھا ہے اس کا بھی مدعا یہی ہے کہ قرآن قبر پر پڑھنا درست ہے نہ کہ باجتماع مخصوص پڑھنا اگر عقل
فہم ہو تو کچھ خفا نہیں، علی ہذا روایت عالمگیریہ اور فتح القدیر یا در مائۃ مسائل کا جواب ہے مگر مؤلف کو کچھ تمیز نہیں کہ اثبات کس چیز
کا کرتا ہوں اور دلائل کیا لکھ رہا ہوں سبحان اللہ اور فتح القدیر میں جو اجلاس قاریین کا لفظ شبہ ڈالے تو اس کا بھی حال سنو کہ مراد حدیث
جریر اور سفر السعادۃ سے اجتماع تعزیت کی کراہت ہے کہ الی اہل میت ہو اور یہ چند قرا نے قرآن قبر پر جو پڑھا ہو تو اس اجتماع سے یہ جدا ہے

[1] قبر پر لوگوں کا پڑھنا بلا مخصوص اجتماع جس کی ممانعت حدیث سے ثابت ہو سکے پوشیدہ گی،

بما ء قراءۃ القرآن عند القبور عند محمد رحمہ اللہ لا تکرہ و مشائخنا رحمہم اللہ اخذ وبقولہ وہل ینتفع والمختار انہ ینتفع

ھذا فی المضمرات اور فتح القدیر میں ہے واختلف فی اجلاس القاری لیقرأ عند القبر والمختار عدم الکراہۃ اور مولوی اسحاق

صاحب نے مائۃ مسائل کے جواب سوال ہشتاد و سوم میں لکھا ہے، حافظاں را برائے قراءۃ قرآن نشاندن نزد قبر دریں مسئلہ علماء را اختلاف است

مختار ہمیں است کہ جائز است الخ بس اگرچہ صاحب سفر السعادت نے قرآن خوانی کو بدعت لکھا لیکن کلام امام محمد و امام احمد بن حنبل اور

کتب فتاوی اور مولوی اسحاق صاحب سے خوب ثابت ہو گیا کہ قبر پر قرآن پڑھنا مکروہ نہیں نہ جمع ہو کر نہ الگ الگ اور میت کو اس سے

نفع ہوتا ہے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم قرآن نہ کرنے سے منع اور کراہت لازم نہیں آتی اس لئے کہ آپ بہت اشغال جہاد وغیرہ

اور اصلاح امت اور تعلیم نو آمیز مسلمانوں میں مصروف رہتے تھے اس قدر فرصت کہاں پاتے تھے اور یہ بھی ہے کہ آپ کی ایک دعا اور صرف

نماز جنازہ پڑھ دینا ہمارے ختمات قرآن اور اجتماعات اذکار سے نہایت افضل اور اکمل ہوتا تھا اور بعد آپ کے انصار رضی اللہ عنہم نے اموات

پر قرآن پڑھنا شروع کر دیا اور ان کے پیچھے تمام امت میں رائج ہو گیا چنانچہ عنقریب بیان آتا ہے، بس یہ روایتیں تو ہم نے قبر پر قرآن

کیونکہ وہ اجتماع قوم کا اہل بیت کے سبب سے ہے اور یہ اہل میت کے واسطے نہیں تاکہ تکرار تعزیت یا خلاف حدیث اس میں لازم آوے

جیسا سیوم مخصوص میں ہے لہذا اس کو اس سے کچھ مناسبت نہیں اگرچہ بعض علماء اس کو بھی مکروہ کہتے ہیں مگر صاحب فتح جواز کو راجح کہتا ہے

ہم نے تسلیم کیا کہ صاحب سفر السعادۃ کے نزدیک مطلق جمع لقراءۃ القرآن بدعت ہے تو وہ تو یہ کہتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا تعامل نہ تھا اور اس نے اجتماع

کو عموماً بدعت کہا تو غایت الامر یہ ہوا کہ جو صراحۃً منصوص حدیث جریر سے ہے تو وہ اتفاقاً بدعت و نیاحت ہوا اور جو سفر السعادۃ نے دوسری

فرد لکھی وہ مختلف فیہ ہوئی یعنی اس کے نزدیک وہ بھی بدعت ہے اور فتح القدیر نے قبر پر جمع ہو کر قرآن پڑھنا لوجہ اللہ تعالی جائز کہا اور بعض دیگر

علماء نے جمع ہو کر قرآن پڑھنا لوجہ اللہ کسی وقت غیر معین میں جائز کہا مگر بہر حال اجتماع مخصوص الی اہل میت تو سب کے نزدیک بدعت

رہا تو بہر حال سیوم کا پڑھنا قرآن اور ختم کا تو سب کے نزدیک بدعت ہو گیا جس سے بحث ہے اور جس کو علماء سنت منع کرتے ہیں اور مؤلف جائز

کہتا ہے تو دوسری شق مختلف فیہ ہوئی سفر السعادت نے اس کو منع کیا اور بعض علماء نے درست رکھا مگر بہر حال اجتماع مخصوص سیوم کہ جس کی

بحث ہے وہ کسی روایت سے جائز نہیں ہوتا کیوں کہ اس میں اجتماع اہل میت ہو اگرچہ قرآن و کلمہ بھی پڑھتے ہوں پس روایات منقولہ مؤلف کی

سفر السعادۃ کے اصل مطلب کی کوئی خلاف نہیں گو ایک شق خاص میں فتح اور سفر السعادۃ کے خلاف ہوا اور وہ خلاف بھی مؤلف کو کچھ مفید

نہیں مگر فہم مؤلف کا قاصر ہے افسوس ہے کہ مؤلف کہیں مطلب نہیں سمجھتا اور اپنے کوتاہ فہم پر علماء پر طعن کرنا سہل جانتا ہے سب اہل علم غور کریں

پس واضح ہو گیا کہ قرآن و کلمہ کا ثواب پہنچانا بلا قید درست اور اجتماع مخصوص سیوم کا بدعت اور قول سفر السعادت کا قول صحیح

اور موافق حدیث جریر کے اور روایات منقولہ مؤلف کے ہے الا فی شق واحد کہ وہ خلاف مؤلف کو ہرگز مفید نہیں اور توجیہات رکیکہ مؤلف

کی سب واہی غلط خلاف واقعہ کے ہیں فقط قولہ اور آں حضرت کے ختم قرآن کرنے سے الخ اقول مؤلف نے اول تو فہم مراد سفر السعادت

میں خطا کی ہے وہ کہتا ہے قرآن خوانند و ختمات خوانند ختمات سے مراد اذکار ہیں مؤلف ختم قرآن کا سمجھا تو کہتا ہے آں حضرت علیہ السلام کے

ختم قرآن نہ کرنے سے منع لازم نہیں آتا اور یہ محض غلط ہے بلکہ جن لوگوں کے نزدیک قرآن و ذکر کا ثواب پہنچتا ہے، انہوں نے قرآن کا وصول ثواب

احادیث سے ثابت کر دیا ہے پس سارا قرآن اور کم زیادہ خود ثابت ہو گیا ختم ہی کرنا ثابت ہو گیا ضرور ہے اور جو لوگ انکار کرتے ہیں جیسے شافعی

مالک ان کے نزدیک اب بھی ثابت نہیں، یہ عذر جہاد کا بالکل لغو ہے مگر مؤلف کو اس عذر ختم کے لکھنے سے شرم نہ آئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لہ عمل ۱۲ انجام کار ۱۲ مدلل ۱۲ جس میں اختلاف کیا گیا ہو ۱۲ صورت ۱۲ اعتراض ۱۲

پڑھنے کی بیان کیں، اب سوائے قبر کے اور جگہ اگر جمع ہو کر پڑھیں اس کا کیا حکم ہے اس کو ہم مانعین کی دوسری سند میں بیان کریں گے
سند دوسری مانعین اپنے رسائل میں نصاب الاحتساب کی عبارت نقل کرتے ہیں ان ختم القرآن جهرا بالجماعة ويسمى بالفارسية سيپاره خواندن
مكروه انتهى جواب اس کا یہ ہے، کہ نماز کے اندر .... قرارت امام کا سننا اور اس وقت چپ ہو جانا تو بالاتفاق فرض ہے لیکن
اگر خارج نماز کے کسی مقام پر قرآن پڑھا جاتا ہو اس کے استماع میں اور سامعین کے خاموش ہو جانے میں اختلاف ہے بعضے اس میں بھی فرض
کہتے ہیں اور بعضے مستحب جو علماء مستحب کہتے ہیں ان کے نزدیک کچھ مضائقہ نہیں جو لوگ جمع ہو کر قرآن پڑھیں، بلند آواز سے اور جو فرض
کہتے ہیں ان کے نزدیک نہیں جائز فتاوی قنیہ میں ہے یکرہ للقوم ان یقرء القرآن جملة لتضمنها ترك الاستماع والانصات المامور بها
لكن في فتاوى ابي الفضل الكرماني وقيل لا باس به لكن اما روي عن عين الائمة الكرباسي وعن نجم الائمة الحكيمي یہ دونوں
روایتیں جواز اور عدم جواز کی حلبی نے شرح منیہ میں اور دوسرے فقہا نے بھی روایت کی ہیں ان روایتوں سے دو فائدے پیدا ہوئے ایک تو
یہ کہ جو لوگ علماء سلف میں منع کرتے ہیں انہوں نے یہ دلیل قائم نہیں فرمائی جو اس زمانہ کے مانعین قائم کرتے ہیں کہ حضرت کے وقت میں

رات دن جہاد میں مصروف نہ تھے اور نہ اعداد آلات جہاد اس درجہ کو تھے کہ ختم قرآن کی جو دو تین گھنٹہ میں پندرہ بیس آدمی کر سکتے ہیں گاہ ہو
مہلت نہ ملی یہ بداہۃً سفسطہ اور غزوہ موتہ کی جب خبر آپ کو ملی اور زید بن حارثہ اور عبد اللہ بن رواحہؓ اور جعفر طیارؓ کی شہادت معلوم ہوئی آپ مسجد
میں حزین بیٹھے رہے اور جماعت صحابہؓ حاضر تھی دو ساعت میں ختم قرآن ہو سکتا تھا علیٰ ہذا خبر شہداء بیر معونہ وغیرہ میں پس یہ عذر کس قدر
چربوز و غلط ہے کہ جسکو کوئی عاقل بھی قبول نہ کرے گا الغرض ثواب قرآن شریف کا آپ کے زمانہ میں تھا مگر اجتماع مخصوص نہ تھا
مؤلف کا ذہن قاصر ہے اور پھر انصار بھی پڑھتے تھے اور اب تک جاری ہے اور جس کا انکار سفر السعادت کو ہے یعنی اجتماع الی اہل بیت رد گا
ہرگز ثابت نہیں ہوا اگر تامل فہم درکار ہے **قولہ** سند دوسری الخ **اقول** نصاب الاحتساب میں ہے قرآن جماعت کو جہراً پڑھنا مکروہ لکھا ہے اور
یہ امر سیوم کی قرآن میں مشاہد ہے مؤلف بھی اس کراہت کو قبول کرتا ہے اور کراہت تحریمہ مراد ہے اور یہی راجح ہے اس واسطے کہ اس کو مدلل بیان کیا ہے
اور دلیل مسئلہ کی بیان کرنا وجہ ترجیح کی ہوتی ہے دوسری یہ کہ اس کے مقابل کو قیل کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اور ایسے موقع میں کہ ایک مسئلہ کو جزماً بیان
کریں اور اس کے مقابل کو صیغہ مجہول سے بیان کریں تو اس میں ضعف ہوتا ہے اور یہ قواعد سب اہل علم جانتے ہیں بسبب شہرہ بداہت کے نقل
کی حاجت نہیں اور دوسری روایت ضعیف پر بھی کراہت تنزیہ ثابت ہے کیونکہ لا باس کا اصل اطلاق کراہت تنزیہ پر بھی آتا ہے قال في رد
المحتار وكلمة لا باس غالب استعمالها فيما تركه اولى انتهى بہر حال علی الراجح جہراً پڑھنا مکروہ تحریمہ ہوا اور علی المرجوح کراہت تنزیہ ہوئی کہ ادنیٰ
امر بدعت سے ملکر موجب قوت منع کی ہر حال ہو جاویگی **قولہ** ایک یہ کہ جو لوگ الخ **اقول** سبحان اللہ کیا فہم عالی مؤلف کا ہے کہ اگر سلف کوئی
دلیل بیان نہ کریں اور خلف دلیل بیان کریں تو وہ دلیل معتبر نہ ہو سب اہل علم جانتے ہیں کہ ایک شی کی تین تین اور چار چار اور زیادہ دلیلیں
ہوتی ہیں اگر کسی نے ایک حجت بیان کی تو دیگر حجج کا مرتفع ہونا کہاں سے لازم آگیا بلکہ اگر اولین کو ایک حجت جواز یا حرمت کی معلوم ہو اور
متاخرین کو زیادہ دلائل پر اطلاع ہو جاوے تو کون محذور ہے خود مؤلف نے نور چہارم میں ابن جرزی کے طعن کے رفع میں وہ دلائل لکھی ہیں
کہ پہلے کسی نے نہیں لکھی تھیں اپنے گھر کی مؤلف کو کچھ خبر نہیں سب تھوڑی عقل والے بھی جانتے ہیں کہ یہ دعویٰ عدم جواز اجتماع کا صحیح اور حدیث
جریر سے بعونہ ثابت ہے پس اگر نصاب الاحتساب میں ذکر نہ ہو یہ تو دلیل مشاہد ابن ماجہ وغیرہ میں آنکھوں کو نظر آتی ہے اس کا رفع

بے تمکین کے اہل بیت کے پاس جمع ہونا کے نصاحت ہے جس کے کرنے میں کوئی گناہ نہ ہو شہ حجت کی جمع سے ممنوع سے رد کرنا۔

گل بکاؤلی اور فسانۂ عجائب ذکر اللہ ہو گا اور اگر کہو کہ ہاں یہ مجلس مجلس ذکر ہے تو ہم کہیں گے کہ موافق ارشاد مخبر صادق کے یہ مجلس باغ اور سبزہ زار جنت ہے پھر اس میں چرنے سے کیوں منع کرتے ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیں ارتعوا اور تم کہو لاترتعوا اور اللہ تعالیٰ فرماوے تعاونوا علی البر اور تم کہو لا تعاونوا کسقدر مقابلہ اللہ اور رسولؐ کا ہے، دیکھو ایک وہ لوگ تھے کہ کسی امر مکروہ کو دیکھتے تھے اور اس میں کچھ خیر اور بہتری ہوتی تھی تو اس خیر کو باعث مکروہ سے چشم پوشی کرتے تھے، عیدگاہ میں بعد نماز عید نفل پڑھنا ممنوع ہے، حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے ایک شخص کو ایسی نفل پڑھتے دیکھا اس کو آپ نے منع نہ فرمایا لوگوں نے عرض کی یا امیر المؤمنین آپ اس آدمی کو منع نہیں فرماتے آپ نے جواب دیا کہ مجھکو خوف آتا ہے، مبادا ان لوگوں میں شریک ہو جاؤں جن کو اللہ تعالیٰ نے جھڑکا ہے ارایت الذی ینھی عبداً اذا صلی یعنی تو نے دیکھا اس کو جو منع کرتا ہے بندہ کو جب وہ نماز پڑھتا ہے یہ قصہ حضرت علیؓ کا در مختار اور دوسری کتب فقہ میں موجود ہے، اب دیکھئے ایک وہ دور صحابہؓ کا تھا کہ حضرت علیؓ نے یہ خیال فرمایا گو یہ ہیئت کراہت کی اس نماز میں عارض ہے کہ بعد نماز عید عین عیدگاہ میں خلاف طریقہ سنت نماز پڑھتا ہے لیکن پھر بھی یہ فعل خیر تو ہے اللہ تعالیٰ کی یاد کر رہا ہے اللہ کی حضوری میں ہے، منع نہ فرمایا اور منع کرنے میں خوف الٰہی کیا اور کیوں نہ کرتے وہی لوگ ڈرا کرتے ہیں، اللہ سے جن کے دلوں میں خوف الٰہی ہوتا ہے ایک یہ دور آخری ہے کہ تعیین یوم کو اپنے خیال میں مکروہ جان کر کلمہ اور قرآن سے

سکوت توجہ کشی اور غلط کام میں مصروف رہے مگر دروغ گو را حافظہ نباشد[1] یہ مؤلف کی عجب بات ہے باقی رہی معاونت مؤمن کی اور حلق الذکر کی ہو سو مطلب سے خارج ہے ذکر اللہ تعالیٰ اسی وقت مقبول ہو کہ حسب قاعدہ شرع کے ہو نہ بطور بدعت و معصیت کے پس جو ذکر مرکب بدعت و معصیت سے ہو گا اس کی شرکت بھی ممنوع ہووے گی چنانچہ پہلے بھی جواب اس مغالطہ[2] کا ہو چکا ہے کہ منع کرنا بوجہ بدعت کے ہے نہ بوجہ ذکر کے **قولہ** ایک وہ لوگ تھے کہ کسی مکروہ کو الخ **اقول** حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مجمع البحرین میں اس کے خلاف منقول ہے یہ عبارت اس کی ہے ان رجلا یوم العید اراد ان یصلی قبل صلوٰۃ العید فنہاہ علیؓ فقال الرجل یا امیر المؤمنین انی اعلم ان اللہ لا یعذب علی الصلوٰۃ فقال علی وانی اعلم ان اللہ لا یثیب علی فعل حتی یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او یحث علیہ فیکون صلوٰتک عبث والعبث حرام الخ اس سے معلوم ہوا کہ امر خیر جو خلاف شروع طرز کی ہو اس سے منع کرنا چاہیئے اور یہ جو در مختار میں منقول ہوا وہ دوسرا امر ہے اس واقعہ میں نماز پڑھتے کو حالت نماز میں اس واسطے منع نہ کیا تھا کہ ... اس آیت کے ہونے کی مشابہت تھی ارایت الذی ینھی الآیہ نہ بوجہ خیر ہونے کے یہ مؤلف کی محض کم فہمی ہے، اور مجمع البحرین کی روایت میں ارادہ نماز کا کرتا تھا اس واسطے اس کو منع کر دیا سو ہرگز معارضہ نہیں فہم درکار ہے برے کام سے منع کرنا ضرور ہے اگرچہ مختلط بخیر ہوں ہاں بعض صورت میں جو مسئلہ مجتہد فیہا[3] ہو تو اس میں بھی عوام کو منع نہیں کیا کرتے کہ عوام کا مذہب معین نہیں ہوتا اس کا شبہ بھی ذکر نا چاہیئے، مؤلف نے نہیں سنا اور کہاں سے سنتے نہ خود پڑھا نہ علماء کی صحبت و محبت نصیب ہوئی، بخاری میں ہے کہ حضرت عمرؓ اور ابن عباسؓ بعد عصر کے نوافل پڑھنے والوں کو مارا کرتے تھے کہ اس وقت نوافل مکروہ ہیں حضرت علیؓ کا عدم منع بدون حقیقت سمجھے ترجمہ در مختار کا یاد کر لیا ہے بس مولوی ہو گئے اگر علماء عوام کو بدعات سے منع نہ کریں تو مداہن فی الدین[4] ہو دیں گے اور بحکم حدیث شیطان اخرس[5] ہو دیں گے اور دین میں فساد ہو گا، سو یہ مؤلف کو ہی مبارک رہے اہل سنت کا کام تو نہی عن المنکر ہے

تیسرے دن کی تعیین کی بحث

قولہ پانچواں امر معین کرنا الخ **اقول** وعظ و درس فرض ہے اس کے واسطے اہتمام کرنا ضروریات دین سے ہے اور

[1] جھوٹ بولنے والے کو حافظہ نہیں ہوتا [2] مغالطہ [3] جن میں اجتہاد کیا گیا ہو [4] دین کے معاملے میں فریب کرنے والے [5] گونگے

منع کرکے بھی خدا سے نہیں ڈرتے **پانچواں امر** معین کرنا روز تیسرا واضح ہو کہ معین کر لینا کسی روز کا واسطے کسی مصلحت کے شرعاً ثابت ہے
وارد ہے شقیق رحمۃ اللہ علیہ جو کبار تابعین مقبولین سے ہیں اور شاگرد ابن عبداللہ مسعود رض صحابی کے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رض ہر
فرماتے تھے ہر جمعرات کے دن جب لوگوں نے کہا روز وعظ فرمایا کیجئے جواب دیا کہ مجھکو پسند نہیں آتا کہ تم کو تنگ کروں روز کہہ کہہ کر جیسا کہ
میں کہتا ہوں اسی طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہم کو وعظ فرماتے تھے یہ روایت مسلم اور بخاری کی مشکوٰۃ میں موجود ہے اس روایت
سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دن جمعرات کا مقرر کیا تھا وعظ کے واسطے اور یہ ان کے بیان سے سمجھا جاتا
ہے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی دن مقرر کر رکھا تھا، حالاں کہ کلام سے وعظ کے لئے کوئی قید کسی دن کی معلوم نہیں ہوتی کیونکہ قرآن
شریف میں وارد ہے وذکر فان الذکریٰ تنفع المومنین اس میں قید دن کی نہیں پس ظاہر ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ
نے جو دن معین کیا تھا تو کچھ مصلحت اس وقت کی سمجھ کر دن جمعرات کا مقرر کیا تھا ہمارے اس وقت میں اکثر علماء نے جمعہ کا دن مقرر کر رکھا ہے
کیوں کہ اس زمانہ میں بھی مصلحت ہے کہ جمعہ کی نماز کو ہر طرف سے آدمی اطراف وقریات ومواضع سے خواندہ ناخواندہ جمع ہوتے ہیں ایسے مجمع میں وعظ
کہنے سے فائدہ عام ہوتا ہو جمعرات میں یہ نفع متصور نہیں جب یہ بات معلوم ہو گئی تو جاننا چاہیئے کہ ایصال ثواب موتٰی کے لئے علی الدوام جائز اور شرعاً
سے ثابت بالاصل جس طرح وعظ کرنا علی الدوام جائز لیکن تیسرا دن مخصوص کیا گیا واسطے مصلحت کے جس طرح جمعرات کو واسطے وعظ کے خاص کیا
ابن مسعود صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور یہاں مصلحت تعیین میں یہ ہے کہ تعین مفید ہے وارثان میت کو اور نیز جمع قرآن وکلمہ پڑھنے والوں کو واسطے
کے لئے اس طرح مفید ہے کہ تعیین اور تقرر کی قید میں خوب خیال چڑھا رہتا ہو دل پر کہ یہ کام کرنا ضرور ہے پس نہیں فوت ہوتا ان سے یہ کام اور جو لوگ
معین نہیں کرتے ان کا کام کبھی کا کبھی ہوتا ہے، بلکہ بہتیرے آدمیوں سے فوت ہو جاتا ہے، جو لوگ جمعرات کے تعین میں روٹی فاتحہ اموات کی نیت سے
کھلا دیتے ہیں وہ تو کھلا دیتے ہیں اور جنہوں نے تخصیص کو بدعت کہا ان کو ہفتہ کے ہفتے بلکہ مہینے گذر جاتے ہیں روٹی گھر سے نہیں نکالتے اور
نافع ہونا اس تعیین تاریخ کا دوسرے آدمیوں کا اس وجہ سے ہے کہ اگر دن غیر مقرر رہتا تو کوئی کسی دن پڑھنے آتا اور کوئی کسی دن کام اسلوب کے
ساتھ اور جلد نہ ہوتا دن مقرر ہونے سے عین ایک میعاد پر سب جمع ہو جاتے ہیں اور خوش انجامی سے کام تمام ہو جاتا ہے اگر کوئی یہ اعتراض کرے
کہ اگر تم کو جلدی ایصال ثواب اور امداد میت کی منظور ہے تو دفن سے اگلے دن کیوں نہیں ختم کرا لیتے، جواب اس کا یہ ہے کہ اگر ہم دوسرا دن
مقرر کرتے اس پر بھی تم اعتراض کرتے کہ دوسرا دن کیوں مقرر کیا، علاوہ ازیں مصلحت اس میں یہ دیکھی گئی کہ بروز دفن برادری کے آدمی اور دوست

تیسرا جو تھا دن مقرر کرنا رفع ملال کے واسطے مناسب ہے، معہذا اگر اس میں بھی ایسی تعیین ہو کہ کسی حال تخلف[1] نہ ہو تو وہ بھی بدعت ہو جائے گا
اور یہ فعل خود صحابہ رض کا بلکہ فخر عالم کا ہو سو جس شی کو وہاں تعین کر دیا وہ معین ہو گیا اور سنت ہو گیا اگر اس کو بھی کوئی واجب جاننے لگے تو
بھی تغیر حکم شرع سے بدعت ہو جاوے گا

التزام مباح ومستحب کی عجیب بحث جواب بدعات میں اصل کی بحث پس اس پر قیاس کر کے کسی مباح مطلق کو معین کرنا درست نہیں کیونکہ
کہ وہاں تو فعل شارع سے مستحب ہو گیا تھا اب جس شے کا اطلاق پر شارع چھوڑ گئے اس کے اطلاق کو مقید کرنا خود تغیر ہووے گا چنانچہ خود بیان
مقرر ہو چکا ہے خصوصاً جس امر کو شارع نے بدعت و داخل نیاحت کیا اگر کوئی سنت امر پر قیاس کر کے جائز رکھے گا تو سخت مبتدع مقابل شارع
کا ہووے گا کہ شارع تو اس کو منع کر گئے اور یہ اس کو سنت امر پر قیاس کر کے جائز رکھے گا معاذ اللہ اور مولف کس قدر رکیک توجیہ ایک

[1] پیچھے ہٹنا ۱۲

اتنی دیر تک تجہیز و تکفین میں لگتے ہیں ہم دیکھتے ہیں کسی میت کی قبر کنی اور غسل و تکفین وغیرہ میں ایک ایک پہر اور بعض جگہ دو دو پہر کم و
بیش لگ جاتے ہیں اگر دوسرے دن بھی کچھ گھڑی یا پہر بھر کی محنت واسطے ختم قرآن اور کلمہ طیبہ کے دی جاتی تو متواتر پے در پے آنا کسی قدر دشوار
ہوتا اس لئے ایک دن بیچ میں آسایش دے کر تیسرا دن معین کیا گیا دوسری مصلحت یہ ہو کر وارثان میت کی تعزیت کے واسطے شرع شریف
میں تین روز مقرر کئے گئے ہیں چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ولا بأس لاهل المصيبة ان يجلسوا في البيت او في مسجد ثلثة ايام والناس
ياتونهم ويعزونهم یعنی کچھ مضائقہ نہیں مصیبت زدوں کو بیٹھنا گھر میں یا مسجد میں تین روز تک اس میں آدمی آویں گے ان کے پاس اور تعزیت
یعنی تسلی اور تشفی دیں گے اہل ماتم کو انتہی پس تیسرے دن کے معین کرنے میں یہی مصلحت سمجھی گئی کہ ان ایام میں آمد و رفت اہل تعزیت کی رہتی
ہے لوگوں کے بلانے اور جمع کرنے میں چنداں مشقت نہ ہوگی اجتماع مومنین سہولت سے ممکن ہوگا اور یہ بھی ہے کہ قرب جوار کے مواضع و قصبات
میں جو ان کے اقربا اور دوست آشنا رہنے والے ہیں بعد وصول خبر وفات وہ بھی اکثر شریک امداد فاتحہ و ختم قرآن و کلمہ طیبہ کے ہو جاویں گے
پس تعین تیسرے روز کی مبنی اس مصلحت پر ہے اور جو کچھ اس میں پڑھا جاتا ہے کلمہ اور قرآن اس کا بیان بہت وضاحت سے اوپر ہو چکا، اور یہ
تعین کچھ ہماری مقرر کی ہوئی نہیں بلکہ قدیم الایام سے علماء دین اور مفتیان شرح متین کی قرار دی ہوئی ہے ایک مختصر دلیل اس پر یہ ہو کہ ملا علی
قاری اور سیوطی اور علامہ عینی وغیرہم کے کلام سے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ جمیع مذاہب کے علماء و صلحاء کل شہروں میں کل زمانوں میں جمع ہو کر ختم
قرآن کرتے رہے ہیں اس پر اجتماع امت ہے پس اس بنا پر ہم کہتے ہیں کہ کل شہروں میں اور ملکوں میں ہندوستان تو بڑا ملک ہے اس میں
بہت شہر ہیں پس ضرور ہے کہ یہاں کے علماء و صلحاء نے بھی جمع ہو کر پڑھنے کا طریقہ اپنے ملک ہندوستان میں بلا شبہ جاری کیا ہوگا ہم جو خوب
تلاش کرتے ہیں اور فکر کرتے ہیں تو ہندوستان کے دور دور شہروں میں یہی طریقہ قدیم الایام سے جاری دیکھتے ہیں اور ہم اپنے آباء و اجداد
سے اور ہمارے آباء و اجداد اپنے آباء و اجداد سے اسی طرح سنتے اور دیکھتے آئے ہیں، سیکڑوں برس کی کتابوں میں ان کا ذکر ہے، پس یہ لا
بد توارث علماء و متقین اور صلحاء قدیم کا ہے، البتہ جس وقت عوام اس مجمع سیوم میں بعض باتیں خلاف شرع کرنے لگے اس وقت ایک وجہ
خاص کے سبب علماء اس کو منع کرنے لگے۔ چنانچہ شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام شرح سفر السعادت میں صاف اس بات کی طرف

متن

امر ممنوع کے جواز کے واسطے کرتا ہے کہ دور از عقل ہے کہ تقریر یوم ثالث میں تکان رفع ہوگا اور واہیات تقریر اور اتنا نہیں سوچا کہ حاضر
جنازہ نے کون سے پھاوڑے مارے تھے، قبر کنی کی تھی جو تکان ہو گیا وہ تو میٹھے حقہ بجانے اور ڈل بجنے میں مشغول رہے تھے، جیسا اپنی بیٹھکوں
میں ہر روز کرتے ہیں اور کار و بار تجہیز و تکفین کا کرنے والے دو چار آدمی ہوتے ہیں اور باقی سب آرام سے بیٹھے رہتے ہیں پھر یہ کہ اس پہر دو پہر
کی حاضری میں اگر پڑھ دیا کریں کیوں رفع تکان کی ضرورت ہو اور کیوں حرج ہو الغرض ایسی خرافات کہانیوں سے حکم شرعی کا مقابلہ کس
بوالہوس کا کام ہے ایسی تقریر قابل التفات کے نہیں ہندوستان میں خاص یہ رسم سیوم کی ہے اور کسی ولایت میں کوئی جانتا بھی نہیں سو یہ
ہنود کے تیجے[ٹ] کو دیکھ کر وضع ہوا ہے اب اس کی اصلاح میں مزخرفات لکھے جاویں اس سے یہ مردود ہو چکا فقط قولہ چنانچہ شیخ عبد الحق کا کلام
اقول مولف کی آنکھ حق بین نہیں، شیخ عبد الحق صاف لکھتے ہیں، کہ ایں اجتماع مخصوص سیوم الخ پس جیسا شیخ نے صرف مال یتامیٰ اور تکلفات
کو حرام و بدعت کہا ہے ایسا ہی اجتماع روز سیوم کو حرام و بدعت لکھا ہے مولف کو اس قدر غفلت و حق پوشی کہ صاف تین امر کا ذکر کر کے
ان کو شیخ نے حرام و بدعت کہا ہے اور مولف دو کا ذکر کرتا ہے تیسرے کو ہضم کر گیا حالاں کہ عطف مسئلہ نحو میر میں پڑھا ہوگا اور شیخ نے سفر السعادت

ٹ ہنود کی ایک رسم جو کسی کے مرنے کے بعد منائی جاتی ہے۔۔

اشارہ کرتا ہے اما این اجتماع مخصوص روز سیوم و ارتکاب تکلفات و دیگر و صرف اموال بے وصیت از حق یتامیٰ بدعت است و حرام یعنی کلام اہل انصاف دیکھیں کہ اس کلام شیخ سے جو صاحب سیف السنت وغیرہ قرآن اور کلمہ پڑھنے کا انکار روز سیوم میں نکالتے ہیں کیسی بے منعنی ہے اس لئے یتیموں کا حق ضائع کرنا اور تکلفات کی ممانعت پائی گئی اور اس عبارت سے پہلے جو سفر السعادت کی عبارت بدعت ہونے ختم قرآن میں تھی اس کا جواب ہم بیان امر تیکر میں دے چکے ہیں البتہ تکلفات موتیٰ میں ممنوع ہیں چنانچہ بعض آدمیوں نے بعض شہروں میں نئے نئے تکلفات ایجاد کئے تھے جن کا ذکر نصاب الاحتساب میں ہے یقطعون اوراق الاشجار ویتخذون منہ شیئا علی صورۃ الاشجار ویزینون بہا حول القبور ویلبسون القبر ثیاب الحریر اذا کان المیت من اہلہ ای کان یلبس ذلک ویحضرون الجامۃ المصورۃ بتماثیل ذوات الارواح کالبازی ونحوہ وانہ مکروہ ویبسطون الفراش ویقوم الشلع فی مدح المیت بما لم یفعلہ وانہ کذب ویحضرون المصاحف فی المقابر ویصنعونہا فی المجلس ولا یقرؤن ویتنظرون حضور الصدر ون ان فتح المصحف واخذ الناس فی القراءۃ ثم حضر الصدر یغضب علیہم وہل ہو الا من النفس الامارۃ بالسوء انتہی کلامہ تلخیصاً و فی حاشیۃ خزانۃ الروایات انہم یبیعون الریحان الورد فی الاطباق وماء الورد فی القماقم یعنی درختوں کے پتوں کو اس طرح تراشتے ہیں کہ صورت مین درختوں کی اس میں پیدا ہو جاتی ہے اور گرد قبروں کے ان پتوں کو سجاتے ہیں اور قبر پر ریشمین غلاف ڈالتے ہیں اگر وہ میت پہنتا تھا اپنی زندگی میں ریشم اور لاتے ہیں گھیشان جس میں باز وغیرہ جانوروں کی تصویریں ہو دیں اور بچھاتے ہیں فرش یعنی تکلفی اور ڈوم بھانٹ کھڑا ہو کر اس مردہ کی جھوٹی تعریف کرتا ہے، اور لیجاتے ہیں گور پر قرآن کو اور رکھدیتے ہیں مگر پڑھتے نہیں جب تک رئیس مجلس نہ آجائے اور اگر اس سے پہلے قرآن کو پڑھنے لگیں تو وہ خفا ہوتا ہے یہ نفس امارہ کی شناعت ہے یہ نصاب الاحتساب کے چنے ہوئے فقرے ہیں اور خزانۃ الروایات کے حاشیہ میں ہو کہ تیار کرتے ہیں آدمی پھول پھلواری اور گلاب کے پھول طباقوں میں اور عرق گلاب بھرتے ہیں قمقموں میں انتہیٰ، اب خیال کرنے کا مقام ہے کہ وارثان میت تو مصیبت زدہ ہوتے ہیں ان کو سرور کا سامان ایام مصیبت میں کرنا اور بعض امور محرمہ اور مکروہہ سے زینت دینا کون عاقل گوارا کرے گا چنانچہ مفتیان دین نے اس کو منع کیا اور تمام عالم نے اس کو مان لیا اب دیکھئے یہ باتیں کوئی نہیں کرتا البتہ ایک یوم معین میں جمع ہو کر کلام پڑھ دیتے ہیں اب جو بعضے علماء تشدد کرتے ہیں محض تعین یوم کے سبب کلمہ اور قرآن کو بھی مکروہ کہدیتے ہیں یہ صحیح نہیں اور دلیلان کی دو ہیں ایک یہ کہ معین کر لینا نماز میں کسی سورت کا مکروہ ہے تو ایصال ثواب کے واسطے بھی تیسرا دن خاص کر لینا مکروہ ہے جواب اس کا یہ ہے

کی روایت کو بھی قبول کر لیا شیخ عبدالحق کے وقت سے علماء اس اجتماع سیوم کو بدعت و حرام کہتے رہے ہیں، اب مؤلف کی چرب زبانی و کذب بیانی خود ظاہر ہو گئی کہ وہ اپنے اجداد سے سنتا چلا آیا ہے اور تکلفات کی ممانعت بھی مقر رہے جس کو مؤلف نصاب الاحتساب سے نقل کر تا ہو اور بے سود ایک صفحہ سیاہ کیا مگر اجتماع روز سیوم کا نام بھی نہیں لیتا اب ناظرین غور سے دیکھیں کہ مؤلف کی یہ جرارت ہو کہ عبارت نقل کر کے بھی کلمات کو ہضم کر کے ترجمہ میں اس کا نام تک نہیں لیتا ع چہ دلاور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد، اور صاف ظاہر ہے کہ شیخ نے تین امر کو ذکر کر کے ہر سہ کو بدعت لکھا ہے پس اس سے اجتماع مخصوص روز سیوم کا بدعت ہونا ثابت ہو گیا قولہ ایک یہ کہ نماز میں الخ اقول مؤلف ہر روز فہم مطالب میں ناتمام مطلب سمجھتا ہے یا خلاف مراد تجویز کر لیتا ہے یہ دلیل بھی ناتمام نقل کی ہے اصل یہ ہو کہ بحکم آیات و احادیث مجمع علیہ تمام امت کا ہے کہ کسی حد کو حد و ....

سلہ چہ دلاور است دزدے کہ باکف چراغ لے ہوئے ہے سگ منتہ مترجمہ

کوئی یادہ کہنے لگے کہ یہ تشبہ ہنود کا ہوگیا وہ بھی اپنی عبادت گاہ سے واپس ہوتے ہوئے گنگا کا پانی لاتے ہیں تم پانی زمزم شریف کا لائے تو سمجھنا
چاہیے کہ یہ خرافات بے ہودہ تشبیہیں نکالنی ان بدحواسوں کی سخت بے عقلی کی دلیل ہے اور تماشا یہ ہے کہ فقط تیسرے دن کی مشارکت میں بھی
مشابہت قوم ہنود کی نہیں تفصیل اس کی یہ ہے کہ ہندوؤں میں بعض قومیں مثل سراوگی بالکل سیوم یعنی تیجے کے قائل نہیں مسلمان کے ساتھ تو کچھ
بھی مشابہت نہ ہوئی ان کے یہاں تیجا عبادت فقط اس امر سے ہے کہ تیسرے دن کاروبار کرنے لگیں سوگ میت کا دفع کریں سو تعزیت کیواسطے
اور دفع سوگ کے لئے شرع میں بھی تین دن معین ہیں اور بعض قومیں ہنود کی مثل بشنی اگروال جو سیوم کو مانتی ہیں اور اموات کے لئے ثواب
رسانی کا کام کرتے ہیں اگر اہل اسلام کو مشابہت لازم آئی تو ان کے ساتھ لازم آئی سو غور سے دیکھئے تو ان کے ساتھ بھی مشابہت نہیں کیونکہ
ان لوگوں کے تو تعیین دن متعلق گردش کواکب ہے ہیں پس تیسرے دن تیجا وہ لوگ جب کرتے ہیں کہ گرہ سامنے نہ ہو اور اگر بیچک کی گرہ جو پانچ
نچھتر ہیں سامنے آجاتے ہیں تو جس وقت تک وہ گرہ ٹل نہیں جاتی تیجا نہیں ہوتا پھر کبھی چار دن میں کبھی پانچ دن میں کیا جاتا ہے اور مسلمان
تیسرے دن سے آگے نہیں ٹلاتے ان کو کواکب سے کچھ بحث نہیں، پس حکم تشبہ کا باعث لازم آنے مشارکت یوم کے بھی ٹوٹ گیا اور یہ مسئلہ شرعی
ہے کہ جب ہمارے اور کفار کے درمیان کسی امر میں تفاوت اور امتیاز پیدا ہو جاتا ہے تو حکم تشبہ باطل ہو جاتا ہے حدیث و فقہ پڑھنے والوں
کو یہ بات یاد ہوگی کہ یہود و نصاریٰ صوم عاشورا رکھتے تھے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بھی حکم دیا کہ تم بھی رکھو اور مشابہت
یہود و نصاریٰ سے جو لازم آتی تھی اس کی مخالفت میں اس قدر کافی ہوگیا کہ آپ نے ایک روز اول اور آخر رکھنے کی طرف اشارہ فرمایا کہ اگر

تیسرے روز جمع ہوکر سوگ کھلواتے ہیں اور بشنی بھی بہرحال ہنود میں رود سیوم جمع ہوتا ہے اور یہ شعار ان کا ہے تو دو جزو میں تشبہ
ہوا پس مجموعہ سیوم کا بدعت ہوگیا اور تشبہ ہنود کا ثابت ہوگیا حدیث سے بھی اور صریح جزئیات فقہ سے بھی بلا خدشہ اتحاد وقت مغرب
وغیرہ کا تو سنو کہ وقت شارع کا فرض کیا ہوا ہے اور فرائض و واجبات شارع میں تشبہ کا اعتبار نہیں ہوتا اور حدیث میں اس کا اشارہ
ہے کیونکہ تشبہ باب تفعل کی ماضی ہے اور بعد موصول کے واقع ہے اول تو باب تفعل میں ماخذ میں تکلف ہوتا ہو وضعاً جس سے معلوم ہوا
کہ مرتکب نے تکلف امر تشبہ کر لیا ہے شرعاً یا طبعاً کی طرف سے الزام نہیں تھا دوسرے فعل حدوث پر دلالت کرتا ہے یعنی اول شارع کا الزام
اس پر نہ تھا خود مرتکب اور محدث ہوا پس تشبہ کے لفظ سے شارع نے فرض و واجب و سنت مؤکدہ کو اور امور طبعیہ کو خارج کر دیا ہے
گویا حکماً اس میں تشبہ نہیں ہوتا پس اب دیکھو کہ کس کی عقل پر قہقہہ لگا، علیٰ ہذا پانی زمزم کا لانا اور گنگا کا مشابہ نہیں کیونکہ پانی
کا لانا عادی طبعی امر ہے اور شعار بھی نہیں ہاں اگر اس ہیئت و شعار سے لاوے گا تو مشابہت حاصل ہووے گی اور حرام ہوگا اب
سوچو کہ یہ سیوم ہنود کے تیجے سے بوجہ کامل مشابہ ہے اور فرق بعض وجوہ کا مخل تشبہ کو نہیں ید کو اسد سے تشبیہ دیتے ہیں وجہ شبہ فقط شجاعت
ایک امر ہوتا ہے باقی سرتاپا کوئی مشابہت نہیں ہوتی پس کسی نے یہ نہیں کہا کہ بالکل مشابہت[1] من کل الوجوہ ہو تو تشبیہ ہووے گی ورنہ
نہیں تو یہ قول مؤلف کا شرع اور عقل اور عرف سب کے خلاف ہے اب تماشا دیکھو کہ باعتراف مؤلف سراوگی کے یہاں تیسرے روز قوم
جمع ہوکر دکان کھلواتے ہیں اور وہ سیوم نہیں عجب کلام ہے تیسرے روز کا نام سیوم ہے، عرف ہنود میں تیجا اور مسلمانان میں سیوم دونوں
کے ایک معنیٰ ہیں علیٰ ہذا بشنی سیوم تو کرتے ہیں مگر گاہ نحوست کے دن کے سبب تاخیر بھی کر دیتے ہیں تو سیوم تو موجود مگر مشابہت نہیں

[1] مشابہت ہر اعتبار سے

یا آثار صحابہؓ سے قولاً و تقریراً و فعلاً ہرگز نہیں ہو سکتا تو یہ امر محدث ہے ثانیاً اگر فرضاً کچھ ہو بھی جاوے تو واجب سنت مستحب کسی طرح نہیں
ہو سکتا کیونکہ واجب وہ عمل ہے کہ نص قطعی الثبوت ظنی الدلالت سے ثابت ہو، یا ظنی الثبوت قطعی الدلالت سے ثابت ہووے اور یہاں قیام
کے باب میں کوئی نص ہی نہیں تو قوی نہ ضعیف اور سنت اس عمل کو کہتے ہیں کہ مواظبت علیہ السلام کی یا خلفاء راشدین کی اس پر ثابت ہووے اور
قیام کے باب میں جب کچھ ثبوت ہی نہیں اور فعل اس کا ایک بار بھی نہیں تو سنت تو کیا مندوب و مستحب بھی نہیں ہو سکتا نہایت الامر اگر کوئی کد
ریزی کرے تو جواز و اباحت تک نوبت آوے گی مگر مباح کو سنت و واجب جاننے سے پھر منکر و بدعت ہو جاوے گا جیسا کہ قول ابن مسعودؓ اور
ملا علی قاریؒ اور روایت عالمگیریہ سے واضح ہو گیا بہرحال اس قیام کو واجب رکھنا حرام ہے اور کہنے والا فاسق مرتکب کبیرہ کا ہے کیونکہ جو عمل
کہ شارع منع فرماوے وہ اس کو واجب کہتا ہے تو محض مخالفت شریعت غرا کی ہوئی قال اللہ تعالیٰ ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له
الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولی ونصله جهنم وساءت مصیرا الایۃ الحاصل قیام وقت ذکر ولادت کی یا یہ وجہ ہے کہ
لوگ کسی روایت موضوعہ کو سند جواز کرتے ہیں یا کسی قول یا فعل کسی بزرگ سے متمسک ہوئے ہیں سو معلوم ہو چکا کہ موضوعات اور اقوال و افعال
بزرگان سے ندب و جواز ثابت نہیں ہوتا جب تک کوئی دلیل شرعی نہ ہووے تو ایسی صورت میں ہرگز ندب وغیرہ کا ثبوت نہیں اور جو بزعم خود
وہ ثابت جان رہے ہیں تو تاہم درصورت واجب مؤکد جاننے کے بدعت ہو جاوے گا یا یہ وجہ ہے کہ روح پاک علیہ السلام کی عالم ارواح سے
عالم شہادۃ میں تشریف لائے اس کی تعظیم کو قیام ہے تو یہ بھی محض حماقت ہے کیونکہ اس وجہ میں قیام کرنا وقت وقوع ولادۃ شریفہ کے
ہونا چاہیے اب ہر روز کونسی ولادت مکرر ہوتی ہے پس یہ ہر روز اعادہ ولادت کا تو مثل ہنود کے کہ سانگ کنھیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں
یا مثل روافض کے کہ نقل شہادت اہل بیت ہر سال بناتے ہیں معاذ اللہ سانگ آپ کی ولادت کا ٹھیرا اور خود یہ حرکت قبیحہ قابل لوم و حرام
و فسق ہے بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے وہ تو تاریخ معین پر کرتے ہیں ان کے یہاں کوئی قید ہی نہیں جب چاہے یہ خرافات فرضی بناتے
ہیں اور اس امر کی شرع میں کہیں نظیر ہی نہیں کہ کوئی امر فرضی ٹھیرا کر حقیقت کا معاملہ اس کے ساتھ کیا جاوے بلکہ یہ شرع میں حرام ہے لہٰذا
اس وجہ سے یہ قیام حرام ہوا اور موجب تشابہ کفار یا فساق کا ٹھیرا یا یہ وجہ ہے کہ ان مبتدعین کے زعم فاسد میں روح پر فتوح اس مجلس
پر اشرار و معاصی اور غیر مشروعات اور مجمع فساق و فجار و محضر بدعات و شرور میں تشریف لاتے ہیں معاذ اللہ تو اگر یہ عقیدہ ہے کہ آپ عالم
الغیب ہیں تو یہ عقیدہ خود شرک ہے قرآن میں ہے وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمها الا هو الایۃ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر
وما مسنی السوء الایۃ پس باین عقیدہ قیام کرنا خود شرک ہو گیا اور جو عالم الغیب نہیں کہتے مگر دوسری دلیل و حجت تشریف آوری
کی ہے تو خوب سمجھ لو کہ باب عقائد میں نص قطعی واجب ہے احاد و ظنیات پر عقیدہ کا ثبوت ہرگز نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ ضعاف موضوعات
سے تو باب تشریف آوری میں کونسی روایت قطعی ہے جس پر یہ عقیدہ کیا جاوے تو پس یہ عقیدہ محض اتباع ہوا و کید شیطان ہے ایسی
صورت میں یہ قیام باین عزم گناہ کبیرہ ہووے گا الحاصل یہ قیام صورت اولیٰ میں بدعت و منکر اور صورت دوسری میں حرام و فسق اور تیسری
صورت میں کفر و شرک چوتھی صورت میں اتباع ہوا و کبیرہ ہوتا ہے پس کسی وجہ سے مشروع و جائز نہیں پھر اس کو واجب کہنا صریح مخالفت
شارع کی کرکے کافر و فاسق ہونا ہے نجانا اللہ تعالیٰ منہ واللہ تعالیٰ اعلم اور ضمن تقریر سے اہل فہم کو یہ بھی واضح ہو گیا کہ خود یہ مجلس میلاد
ہمارے زمانہ کی بدعت و منکر ہے اور شرعاً کوئی صورت جواز اس کی نہیں ہو سکتی واللہ الہادی الی سبیل الرشاد۔ فقط کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید
احمد گنگوہی عفی عنہ۔ اب بعد نقل ہر دو فتوی کے ناظرین غور سے ملاحظہ فرماویں کہ مولوی احمد علی صاحب مرحوم نے اصل ذکر مولود کو مستحسن

از جہت بعد و فقر امتناع نیارد و قصد بگذارد حاجت شکم را بلکہ نیت کند اقتدائے سنت کا دخال سرور در دل مسلم، پس اگر کوئی متمول بمقتضائے شرع پر کھانا
کھلائے محفل مولد شریف میں باکم مقدور در الا محض شیرینی اور کچھ بوجہ ماحضر کے لئے اہل اسلام کو تکلیف دے اس کو ضیافت شرع سمجھتے ہیں اور
لوگ اس کے پاس آنے والے عربی زبان میں ضیف اور فارسی میں مہمان کہلائیں گے اور عطر ملنا ان کی تعظیم اور اکرام ہے مقام غور ہے کہ تم کہ دو
سنت تھا اور مراسم اکرام ضیف بھی سنت ہیں پھر سنتوں کا نام جو کوئی بدعت ضلالت رکھے اس کو خدا سمجھے ع جو اس پر بھی نہ سمجھے وہ تو اس بت کو خدا سمجھے
مدعائے اصلی پر آویں محفل مولد شریف میں وہ چیز کہ اصل عبادت اور بنیاد محفل کی اس پر ہے وہ ذکر خیر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آداب و تعظیم و تکریم
کی یہ کہ اگر کوئی فرش اور خیمہ اور شامیانہ میز چوکی وغیرہ آراستہ کرے اور اسمیں کچھ ذکر نہ ہو اس کو مولد شریف نہ کہیں گے اور اگر کسی موقع میں کوئی شخص کو
ہو کر درود یا مدح پڑھنے لگے اس کو بھی مولد شریف نہ کہیں گے اسی طرح اگر کوئی آدمیوں کو کھانا کھلا دے یا شیرینی بانٹ دے اس کو بھی مولد شریف نہ کہیں گے
اسی طرح اگر کسی جلسہ میں بخور سلگایا جاوے یا عطر لوگوں کو ملا جاوے اس کو بھی مولد شریف نہ کہیں گے پس معلوم ہوا کہ محفل کا نام محفل مولد شریف اسی
سبب ہوتا ہے کہ اس میں ذکر ولادت شریف مع بعض صفات و معجزات و خرق عادات وغیرہ کیا جاتا ہے اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اصل اس محفل کی ذکر ہی
ہے اور یہ ہم ثابت کر چکے کہ حضرت کے چچا عباسؓ نے یہ ذکر پڑھا اور آپ نے اور جمیع صحابہؓ نے سنا پس ثابت ہو گئی اصلیت مولد شریف کی باقی یہ امور
ملحقات جو عارض ہیں یہ نہیں نکالتے اصل سنت ہونے سے مثال اس کی یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی تعلیم دین ہوتی تھی اور بہ

بحث اور تکلفات ضیافت کی بحث محض کم فہمی مؤلف کی ہے پس اب غور کرنا چاہیئے کہ شرع سے نہ یہ ضیافت مباح ہے اور نہ اضیاف کا اکرام روا ہے پھر
کو سنت کہنا مؤلف کے فہم نارسا نے روا کیا ہے کوئی اہل علم اس کو جائز نہیں کہہ سکتا پس وہ تذکرہ کہ ان سے ایسا بھی مکروہ بن گیا لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور
سنن کا مجموعہ بھی وہی محمود ہوتا ہے کہ خالی کراہت و بدعت سے ہو اور جمیع موافق حکم شرع کے ہو ورنہ جمیع سنن سے کراہت بھی حاصل ہوتی ہے دیکھو کہ
قرآن دیکھکر پڑھنا سنت تھا اور نماز سنت تھی مجموعہ مکروہ مشابہ باہل کتاب ہو گیا اور رکوع مشروع اور قرآن مشروع اور جمیع دونوں کا مکروہ ہوا
علی ہذا مگر مؤلف نے ایک قاعدہ سیکھ لیا ہے کہ جس کی مفردات اجزا مباح ہو ویں گے مرکب بھی مباح ہی رہے گا اور یہ خود نا تمام ہے اور تحقیق اس کی ہو
چکی ہے مؤلف نے یہ سن لیا کہ اکرام ضیف سنت ہے اور تکلیل شئے بھی دعوت ہوتی ہے پس عالم بن گئے اور بدعات کو سنت بتانے لگے اب دیکھو کہ بدعت
کو سنت کہنے والا کون ہے قولہ محفل مولد شریف میں وہ چیز الخ اقول یہ مؤلف کی بے سود تقریر ہے مولود ذکر خیر کا نام ہے مگر اس کے ساتھ اگر کوئی امر مکروہ
منضم ہو جاوے گا تو مجموعہ لاریب مکروہ ہو جاوے گا کہ مجموعہ حلال و حرام کا حرام ہی ہوتا ہے صدہا مثالیں موجود ہیں اور قاعدہ کلیہ فقہ کا ہے،
اذا اجتمع الحرام و الحلال غلب الحرام، پس ان امور لاحقہ سے بیشک حرمت و کراہت آوے گی یہ بدیہی کا انکار نہایت بلاہت ہے صلوۃ قرآن
کو دیکھکر پڑھنے سے اور اشتمال صما سے اور سدل سے اور ارض مغصوبہ میں اور آگ اور تصویر کے روبرو مکروہ ہو گئی ذرا آنکھ کھول کر دیکھئے حاصل یہ
ہے کہ جو قید تغیر حکم شرع کا کر دیوے گی بدعت و کراہت حاصل ہو جاوے گی ورنہ نہیں اور سنت ہونا قید کا مانع بدعت ہونے کا نہیں ہوتا،

مدارس اسلامیہ کے جزوی انتظامات سب ثابت بالسنۃ
ہیں یہ وجہ معارض ہرگز نہیں .... بن سکتے

قولہ مثال اس کی الخ اقول اول تو مؤلف نے مثال امر لاحق کی چوری ہے بالکل غلط
ہے کیونکہ مولود میں جو امور لاحق ہیں یا خود مکروہ ہیں یا بلحوق و تغیر کے سبب مکروہ
ہو گئے ہیں مگر بہر حال ایک امر زائد علی الاصل ذکر ہے اور اس مثال میں کوئی امر زائد تعلیم پر نہیں نفس تعلیم ہی تعلیم ہے ہاں تعلیم کے دو طریق تھے تبدل
طرز ہی علی زعم مؤلف نہ لحوق امر زائد سو مؤلف کے فہم میں از سر خطا ہے دوسرے یہ کہ زمانہ فخر عالم میں دونوں طریق موجود تھے آپ بھی فرماتے

ل ضیف کی جمع مہمان کے جائز کے مادہ جیسا کہ سنت کی جمع ہے شامل ہے لاحق ہونا شامل ہونا،

کہ تعظیم و قیام بہیئت کذائی سے ہے یہ بدعت اور ضلالت ہے علی ہذا القیاس عارض ہونے اس ہیئت کذائی سے محفل مولد شریف بھی سنت ہونے سے
خارج نہیں ہو سکتی اور بدعت ضلالت کہنا اس کا لغو اور ضلالت ٹھیرا یہاں تک تو بیان تھا اس بات کا کہ محفل مولد شریف کی اصل ثابت ہے
اب بیان کیا جاتا ہے دوسری بات یعنی اس کی نظیر اور مثل بھی ثابت ہے بیان اس کا یہ ہے کہ عمل مولد شریف ایک شکریہ ہے نعمت خداوندی کا چنانچہ
[illegible] نے مولد شریف کے حق میں لکھا ہے مشعر بمحبۃ صلی اللہ علیہ وسلم و تعظیمہ فی قلب فاعل ذلک و شکر اللہ علی ما من بہ
من ایجاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی مولد شریف کرنا خبر دیتا ہے کہ اس کے بانی کو محبت ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور تعظیم اُن کی اس
کے دل میں ہے اور شکر خدا تعالیٰ نے پیدا کر دینے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بابت مسلمانوں پر احسان ظاہر کیا ہے لقد من اللہ علی المومنین
اذ بعث فیہم رسولا الآیۃ یہ محفل مولد شریف کا شکر ہے اس منت خداوندی کا حدیث شریف میں وارد ہے التحدث بنعمۃ اللہ شکر
پس یہ بات ثابت ہو گئی کہ اس جلسہ میں اظہار ہے نعمت پروردگار کا کہ اس نے ایسا حبیب ہادی کل ختم رسل ہماری ہدایت کے لیے بھیجا پس اس کی
نظیر جلسہ صحابہ میں ہوتا تھا چنانچہ صحیح مسلم میں ہے ایکروز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک حلقہ صحابہؓ میں آئے پوچھا تم کیوں بیٹھے ہو کہا ہم
بیٹھے ہیں اللہ کی یاد کرتے ہیں اور شکر اس کا ادا کرتے ہیں علی ما ھدانا للاسلام و من بہ علینا یعنی اس بات کا شکر کہ خدا نے ہم کو
ہدایت کی طرف اسلام کے اور احسان رکھا ہم پر اس بات کا کہ راہ راست پر لگا دیا ہم کو تب فرمایا حضرت نے تم کو قسم اللہ کی تم محض شکریہ کے
لیے بیٹھے ہو انہوں نے عرض کی قسم اللہ کی اسی لیے بیٹھے ہیں آپ نے فرمایا ہم نے تم کو اس واسطے قسم نہیں دی کہ تم پر یہ گمان ہو کہ تم جھوٹ
بولتے ہو بلکہ میرے پاس جبریل آئے اور انہوں نے یہ خبر دی کہ ان اللہ عزوجل یباہی بکم الملئکۃ یعنی اللہ تعالیٰ فرشتوں میں تمہارا فخر ظاہر
فرماتا ہے کہ یہ لوگ میری نعمت کا شکر کرتے ہیں اب دیکھیے صحابہؓ میں بھی ثابت ہوا کہ جلسہ اظہار شکر نعمت خداوندی کا ان میں پایا گیا اور جلسہ
میلاد شریف بھی مثل اسی کے فرق صرف نعمت میں ہے وہاں نعمت اسلام پر شکر ہے یہاں خود اس نعمت پر شکر ہے کہ جو اصل بنیاد اسلام و ایمان کی ہے

[illegible] علم والا بھی جانتا ہے کہ مدارس کے سب امور سنت ہیں قرون ثلثہ میں موجود تھے صراحۃً و دلالۃً اور علم فرض عین
[illegible] کی تحصیل میں شارع کی وہ کچھ تاکیدات ہیں کہ کسی ادنیٰ پر بھی مخفی نہیں اور جس ذریعہ مشروعہ سے تحصیل ممکن ہو
[illegible] زیادت بھی حسب ماذکر ہوگا اور سنت اور مطلوب فی الدین و مامور من اللہ تعالیٰ ہوگا اور یہ قیود ملحقہ مجلس مولود کی ہرگز
[illegible] نہیں یہ محفل ہی کوئی ضروری نہیں اگر ضروری ہوتی یا شعار دین کا ہوتا چھ سو سال کیونکر اس سے خالی رہتے اور اب بھی کوئی ترقی دین کی اس
[illegible] طرح طرح کی بدعات کا ایجاد اور عبادات فرائض کی سستی اور بے رغبتی کا باعث ہے مولودیوں کے عقیدہ میں نجات
[illegible] سے اچھی ہو جاوے تو کیا علاج یہ سب امور مشاہدہ ہیں اور علم پر اس ذکر کو قیاس کرنا محض جہل مرکب ہی
[illegible] بہت ظاہر ہے استغفر اللہ ---- اعوذبک من علم لا پس اگر علم دنیا سے اٹھ جاوے اس کا فساد سب پر روشن
[illegible] جاوے کچھ بھی دین میں تغیر نہیں اس کا قیاس اس پر کر کے بزعم فاسد خود بدعات کو جائز کہنا اور مامور سنن اور ماموریات
[illegible] مقیس علیہ امور مبتدعہ مولود کا بنانا کس قدر جہل عن قواعد الدین ہے معاذ اللہ غرض فساد فہم مولف کا اور بطلان اس
[illegible] ہو گیا خلاصہ یہ کہ عبادت مسنونہ لحوق امور مکروہ سے مکروہ اور لحوق امور محرمہ سے حرام ہو جاتی ہے بلا اختلاف
[illegible] اس کا یہ قول کہ امر سنت سے سنت ہی رہتا ہے محض سفسطہ ہی یوں نہیں بلکہ مجموعہ مرکب سنت [illegible]

[illegible] اللہ تعالیٰ کی طرف سے محکوم ہے قواعد دین سے ناواقفیت ... بے رونقی

یعنی حضرت کی اطاعت اور جمیع احکام مان لینے کو اسلام کہتے ہیں بنا برعلیلا بد اس جلسہ شکریہ میں بھی امید ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے
میں مخبر با نیان محفل کا ظاہر کرے کیوں کہ علت شکر اس جلسۂ منصوصہ اور اس محفل میں مشترک ہے لا جرم یہ بدعت نہ ٹھیری اور اگر مثل اور نظیر اس
طرح پر طلب کرتے ہو کہ ایسا جلسہ مسنونہ بتاؤ جس میں چند سنتیں مثل جلسۂ مولد شریف کی مجتمع ہوں تو اس کی بھی نظیر شرع میں موجود ہے مثلاً شادی
عروسی کہ اس میں اجتماع ہے مومنین کا اور ذکر اللہ بھی اس میں ہے اس لئے کہ خطبہ نکاح کا جو سنت ہے جلسہ نکاح میں پڑھا جاتا ہے بعد ازاں خرما وغیرہ
تقسیم کر دیا جاتا ہے یا حاضرین کے ہاتھوں لٹا دیا جاتا ہے فتاویٰ عالم گیری میں ہے لا بأس بنثر السکر والدراهم فی الضیافة وعقد النکاح
اور مولوی اسحاق صاحب نے مسائل اربعین میں لکھا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ سلم نے نکاح فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں لوگوں کو جمع
کر کے خطبہ پڑھا ایجاب قبول کیا چھوارے لٹائے اور نیز جس وقت آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت ام حبیبہؓ سے نجاشی بادشاہ حبش نے
اپنے ملک حبش میں کیا تو حضرت جعفرؓ اور جمیع مہاجرین کو جمع کر کے خطبہ پڑھا ایجاب قبول کیا بعد ازاں سب کو کہا کہ ابھی بیٹھے رہو یہ سنت انبیاء
کی ہے کہ بعد نکاح کے کچھ کھانا کھاویں تب کھانا منگا کر سب کو کھلایا یہ بھی مسائل اربعین میں ہے اب دیکھئے اگر نکاح میں عقد نکاح کا سرو

اسی ہوتا ہے گو وہ نفس جز و سنت کا سنت ہو قولہ یہاں تک تو بیان تھا الخ **اقول** مؤلف کس قدر غافل ہے پھر وہی لغو ذکر کی فضل اس عمل اول
سے ثابت کرنے لگا اس میں کس کو کلام ہے مگر مؤلف کو ڈر معتبر ہے اور یہ حدیث حلقہ صحابہؓ کی بھی وہی بیان مطلق ذکر و شکر میں ہے اس سے مؤلف
کو سوائے تطویل کے کوئی نفع نہیں اور مانعین کے کچھ خلاف نہیں لہٰذا اس کا جواب کیا لکھا جاوے کہ یہ مسلم اہل سنت کا ہے **قول** اگر مثل اور نظیر اس
طرح پر الخ **اقول** فی الواقع مؤلف کو اثبات مدعا میں ید طولیٰ ہے کیا عمدہ طرح اثبات قیود مولود کو کرتا ہے سکتے کے قابل ہو غرض تو اس کی اثبات
جماع کی ہے اور نظیر کراہت کی لکھی سنو کہ مانعین کا تو قول حسب ارشاد شارع کے یہ ہے کہ کسی جائز مطلق کے ساتھ اگر ایسے امور منضم ہو جاویں کہ وہ
ممنوع ہوں تو مجموعہ ممنوع ہو جاتا ہے اور جو ایسے امور منضوم ہوں کہ مباح ہیں یا مستحب ہیں تو اگر اپنے درجہ اباحت و استحباب پر رہیں تو درست
ہیں اور جو اپنے درجہ سے بڑھ جاویں تو بدعت ہو جاتے ہیں اور یہ امر تمام کتب میں مصرح ہے پس شادی نکاح میں جو امور سنت سے ثابت ہیں
وہ مستحب ہیں یا مباح پس اگر شادی میں کوئی امر غیر مشروع مل گیا جب بھی وہ مجمع غیر مشروع ہو گیا اور جو ان امور کو واجب جاننے لگے یا واجب
جیسا معاملہ ہونے لگے جب بھی ممنوع اور بدعت ہو کر مجمع بدعت کا ہو جاوے گا اور شرکت وہاں کی منع ہو جاوے گی پس بعینہ یہی حال اس مجلس
مولود کا ہے بلا تفاوت ہم کو زیادہ شرح کی کیا حاجت ہے مؤلف خود ہی کہتا ہے مگر ہاں ... شادی کی بدعات میں وہ معصیت اور مواخذہ
نہیں جو مولود کی بدعات میں ہے کیوں کہ وہ امر دنیا کا تھا اور یہ ذکر پاک دین کا اور سرور عالم علیہ السلام کا ذکر اس کی مناہی پر سخت باز پرس
ہوتی ہے الحمد للہ کہ مؤلف کے منہ سے حق بات نکلی مگر بھول کر نکل آئی پس اگر مؤلف اجتماع امور مباحہ کو مثل مجمع شادی کے جانتا ہے تو اب تاکد
کی صورت میں کیوں ان کے بدعت ہونے سے تامل کرتا ہے کلمہ پڑھ کر اقرار کر لیوے پس مومنین متبعین سنت میں داخل ہو جاوے گا اب ناظرین
مؤلف کے علم کو قیاس کریں کہ ہر دفعہ اثبات قیود کے واسطے عزم کرتا ہے تو مطلق فضائل ذکر مولود کے بیان کر کے کوئی قیاس کی بات یا مجمل
بات قیود میں ذکر کرتا ہے یہاں بھی اسی فکر میں یہ قیاس پیش کیا ہے جو بالکل اس کے مدعا کے خلاف ہے یہ کمال فہم ان کا ہے اور صوم عاشورا
کا جواب گذر چکا کہ وہ روزہ بسبب عادہ شکر کے نہیں تھا، بلکہ بایجاب اللہ تعالیٰ تھا اور عادہ سرور عید کی طرح عادت یہود کی تھی کہ فخر عالم
نے اس کو ترک کرا دیا تھا پس یہ نظیر ہرگز نہیں ہو سکتی تھوڑے سے فہم کی حاجت ہے بخاری و مسلم میں ہے کہ ایک یہودی نے حضرت عمرؓ سے کہا

ملہ دعویٰ ۔ ملہ عبارت ۔ ملہ مثال ۔ ملہ خدائے تعالیٰ کے واجب کرنے سے

یہاں یعنی مجلس میلاد شریف میں اس سے کہیں زیادہ بڑی نعمت یعنی وجود باعث ایجاد عالم کا سرور ہے وہاں خطبہ میں توحید وما قرار رسالت
ہے یہاں بھی وہ مضمون بہ تفصیل وشرح موجود وہاں تقسیم شیرینی وخرما واطعام طعام ہے یہاں بھی علی ہذا القیاس یہ باتیں موجود ہیں اور اگر سال
بسال دائمی ہونے کی مثلیت مطلوب ہو تو محدثین صوم عاشورا کی نظر دیکھتے ہیں کہ موسی علیہ السلام کی نجات کا شکریہ سال بسال کب سے چلا آتا ہے
غرضکہ میلاد شریف کی اصل بھی شرع میں موجود ہے اور نظیر اور مثل بھی بنا بر علیہ موافق قول مولوی اسماعیل صاحب کے یہ محفل بدعت نہیں اب
ایک دوسری تقریر سے ثابت کرتے ہیں کہ یہ محفل سنت ہے مولوی اسماعیل صاحب تذکیر الاخوان میں مجتہد کی نکالی چیز کو سنت میں داخل کرتے
ہیں اور مجلس میلاد اگرچہ بدین ہیئت مجموعی کسی مجتہد مطلق نے خود ایجاد نہیں فرمائی لیکن مجتہدان مطلق نے ایسے عمدہ قاعدے کلیہ ایجاد کئے کہ
مجلس ان قاعدوں میں داخل ہو گئی مثلاً حضرت امام مالکؒ حدیث کی تعلیم اس طرح کرتے تھے کہ اول غسل کرتے تھے پھر فرش چوکی ہوتا مسند
بچھتی عود ولوبان وغیرہ بخور خوشبو سلگتی پھر منبر پر بیٹھکر کمال تعظیم سے بیان فرماتے لوگوں نے پوچھا یہ اہتمام کیوں کرتے ہو فرمایا تعظیم کرتا ہوں
حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تب کسی نے اعتراض نہ کیا اور چپ ہو گئے امام مالکؒ خیر القرون میں تھے تابعین میں تھے اور مجتہد تھے
ان کے فعل سے یہ آداب ثابت ہوئے پھر جس نے ان پر اعتراض کیا وہ ان کی دلیل معقول سن کر چپ ہوا کہ واقعی حدیث رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی تعظیم ہے پس دوسروں کا سکوت کرنا بعد اعتراض کے یہ بھی قول امام مالکؒ کو موید ہو گیا علاوہ بریں اس وقت سے آج تک جمیع کتب
حنفیہ مالکیہ شافعیہ میں یہ دستور العمل مکتوب ہو گیا کہ حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے مکان عالی پر بیٹھنا خوشبو لگانا تعظیم مدنظر
رکھنا مستحب ہے مدارج النبوۃ اور مواہب اور شرح مواہب وغیرہ سے یہ بات ظاہر ہے اور معلوم ہے سب کو یہ بات کہ محفل مولد شریف میں
احادیث ومعجزات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے اس میں اس قسم کے آداب کئے جاتے ہیں پس یہاں تک تو محفل مولد شریف فعل
خیر القرون میں داخل اور سنت میں شامل ہے باقی رہا درود وسلام ومدح کھڑے ہو کر پڑھنا تعظیماً اس کی اصل بھی مجتہدوں سے ثابت ہے

کہا کہ اگر یہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی الآیۃ ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس روز کو عید بنا لیتے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہمارے
یہاں خود اس روز کو پہلے سے حق تعالی نے عید بنا رکھا ہے اس روز دو عید تھی جو یہ آیت نازل ہوئی عرفہ اور جمعہ اس سے یہ بھی معلوم ہوا
کہ یوم حصول نعمت کو یہود عید بناتے تھے اور ہمارے شرع میں یہ نہیں ہے کہ کسی دن کو ولادت سے لے کر آخر تک شرح صدر اور نبوت اور معراج
وغیرہ انعاما اس امت پر ہوئی مگر شارع نے کہیں کوئی عید وضاکی نہ حکم دیا نہ کہیں قرون ثلثہ تک کچھ ہوا پس ایسی حالت میں اگر سرور لبطور
عید کرنے کو یوم ولادت فخر عالم میں تشابہ یہود کا بھی کوئی کھٹکا نہ ہوئے تو بجا ہے باقی رہا سرور ولادت سو وہ ہر دم لازم ایمان ہے اگر اس کا اظہار
بطور مشروع کسی وقت ہو اس کو کوئی منع نہیں کرتا ہاں بدعت کی طرح پر لاریب ممنوع ہے پس مولف کے سب قیاس برہم ہو گئے محض دعوی بمغز
باقی ہے اور بس

مجلس نکاح وصوم یوم عاشورہ نظیر اور مثل مجلس مولد مروج نہیں ہو سکتے جیسا کہ سرلف کا
مجلس امام مالک عند الحدیث تعطر وتبخر وتادب اہل بدعت کو مفید نہیں

قولہ اب دوسری تقریر سے ثابت کرتے ہیں الخ **اقول** خلاصہ تقریر یہ ہے
کہ امام مالکؒ درس حدیث غسل وتطییب کے ساتھ کرتے تھے امام مالکؒ
کا حال شرح نخبہ وغیرہ میں منقول ہے۔ سر ... کان اذا اراد ان یحدث توضاء وجلس علی صدر فراشہ وتمکن فی جلوسہ بوقار وهیبۃ وحدث
رضی اللہ عنہ کان یغتسل ویبخر ویتطیب انتہی ایسی طہارت نظافت وتعطر جو یہاں منقول ہے سب اذکار قرآن ونوافل وحدیث میں باتفاق مندوب

حضرتؐ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا تمہاری بہ نسبت ہم کو زیادہ مناسبت ہے موسیٰ ؑ سے تب آپؐ نے روزۂ عاشورا رکھا اور صحابہؓ کو بھی حکم دیا یہ حدیث صحیح ہے مسلم اور بخاری میں موجود ہے اب دیکھیے کہ کب فرعون ڈوبا اور کب موسیٰ علیہ السلام نے نجات پائی اور جب سے اب تک وہ شکریہ اس نعمت کا جاری ہے کہ جب وہ روز عاشورا محرم کا آتا ہے ہر سال اہل اسلام اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پیدا ہونا تو ایسی بڑی نعمت ہے کہ نزولِ مائدہ عیسیٰ ؑ اور نجات موسیٰ علیہ السلام سے کہیں فائق اور افضل اور اکمل ہے پس یہ دن ہر سال آوے کیوں کہ اس میں فرحت و سرور ظاہر نہ کیا جاوے اور شکر الٰہی کیوں نہ ادا کیا جاوے جب روز معین کا ہر سال؟ سو جب اعادۂ سرور ہونا قرآن و حدیث سے ثابت ہو گیا تو روز میلاد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو نہایت درجہ کو قابل اس کے ہے کہ اس کو یوم سرور کیا جاوے علاوہ ان دلائل کے اور بھی حدیث صحیح درباب تعین و قرار یابی یوم سرور بباعث ظہور نعمت علماء محققین نے مثل مفتی سعد اللہ وغیرہ نے بیان فرمائی ہے اور یہ بات تو اس قسم کی ہے کہ ابو عبد اللہ بن الحاج جن کو یہ صاحب فہرست مانعین میں لکھتے ہیں اور اپنا طرف دار شمار کرتے ہیں یعنی ان کو مانع عمل مولد شریف جانتے ہیں انہوں نے اس تخصیص افضلیت ماہ ربیع الاول کو مسلم رکھا ہے عبارت ان کی مدخل میں یہ ہے هذا الشهر العظيم الذى فضل الله تعالى وفضلنا فيه بهذا النبي الكريم الذى من الله تعالى علينا فيه بسيد الاولين والآخرين كان يجب ان يزاد فيه من العبادة والخير شكر على ما اولى نابه من هذه النعم العظيمة وقد اشار عليه الصلوة والسلام الى فضيلة هذا الشهر العظيم بقوله عليه السلام للسائل الذى ساله عن صوم يوم الاثنين فقال له عليه السلام ذلك يوم ولدت فيه فتشريف هذا اليوم متضمن لتشريف هذا الشهر

ہو گیا۔ باقرار مؤلف کہ یوم نزول مائدہ کو نصرانیوں نے عید بنایا اب یوم ولادت کو عید بنانے میں تشابہ نصاریٰ سے ہونے کی یہ دوسری وجہ پیدا ہوتی ہے اور ہماری شریعت میں ہرگز جائز نہیں کہ یوم ورود نعمت کو عید بنایا کریں چنانچہ بالا بیان اس کا ہو لیا پس یہ قول و دعویٰ مؤلف کا باطل ہو ہرگز ہمارے شرع میں کوئی اصل اس کی نہیں لہٰذا یہ تعیید[1] درست نہیں سو قرآن سے تو استدلال لانا مؤلف کا باطل ہوا اب صوم عاشورا کی دلیل کو دیکھو کہ پہلے اس کی خوب تحقیق ہو چکی ہے کہ فخر عالم علیہ السلام نے یہ روزہ عادۃً اور بافتراض اللہ تعالیٰ رکھا ہے نہ شکراً النجاۃ موسیٰ ؑ پس یہ استدلال مؤلف کا بھی باطل لاشئے ہے اور ایک تصرف مؤلف نے اس حدیث میں کیا ہے فنحن نصومه شکرًا للہ تعالیٰ یہ کسی حدیث میں نہیں یہ مؤلف نے زیادہ کی ہے حدیث فنحن نصومه ہے فقط بس زیادۃ لفظ شکراً کی افتراء علی الحدیث ہو مگر پھر بھی کام نہیں چلے گا جیسا پہلے مذکور ہو لیا پس عید ٹھہرانا یوم سرور کو سنت ہوئی یہود کی اور سنت ہوئی نصاریٰ کی اور مشترک ہے یہ اس شریعت میں پس تعیید یوم ولادت میں اپنی رائے سے تشبہ یہود و نصاریٰ کا ہوتا ہے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ نفرت کہ عاشورا کی عید میں فرمایا خالفوا اليهود وصوموا انتم وعن عائشة قالت كان رسول الله صلے الله عليه وسلم يصوم يوم السبت ويوم الاحد اكثر ما يصوم من الايام ويقول انهما يوم عيد المشركين فانا احب ان اخالفهم کہ مخالفت عید نصاریٰ اور یہود کے واسطے ان دونوں یوم کا روزہ رکھتے تھے اور مؤلف صاحب اس فعل یہود و نصاریٰ کی حجت لا کر مقیس علیہ بناتے ہیں سو یہ عین مخالفت امر شارع کی ہے یا نہیں ذرا مؤلف آنکھ کھولے ہوشیار ہو دے پس ایسی ہی غلط اقوال اور خلاف شرع توجیہات سے اپنے ابتلا کو رواج دیتا ہے اور نہیں سمجھتا اور دیگر احادیث جواز تعیید کی مؤلف نے نقل نہ کی ورنہ اس کا بھی حال اس کو معلوم ہو جاتا پھر اس ثبوت پر مؤلف بے خبر کیسا خوش ہوتا ہے ماشاء اللہ

صوم یوم عاشورا کا تفتیش بر آب ہونا عبارت مدخل مفید تعین وقت میلاد نہیں | قولہ ابو عبد اللہ ابن الحاج الخ اقول مؤلف کر نقل عبارت

[1] مائدہ قرآن کے نازل ہونے کا دن [2] عید منانا [3] فرض قرار دینا [4] پس ہم روزہ رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے [5] جس پر قیاس کیا جائے،

شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے پس جب کہ نہی ثابت نہ ہوئی تو موافق اصل قاعدہ مقررہ مسلمہ علمائے فقہ کے جن کو علامہ شامی اور محقق ابن ہمام وغیرہ لکھتے ہیں کہ جمہور حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک اصل اشیاء میں اباحت ہے یہ قیام مباح امر ٹھیرا اور جب کہ اس مباح امر میں نیت کی گئی تعظیم شان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تو بباعث قرین ہونے اس نیت حسنہ کے یہ قیام مستحسن اور مستحب ہو گیا، چنانچہ مولد کبیر ابن حجر اور سیرت حلبی و تفسیر روح البیان و عقد الجواہر وغیرہ میں اس کے استحسان پر تصریح ہے اور عمل ہے اسی پر حرمین شریفین اور جمیع بلاد اسلامیہ میں جن ملکوں کا ذکر رسالہ میں ملا علی قاری وغیرہ کے کلام سے نقل کیا گیا ہے بھلا جو عمل باتفاق سواد اعظم مستحب اور مستحسن ہو اس کو بدعت سیئہ اور بدعت ضلالہ کہنا مقتدائے آئین انصاف و تدین کے خلاف ہے اور شرک اور کفر کہنا اس کا تو محض خرافات اور مالیخولیا ہے اس لئے کہ شرح عقائد نسفی میں معنی شرک کے یہ لکھے ہیں کہ شرک اس کو کہتے ہیں کہ کسی کو خدائی میں شریک کریں، یعنی جیسے اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے ایسا ہی کسی دوسرے کو مستقل بالذات واجب الوجود سمجھے یا جس طرح خدا کو مستحق عبادت جانتے ہیں دوسرے کو مستحق عبادت جانے انتہی اور وقت ذکر ولادت شریف کھڑا ہو کر مدح و سلام پڑھنے میں یہ دونوں باتیں نہیں پھر شرک کیسا؟ اور اگر متقدمین یعنی عقائد نسفی کا کلام نہیں سنتے اپنے متاخرین ہی کا کلام

قیام تعظیمی کی مذہب کو تو ہو تا معترض تسلیم کرتا ہے خصوص کو بھی بوجہ تخصیص بدعت کہتا ہے مگر مؤلف ہنوز فہم مطلب سے عاری ہے اس کی زیادہ شرح بے فضول معلوم ہوتی ہے کہ اس کلام مخبوط کا حال اہل علم پر روشن ہی ہو چکا ہے کہ معترض کچھ کہتا ہے اور مؤلف اور ہی کچھ بک رہا ہے استغفر اللہ استغفر اللہ پس اب تفریع مؤلف کی کہ جب کہ نہی ثابت نہ ہوئی الخ بے جوڑ کلام ہوگئی کیوں کہ نہی تو کلیہ میں ثابت ہو چکی اور ہم مطلع کر چکے اب اباحت اصلیہ میں ہرگز مفید نہ موجود ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ایسا کلام خبط بھی کسی نے نہ دیکھا ہوگا **قولہ** اور جب کہ اس امر مباح میں الخ **اقول** قیام مباح تو تھا مطلقاً اور تعظیم شان ذکر فخر عالم علیہ السلام کے واسطے مستحب بھی تھا مگر جہلاء کی تقیید و تخصیص اور عوام کی سنت و وجوب کے بدعت و مکروہ ہوا تھا اب مؤلف کہیں تو سمجھ کیا تجویز ہی بالذات ختم ہوگئی پس اصل اباحت و ندب معارض اس بدعت عارضیہ کی نہیں اور مولد کبیر وغیرہ میں جو مستحسن کہا ہے تو اصل مطلق کی فرد کی وجہ سے کہا ہے بظن غالب وہاں عروض اس قید و تاکد کا نہ ہوا تھا، بخلاف ہمارے زمانہ کے کہ جہلاء کا حال مشاہد ہے پس اب ہرگز وہ امر مندوب نہیں، بلکہ اب مکروہ و بدعت ہے اور اگر تقیید و تاکد کو یہ علمائے مذکورہ بدعت نہیں کہتے تو ہرگز ان کا قول معتبر نہیں بلکہ بمقابلہ نصوص کے مردود ہوگا پہلے اس کا ذکر ہو چکا مگر مؤلف کا فہم غلط ہے، علی قاری کا قول شرح حدیث ابن مسعودؓ میں صاف دلالت کرتا ہے کہ ان کی مراد وہی ہے جو بندۂ عاجز لکھتا ہے اور سواد اعظم کی بحث بھی ہو چکی اب بحال مؤلف بدفہم کے واسطے بار بار لکھا جاوے گا مالیخولیا کا علاج نہیں **قولہ** اور شرک اور کفر کہنا الخ **اقول** کوئی صفت خاصہ حق تعالیٰ کی کسی کو ثابت کرنا بھی شرک ہے اور کوئی کام عبادت غیر اللہ کے ساتھ کرنا بھی شرک ہوتا ہے اور شرک دون شرک بھی محقق ہے قال فی المسایرۃ الالوہیۃ الاتصاف بالصفات التی لاجلہا استحق ان یکون معبوداً ای صفاتہ التی توحد بہا سبحانہ لا شریک لہ لا یشبہہ شیٔ منہا انتہی شرح مواقف میں ہے والتوحید اعتقاد عدم الشریک فی الالوہیۃ وخواصہا انتہی وفی الحدیث من حلف بغیر اللہ فقد اشرک الحدیث الریاء شرک الحدیث پس قیام دست بستہ بخشوع ۔۔ جو کہ ایک رکن نماز ہے کہ حق تعالیٰ کے روبرو دست بستہ کھڑے ہوتے ہیں تو اگر اسی طرح فخر عالم کو حاضر بعلم استقلالی محفل مولود میں جان کر دست بستہ کھڑا ہوگا جیسا جہلا کا عقیدہ ہے تو البتہ شرک ہووے گا پس معترض کا یہ کلام جہلاء کے عقیدہ پر ہے اگرچہ فہمیدہ کی نسبت شرک حقیقی نہیں مگر بدعت سے خالی

تعظیم کو نبطا میں کا مطلب صحیح نہ ہو سکے بے وقوفی کنندہ میں کے تعینات عقلمند کے ساتھ۔

سو مولوی اسماعیل صاحب تقویۃ الایمان کی فصل شرک فی العبادت میں کہتے ہیں اللہ کی سی تعظیم کسی اور کی نہ کی چاہیئے اور جو کام اس کی تعظیم کے ہیں اور کسی کے واسطے نہ کیجئے انتہی کلامہ اب قیام کو دیکھنا چاہیے کہ خاص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے یا اور کسی کے واسطے بھی ہے اور قیام دست بستہ عبادت بھی ہے یا نہیں مولوی اسماعیل صاحبؒ کے دادا پیر شاہ عبدالعزیزؒ تفسیر عزیزی پارہ الم میں لکھتے ہیں ،، در حقیقت چیزیکہ نماز غیر از تکبیر پیدا کند رکوع و سجود است و قیام اختصاص بہ نماز بلکہ بعبادت ہم ندارد انتہی اور علامہ حلبی نے لکھا ہے شرح کبیر منیہ ،، ولا القیام لم یشرع عبادۃ وحدہ و ذلک لان السجود غایۃ الخضوع حتی لو سجد لغیر اللہ یکفر بخلاف القیام ،، شاہ صاحب اور حلبی کی عبارتوں سے ظاہر ہو گیا کہ قیام خود بالذات عبادت نہیں اور نہ کچھ نماز اور عبادت کے ساتھ اس کو خصوصیت پس اللہ کی خاص تعظیموں میں قیام کو شمار کرنا خدا پر بہتان ہے کہ کلام کو رد کرتا ہے ، خلاصہ یہ کہ نماز میں جو قیام عبادت گنا جاتا ہے سو بباعث اشتمال چند قیود کے عبادت گنا گیا ہے طہارت کاملہ اور استقبال قبلہ کا شرط ہونا اور قرأت کا واقع ہونا اور وسیلہ تکرار الرکوع والسجود ہونا اگر نماز میں ان باتوں کا خیال نہ ہوتا تو نماز میں قیام مشروع نہ

بھی نہیں کیوں کہ بدون اس عقیدہ کے بھی تخصیص مطلق تو حاصل ہی ہے پس وقت ذکر ولادت کے قیام دست بستہ بدینؐ عقیدہ شرک ہو اگر علم غیب حق تعالیٰ کی طرح عالم میں ثابت کی اور استحقاقِ عبادت کا بسبب حصول صفت خاصہ کے ہی ہوتا ہے پس مولف نے شرح عقائد تو پڑھی مگر سمجھا نہیں اگر سمجھ لیتا تو ایسے کلام نہ کرتا بہر حال قیام اس عقیدہ کی وجہ سے شرک ہوا ہے اور تقویۃ الایمان کی عبارت سے یہ امر خود واضح ہی ہے

مطلق قیام تعظیمی بدعت نہیں بلکہ اس مطلق کی تقیید ممنوع ہے ! قیام مولد کا بعقیدہ مذکور شرک ہے اور گناہ کبیرہ ہے تو کسی حال خالی نہیں

قولہ اب قیام کو دیکھنا چاہیئے الخ اقول قیام بھی صلوٰۃ کا رکن فرض ہے اور طاعت و عبادت ہے بقولہ تعالیٰ وقوموا للہ قانتین ، پس نفس قیام اگرچہ عام ہو عبادت اور غیر عبادت کو مگر قیام دست بستہ بخشوع و قنوت عبادت ہے اور تفسیر عزیزی میں یہ فرماتے ہیں کہ قیام اختصاص بعبادت نہیں رکھتا یعنی قیام بغیر عبادت کے بھی ہوتا ہے مگر قیام دست بستہ بخشوع نہیں فرماتے کیوں کہ وہ عبادت ہے کہ تذلل پر دال ہے اور اعلیٰ تذلل عبادت ہوتی ہے پس قیام عام ہے اور قیام دست بستہ بخشوع مؤلف اتنا نہیں کھولتا کہ معترض مطلقاً قیام کو نہیں لکھتا بلکہ قیام دست بستہ بخشوع کو کہ عقیدہ حضور علم مستقل ہو اور شرح منیہ میں قیام کو عبادت مقصودہ سے نکالا ہے بقولہ لم یشرع عبادۃ وحدہ نہ عبادت ہونے سے اسی واسطے نفس قیام غیر کے واسطے جائز ہے خلاف قیام موصوف کے پس قیام موصوف کی عبادت غیر مقصودہ ہونے سے یہ لازم نہیں کہ غیر کے واسطے جائز ہو پس قیام موصوف غیر کے واسطے اگرچہ شرک حقیقی نہ ہو مگر تشابہ تو ہے بقولہ علیہ السلام ان کدتم انفا تفعلون فعل فارس والروم یقومون علی ملوکھم وھم قعود فلا تفعلوا انتہی قال المحدث فیہ النہی عن قیام الغلمان والاتباع علی راس متبوعہم الجالس بغیر حاجۃ انتہی علی قاری شرح عین العلم میں کہتے ہیں ،، لا یجوز ان یسجد احد لاحد ولا یجوز ان یرکع وکذا القیام علی ہیئۃ الوقوف فی الصلوٰۃ لحدیث من سرہ ان یتمثل لہ الرجال قیاما فلیتبوأ مقعدہ من النار ،، انتہی ، پس جب وعید بالنار اس میں ہے تو کبیرہ ہونے سے تو کسی حال خالی نہیں ہو سکتا بہر حال شرک دون شرک سے خالی کسی طرح نہیں الحاصل قرآن سے قیام قنوت کا عبادت ہونا محقق ہو گیا اور حلبی نے عبادت مقصودہ ہونے کا انکار کیا نہ عبادت ہونے کا اور تفسیر عزیزی نے نفس قیام کو مختص بعبادت نہ ہونا دریافت ہوا نہ قیام مخصوص کا تماب مؤلف ذرا فکر کرے کہ حلبی اور عزیزی خلاف قرآن شریف کے نہیں کہتے مؤلف خود نہیں سمجھا بدون سوچے استدلال لا کر شرک کو ایمان بتاتا ہے اور قرآن کو معاذ اللہ رد کرتا ہے الحاصل قیام دست

[1] اس عقیدہ [2] ثابت ہوتا ہے [3] فرمان برداری عاجزی [4] انکساری [5] تہا کرئی عبادت مشروع نہیں

بجا بجلانا سجدہ و رکوع کے کہ یہ خود عبادت اصل مقصود ہے اور خاص خدا تعالیٰ کا حق ہے اسلئے قرآن و حدیث ناطق ہیں اس پر کہ غیر اللہ
کو سجدہ جائز نہیں اب اس سجدہ کا حال کتب معتبرہ سے سنیئے مولوی اسحاق صاحب مائۃ مسائل کے مسئلہ سی و ہفتم میں لکھتے ہیں ۔ سجدہ
کردن غیر خدا را قبر باشد یا غیر قبر حرام و کبیرہ است و اگر بجہت عبادت غیر خدا را سجدہ کند موجب کفر و شرک است انتہیٰ ۔ اور یہی مضمون
تفسیر عزیزی پارہ الم میں ہے اب دیکھئے ان کے بزرگوار تو عین سجدہ میں بھی تفریق کرتے ہیں کہ عبادت کے لئے دوسرے کو سجدہ کرنا شرک ہے اور
اگر نیت عبادت کی نہیں تو حرام ہے شرک نہیں حضرت مجدد الف ثانی جلد ثانی مکتوبات کے مکتوب نود و دوم میں لکھتے ہیں ۔ بعض از فقہاء ہر
چند سجدہ تحیت بسلاطین تجویز نمودہ اند اما لائق حال سلاطین عظام آنست کہ دریں امر بحضرت حق سبحانہ تعالیٰ تواضع نمایند انتہیٰ ۔ اس
عبارت سے معلوم ہوا کہ بادشاہوں کے لئے بھی بعض فقہاء نے سجدہ کرنا جائز لکھا ہے لیکن حضرت مجدد فرماتے ہیں کہ بادشاہوں

بہ بخشوع غیر کے واسطے شرک ہوا اگرچہ وہ شرک غیر حقیقی ہی ہے عند البعض اور عوام کے حق میں کہ عقیدہ علم مستقل کا رکھتے ہیں شرک
حقیقی ہوا سو معترض اس کو ہی شرک کہتا ہے اس سے نفس قیام کا شرک ہونا لازم نہیں تا اگر مؤلف کچھ تامل کرے تو ظاہر ہے وہاں زیارت
قبر عالم علیہ السلام کے ملا علی قاری نے دست بستہ سلام عرض کرنے کو جائز لکھا ہے سو وہاں استقبال قبلہ جو نہیں بلکہ استدبار ہے اس واسطے
جائز لکھا ہے اور پھر وہ بھی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ کے غیر کے واسطے درست نہیں اور یہ خلافی مسئلہ ہے در منتقیٰ میں لکھا ہے هل
يضع يمينه على شماله ام لا ففيه خلاف انتهى قال الكرماني يصح وقال غيره الاولى الارسال لئلا يشبه بالصلوة انتهى كذا فى نسيم
الرياض شرح شفاء سو جب یہ خلافی مسئلہ ہوا اور جن کے نزدیک جائز ہے وہ خصوصیت پر حمل کرتے ہیں تو غیر زیارت میں اگر حضور ہو تو
یعنی حضور بعلم مستقل کا عقیدہ ہو تو شرک ہوا اور غیر اس عقیدہ کے مشابہ بشرک ہوتا ہے اور معلوم ہو گیا کہ حکم شرک کا معترض نے علم غیب
کے ساتھ چلا رہی کیا ہے پس معترض پر مؤلف کا کوئی نقض نہیں اب مؤلف سجدہ کی بحث میں شروع ہوتا ہے جو غرض تالیف کتاب کی اثبات کی غرض سے
سجدہ تحیہ غیر اللہ کو حرام ہے **قولہ** سجدہ کا حال الخ **اقول** سجدہ اگرچہ تحیہ کا ہو حرام ہے اور مشابہت بشرک ہے اس کو بھی شرک کہنا درست
ہے جیسا حلف بغیر اللہ کو شرک حدیث میں فرمایا پس ایسا ہی قیام بخشوع میں ہو تو کیا بعید ہے اور تفریق سجدہ عبادت و تحیت میں بسبب
شرک حقیقی کے کرتے ہیں ورنہ حرمت اور اطلاق شرک میں دونوں برابر ہیں شرح فقہ اکبر میں ملا علی لکھتے ہیں وفی الخانیة اذا قال اهل الحرب
لمسلم اسجد للملك والا قتلناك فالافضل ان لا يسجد لان هذا كفر صورة والافضل ان لا ياتي بما هو كفر صورة وان كان فى حالة الاكراه
پس اس کو معلوم ہوا کہ کفر کی صورت بھی سخت بد ہے کہ قتل ہونے پر صورت کفر کو ترجیح دے کر اولیٰ ترک لکھا پس دست بستہ بخشوع کھڑا
ہونا بھی مشابہ ہے خصوصاً علم حضور میں کہ وہ خود شرک ہے پس مؤلف کی ایسی روایات کا نقل کرنا سوائے اضلال خلق کے اور کیا کہا
جائے جن فقہاء نے سجدہ سلاطین کو جائز لکھا وہ قول ان کا مردود ہے قرآن و حدیث کے خلاف ہے تے ہیں ایسے اقوال ہائے
ساقطہ سے حجت لانا اہل علم کا کام نہیں پس افسوس مؤلف کی زبان درازی اور کوتاہی کی الدین پر کہ کس طرح قرآن کے رد کرنے پر اور
حدیث کی مخالفت پر اور تمام عالم کی معاندت پر ایسی بیہودہ مردود روایات سے کمر باندھ بیٹھا ہے کہ خلق کو ورطہ استحلال حرام
میں ڈالتا ہے **قولہ** واضح ہوا الخ **اقول** اول تو سجدہ ملائکہ اور اخوہ یوسف میں خلاف ہے بعض اس کو مختار کہتے ہیں اور بعض وضع الجبہہ
ثانیاً جو کچھ ہے وہ سب اس امت میں حرام ہو گیا خواہ کسی نیت سے ہو اطلاق شرک کا اس پر ہو رہے ہیں ایسی روایات سے استحلال

---

۱ بعضوں کے نزدیک ۲ ہاتھ باندھ کر انکساری کے ساتھ ۳ مخلوق کو گمراہ کرنا ۴ یعنی ۵ حلال کو حرام بنانا

سامنے با ادب کھڑا ہو جواب اس میں دو احتمال ہیں یا تو یہ ظاہر ہے جیسا کہ با ادب ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا یہ کچھ عبادت نہیں اور دوسرا معلوم
خدا کے ساتھ جیسا کہ کلام شاہ عبد العزیز وغیرہم سے ہم نقل کر چکے ہیں پس جب کہ مخصوص خدا کے ساتھ نہیں تو کیا مضائقہ جو رسول خدا صلی
اللہ علیہ وسلم کے واسطے بعد وفات کے ہو اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اگر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا خاص ہو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تو شاید یہ سمجھا ہو کہ رسول
اللہ کی تعظیم میں کھڑا ہونا غیر اللہ کی تعظیم نہیں بلکہ یہ گویا خدا اللہ کی تعظیم ہے چنانچہ بعض آیات سے یہ مضمون معلوم ہوتا ہو قرآن شریف میں
من یطع الرسول فقد اطاع اللہ یعنی جس نے رسول کی اطاعت کی تحقیق اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی اور دوسری جگہ فرمایا ان الذین
یبایعونک انما یبایعون اللہ شاہ عبد القادر صاحب نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہو جو لوگ ہاتھ ملاتے ہیں تجھ سے وہ ہاتھ ملاتے ہیں اللہ سے
انتہی اور تفسیر روح البیان میں ہے لما کان المقصود بالمبایعۃ منہ علیہ السلام المبایعۃ مع اللہ لانہ علیہ السلام انما ہو سفیر و معبر عنہ تعالیٰ
جعلنا الاختیار صادرۃ کانہم یبایعون اللہ و بالفارسیہ۔ آنانکہ بیعت می کنند با تو جزیں نیست کہ بیعت می کنند با خدا چہ مقصود بیعت
اوست و برای طلب رضای اوست انتہی کلام روح البیان اور وقت بیعت جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ لوگوں کے ہاتھ پر تھا اس کو
قرآن شریف میں یوں فرمایا ہے ید اللہ فوق ایدیہم شاہ عبد القادر نے معنے اس کے لکھے کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے اوپر ان کے ہاتھ کے
اور تفسیر مدارک میں ہے یعنی ان ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التی تعلو ایدی المبایعین ہی ید اللہ تعالیٰ واللہ منزہ عن الجوارح وعن
صفات الاجسام وانما المعنی تقریر ان عقد المیثاق مع الرسول کعقدہ مع اللہ من غیر تفاوت بینہما یعنی رسول کی بیعت گویا اللہ کی
بیعت ہے کچھ فرق نہیں خلاصہ کلام یہ کہ اگر یہ قیام دست بستہ عبادت نہیں چنانچہ مذہب علماء و قول تمہارا یہی ہے تو محفل مولد شریف میں کھڑا
ہونا شرک اور کفر ہرگز نہ ہوا اور اگر اس کی بات درازی کر کے خواہ مخواہ خلاف علماء دین کے عبادت قرار دیتے ہو تو بھی ہم جواب دیں گے کہ اگر یہ عبادت
ہے تو بھی اللہ ہی کے واسطے ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدا ہونا ہمارے لیے بڑی نعمت ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جس وقت

یعنی مؤلف کی خطا پر تنبیہ کا یقین ہے یہ امر خلاف قیاس ہو کر روضہ مطہرہ پر سلام عرض کرنے میں منقول ہوا ہو وہ علی قاری کہ یہاں جائز
سمجھتے ہیں یہی اس کو اور دوسری جگہ میں حرام لکھتے ہیں صلوٰۃ جنازہ میں مردہ کو آگے رکھ کر نماز پڑھنا درست ہے حالانکہ دوسری جگہ درست
نہیں جیسا کہ قبر الانبیاء میں کہتا ہے ولکن لان صلوٰۃ الجنازۃ فی نفسہا بدعۃ مشابہۃ بعبادۃ الاصنام اور شرح منیہ اور تفسیر عزیزی کے کلام سے کچھ
ثابت نہیں ہوتا ... اور تعظیم فخر عالم کے واسطے قیام درست تھا مگر یہاں مولد میں مثل شرک ہو لہٰذا ناجائز ہے گو جہلا کے حق میں خود شرک
ہے اور دوسرا احتمال ... کا محض ... اور اثر قلبی مؤلف کا ہو کیونکہ اطاعت سفیر کی عین اطاعت امیر مرسل کی ہوتی ہو اور اس کی
اہانت امیر کی اہانت کیونکہ سفیر مبلغ ہوتا ہو اس کا قول قبول کرنا عین اطاعت و قبول قول مرسل کا ہو علی ہذا بیعت اصل سے ہوتی ہے
اور ... سفیر محض واسطہ ہوتا ہے پس یہی معنی روح البیان وغیرہ کے ہیں معہذا تعظیم سفیر و امیر میں فرق ہے کہ تعظیم امیر کی سفیر سے زائد
ہوتی ہے اور خواص تعظیم امیر کی سفیر کے ساتھ درست نہیں ہوتی اس کو ہر اہل و نا اہل جانتا ہو پس اطاعت و بیعت کو مقیس علیہ بنا کر
تعظیم حق تعالیٰ کی فخر عالم کے ساتھ کرنا اور اس کا درست جاننا عین شرک ہے سجدہ کرنا آپ کو حرام ہے اتفاقاً مگر یہ قاعدہ مؤلف کا
چاہتا ہے کہ آپ کو سجدہ بھی درست ہو جیسا مؤلف قیام میں کہہ رہا ہے اور یہ قول باطل و شرک ہے حدیث میں ہو کہ ایک شخص نے
کہا ماشاء اللہ وشئت تو آپ نے فرمایا جعلتنی للہ ندا بل ماشاء اللہ وحدہ ایک حدیث میں ہو لا تقولوا ماشاء اللہ وشئت
مثل شرک کے گمان کا موقع نہ ہو حاجت سکے بھیجنے والا۔

اس ظہور نعمت کا بیان ہوتا ہے ہم تعظیماً کھڑے ہو جاتے ہیں بدیں معنی کہ اے اللہ تعالیٰ ہم نے تیری اس نعمت بھیجی ہوئی کو عظیم جانا اور سلیں
دو باتیں حاصل ہوئیں ایک یہ کہ تعظیم نکلی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کیوں کہ آپؐ کی تشریف آوری عالم دنیا کا ذکر سن کر بہیئت تعظیم
کھڑے ہوگئے دوسرے یہ کہ یہی تعظیم رسول اللہ علیہ وسلم بعینہٖ تعظیم ہوگئی اللہ تعالیٰ کی کیوں کہ نعمت کی تعریف خود منعم کی تعریف ہے اور
نعمت کی تعظیم سراسر منعم کی تعظیم ہے پس یہ دست بستہ کھڑا ہونا درحقیقت منعم حقیقی کے سامنے ہے شکریہ عطائے نعمت میں اب خیال
فرمایئے کہ اس معنی کو شرک اور کفر سے کیا علاقہ فماذا بعد الحق الا الضلال ایک قباحت کا جواب تو ہو چکا اب دوسری قباحت کا جواب
سنئے کہ تمام مولد شریف پڑھنے والے اپنی زبان سے خوب تصریح و توضیح سے تعین یوم ولادت کی شرح کرتے ہیں شاہ سلامت اللہ صاحب
کے مولد شریف میں ہے بارہویں تاریخ ربیع الاول کی صبح صادق کے وقت پیر کے دن حضرتؐ پیدا ہوئے اور مولد شریف غلام امام شہید
میں ہے بارہویں تاریخ ربیع الاول دوشنبہ کے دن وقت صبح صادق بعد چھ ہزار سات سو پچاس برس کے زمانہ آدم سے اس قسم کی عبارتیں
راحۃ القلوب وغیرہ رسائل میلادیہ اردو زبان میں ہیں اور عربی مولد برزنجی میں ہے ولما تم من حمله التسعة اشهر قمرية ولد فيه صلی اللہ
علیہ وسلم تیلاء الاسناد اور علامہ عرب مدنی کے مولد میں ہے ساعۃ ثانی عشر من ربیع الاول فی یوم الاثنین المفخم ذی المجد ۔ پس مکتوب
ہونا ان رسائل میں روز و شہر و سال ولادت کا صاف اقرار ہے کہ آپؐ اس زمانہ میں پیدا ہوئے نہ یہ کہ اب محفل میں پیدا ہوئے نعوذ باللہ
منہا منکروں کے بہتان اور افترا کا جواب سوا اس کے کہ خدا قیامت میں جھوٹوں کا منہ کالا کرے اور کچھ نہیں ایک آیت کلام مجید اور
فرقان حمید کی اس مقام میں بس کرتی ہے انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون اب تیسری قباحت جو یہ لوگ قیام میں پیدا کرتے ہیں کہ
روح نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو کہ یہ لوگ حاضر ناظر جانتے ہیں یہ شرک ہے اس کی تحقیق یہ ہے کہ روح انبیاءؑ کا چلنا پھرنا فقہ اور حدیث

ولکن قولی ماشاء اللہ ثم شاء محمد ۔ اس سے شرک دون شرک بھی ثابت ہوا اور مشابہ شرک کی ممانعت بھی نکلی اور مماثلت
تعظیم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حق تعالیٰ کی تعظیم کیساتھ بھی رد ہوگئی اور مؤلف کا احتمال شرکیہ بھی باطل ہو گیا اور قاعدہ مؤلف
کا بھی مردود ہو گیا بہر حال عبادۃ اللہ کا رسول صلعم کو کرنا بہر حال شرک ہے اور اطاعت اور بیعت کو اس سے کچھ مناسبت نہیں مؤلف
کی بے فہمی محض ہے اب مؤلف کی جرأت بیانی اور بے باکی سب ناظرین ملاحظہ کرکے لاحول پڑھیں اور اس کی چرب زبان تقریر دیکھیں
قولہ اب دوسری قباحت الخ اقول معترض کے کلام مؤلف نہیں سمجھا وہ صراحۃً کہتا ہے کہ گویا اب پیدا ہوئے یعنی جو عین پیدائش کا
معاملہ قیام تعظیم کا تھا وہ اب کرتے ہیں اور دوسرا امر علم حضور مجلس اور اس میں ہوتا ہے تو شرک امر ثانی کی وجہ سے کہتا ہے اور پہلے امر
کو مشابہ فعل ہنود کے، فرضی امر کرنے میں ہی کہتا ہے معترض یہ نہیں کہتا کہ اس وقت پیدا ہونا عقیدہ رکھتے ہیں کیونکہ
لفظ گویا لکھ رہا ہے پس یہ مؤلف کا جواب اس کے اعتراض کا جواب نہیں قولہ کیوں کہ نہ ہم صراحۃً نام تاریخ اور سن کا لیتے ہیں
ہمارا یہ عقیدہ نہیں الخ اقول سو یہ اعتراض سے کیا مناسبت رکھتا ہے وہ اعتراض یہ کرتا ہے کہ فرضی امر کو اصلی جیسا بنا کر اصلی کا
معاملہ کرتے ہیں مؤلف کچھ اور ہی جواب دے رہا ہے پس ناظرین اس فہم مؤلف پر تحسین کہیں اور انصاف کریں کہ مفتری کون
ہے قولہ تیسری قباحت الخ اقول اس بات کو خوب یاد کرلینا ضروری ہے کہ عقیدہ سب کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں
زندہ ہیں اور عالم غیب میں اور جنت میں جہاں چاہیں باذنہٖ تعالیٰ چلتے پھرتے ہیں اور اس عالم میں بھی حکم ہو تو آ سکتے ہیں

ے بے کار ۔ ۲ تہمت لگانے والا ۔

سے ثابت ہو موضوع کی حدیثوں میں وارد ہے کہ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے تئیں انبیاء کی جماعت میں دیکھا یہ موسیٰ ع
نماز پڑھتے ہیں، یہ عیسیٰ ع پڑھتے ہیں یہ ابراہیم ع پڑھتے ہیں فحانت الصلوٰۃ فامتہم یعنی اتنے میں نماز کا وقت آگیا میں ان کا امام
ہوا روایت کیا اس کو مسلم نے اور قرطبی نے ابن عباس سے یہ روایت کی ہے کہ بیت المقدس میں اللہ تعالیٰ نے آدم سے لے کر کل انبیاء کو
جمع کر دیا سات جماعتیں حضرت کے پیچھے تھیں اور فتاوی سراجیہ کے باب مسائل متفرقہ میں ہے امامۃ النبی علیہ السلام لیلۃ المعراج
لارواح الانبیاء علیہم السلام کانت فی النافلہ ان روایات فقہ وحدیث سے ثابت ہوا کہ سب پیغمبروں کی روحیں اپنے اپنے مقامات
سے سمٹ کر بیت المقدس میں حاضر ہو گئیں اور نماز یہاں آکر پڑھی اور مشکوٰۃ میں مسلم سے روایت ہے کہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ ہم
رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چلے جاتے تھے مکہ اور مدینہ کے بیچ میں جب ایک جنگل میں گذرے پوچھا حضرت نے یہ کونسا جنگل ہے
صحابہ نے کہا یہ وادی الازرق ہے فرمایا حضرت نے گویا میں دیکھتا ہوں موسیٰ علیہ السلام کو پھر حضرت نے اُن کا رنگ اور بالوں کا حال بیان
فرمایا اور فرمایا موسیٰ ع رکھے ہوئے ہیں دونوں کانوں میں انگلیاں یعنی جس طرح اذان میں اور آواز بلند ہے ان کی ساتھ لبیک کے
گذرتے چلے جاتے ہیں اسی جنگل سے کہا ابن عباس نے کہ ہم آگے چلے تو ایک پہاڑ کی گھاٹی پر پہنچے، پوچھا حضرت نے یہ کونسی گھاٹی
کون سا پہاڑ ہے صحابہ نے کہا یہ پہاڑ ہرشا ہے یا لفت ہے آپ نے فرمایا گویا میں دیکھتا ہوں یونس علیہ السلام کو سرخ اونٹنی
پر سوار پشمینہ کا جبہ پہنے ہوئے اور ان کی اونٹنی کی مہار پوست خرما کی ہے اسی جنگل میں چلا جاتا ہے حج کے لئے لبیک کہتا ہوا روایت کی
یہ حدیث مسلم نے کہا شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے کہ چوں اتفاق است بر حیات انبیاء علیہم السلام بحیات حقیقی و دنیاوی لیکن
محجوب از نظر عوام پس بحقیقت نمود ایشاں را بجیب خود صلے اللہ علیہ وسلم بے سام و بے مثال و بے اشتباہ و بے اشکال الخ

اور صلوٰۃ وسلام ملائکہ پہنچاتے ہیں اور اعمال امت آپ پر پیش ہوتے ہیں اور جس وقت حق تعالیٰ چاہے دنیا کے احوال کشف [1]
ہو جاتے ہیں اس میں کوئی مخالفت نہیں مگر یہ کہ ہر جگہ محفل مولود میں اور دیگر مجالس ذکر میں ہر روز آتے ہوں یا ہر صورت و ندار اور عرض
حالات دنیا کے ہر روز معلوم ہوتے ہوں بدون اعلام [2] حق تعالیٰ کے اس کو تسلیم نہیں کرتے، اور یہ کہ سب اشیاء کا علم حق تعالیٰ نے
ان کو دیا ہے اس کو بھی قبول نہیں کرتے بلکہ جس قدر علم دیا جاتا ہے اس قدر کو جانتے ہیں اور پس علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں
ثم اعلم ان الانبیاء علیہم السلام لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ما علمہم اللہ تعالیٰ احیانا وذکر الحنفیۃ تصریحا بالتکفیر
باعتقاد ان النبی یعلم الغیب انتہیٰ پس معترض کی تیسری قباحت یہ ہے کہ یہ سمجھے ہیں کہ روح آپ کی یہاں آیا کرتی ہے اور یہاں حاضر ہے
تو معترض دوام تشریف آوری کہتا ہے یعنی فعلیت کا دوام نہ امکان و وقوع احیاناً پس مؤلف اگر اس امر کو ثابت کر دیوے کہ آیا
ہو وے گی قولہ ارواح انبیاء کا چلنا پھرنا فقہ اور حدیث سے الخ اقول ان روایات معراج سے ارواح کا بیت المقدس میں جمع
ہونا و آسمانوں پر جانا باذنہ تعالیٰ ثابت ہے مگر مولود کی مجلس میں آنا مخدوش ہے نفس حرکت منقلب ہے [3] یہ خاص تشریف آوری ثابت
نہیں ہو سکتی اور قیاس کا محل نہیں باب عقائد قیاس سے خارج ہے حدیث مسلم مگر استدلال مؤلف کا اس سے باطل ہوا اور مشکوٰۃ کی
حدیث سے فقط یہ کہ وادی ازرق میں دیکھنا حضرت موسیٰ کا اور ہرشا پر حضرت یونس ع کا سو یہ تو ظاہر ہے کہ آپ نے اس وقت نہیں

---

[1] ظاہر ہونا خبردار کرنا [2] کبھی کبھی [3] اللہ تعالیٰ کی اجازت سے [4] موضوع بحث [5] پھرنا

قسطلانی نے بھی مواہب میں اس معنی کی طرف اشارہ کیا ہے وقیل ہو علی الحقیقۃ لان الانبیاء احیاء عند ربہم یرزقون فلا مانع ان یحجوا
فی ہذا الحال کما فی صحیح مسلم عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رای موسیٰ قائما فی قبرہ یصلی قال القرطبی حبب الیہم العبادۃ فہم یتعبدون وبما یجدونہ
ان احادیث اور عبارات محدثین سے معلوم ہوا کہ ارواح انبیاء ؑ حج اور نماز وغیرہ عبادتیں کرتی پھرتی ہیں جو ان کے دل میں آوے اور مشکوٰۃ کے باب المعراج
میں بخاری اور مسلم کی حدیث سب کو یاد ہوگی کہ اس میں بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے آسمان پر حضرت آدم ؑ ملے دوسرے پر حضرت یحییٰ ؑ
اور عیسیٰ ؑ تیسرے میں حضرت یوسف ؑ چوتھے میں حضرت ادریس ؑ پانچویں میں حضرت ہارون ؑ چھٹے میں حضرت موسیٰ ؑ ساتویں میں حضرت ابراہیم ؑ اب دیکھئے آسمان پر
جانے سے پہلے حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام ارواح کل انبیاء ؑ کی بیت المقدس میں ملی تھیں اور نماز حضرت ؐ کے پیچھے پڑھی تھی اب یہ ارواح انبیاء ؑ
آسمانوں پر ملیں یہ کسقدر حرکت ہوئی ہر آسمان اسقدر موٹا ہے جسقدر پانسو برس کا رستہ ہو اور زمین سے آسمان تک اور ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک پانسو برس کا
رستہ ہے پس اس تحقیق کے موافق ایک ذرا عرصہ میں آدم علیہ السلام کی روح ایک ہزار برس کا رستہ اور عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام کی روحیں دو ہزار برس کا رستہ
علیٰ ہذا القیاس ابراہیم ؑ کی روح سات ہزار برس کا رستہ طے کر گئے اس سرعت سیر کو یاد رکھو عنقریب ہم کچھ فائدہ اس پر مرتب کریں گے اور لکھا شرح مواہب
لدنیہ میں خاتمۃ المحدثین علامہ زرقانی نے لا یمتنع رویۃ ذاتہ علیہ السلام بجسدہ وروحہ وذلک لانہ وسائر الانبیاء صلی اللہ علیہم وسلم ردت الیہم ارواحہم
بعد ما قبضوا واذن لہم فی الخروج من قبورہم والتصرف فی الملکوت العلوی والسفلی نقل کی یہ کلام زرقانی نے تنویر الحلک تصنیف جلال الدین سیوطی
سے کہ شاہ ولی اللہ کے سلسلہ اساتذہ و مشائخ میں ہیں اور خود شاہ ولی اللہ فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں ورایتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اکثر الامور بصورتہ
صورۃ الکریمۃ التی کان علیہا مرۃ بعد مرۃ فتفطنت ان لہ خاصیۃ من تقویم روحہ بصورۃ جسدہ علیہ السلام وانہ الذی اشار الیہ بقولہ ان الانبیاء لا یموتون
وانہم یصلون فی قبورہم ویحجون وانہم احیاء اور حضرت مجدد الف ثانی جلد اول مکتوبات کے مکتوب دو بست و ہشتاد و دوم میں لکھتے ہیں، امروز در حلقہ

دیکھا تھا بلکہ آپ حکایت کرتے تھے دیکھنے ماضی کی کیوں کر فرماتے ہیں،، کانی انظر، گویا دیکھ رہا ہوں اور نہ فرمایا،، فانی انظر، پس غالب اور راجح اس میں
یہ ہے کہ معاملہ رؤیا کا ہو اور اگر یقظہ کا ہو تاہم حرج نہیں معترض تقلب ارواح کو باذن اللہ قبول کرتا ہو کلام یہ ہے کہ کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ ہر
مجلس میں آیا کرتے ہیں اور نصوص سے جو چلنا پھرنا محقق ہوگا اس میں کچھ عذر نہیں یہاں قیاس کا باب مسدود ہے پس اس کو کچھ ثبوت مدعا نہیں ہوتا علیٰ ہذا شیخ
عبدالحق کا قول اور صاحب کا حج کرنے کو جانا اور معراج کی شب میں آسمانوں پر جانا مؤلف کو مفید نہیں اور باب تنازع پر کچھ دلالت اس کو نہیں اور زرقانی کی عبارت جو
تنویر الحلک سیوطی سے نقل کی اس میں بھی صریح ہے کہ خروج عن القبور باذن اللہ تعالیٰ ہے بقولہ واذن لہم الخ مگر تنویر الحلک کی عبارت میں ایک تقلیل آخر
مؤلف کا ہوا ہے اس کی عبارت یوں ہے واذن لہم فی الخروج من قبورہم والتصرف فی الملکوت الخ واو عاطف ہے نہ لام جارہ اور تصرف کے معنی بھی چلنا پھرنا
ہے فی القاموس صرفہ تصریفا فتصرف قلبہ فتقلب واصطرف تصرف فی طلب الکسب انتہی مؤلف نے لام جارہ لکھا اور تصرف کے معنی عرفی اردو کے بتلائے ہیں مگر تاہم اس
کے مدعا کو مفید نہیں چلنے پھرنے سے عالم علوی سفلی میں تشریف آوری مجلس مولود کی لازم نہیں آتی خصوصاً یہ مجالس بدع و مکروہات اور پھر یہاں خصوص
معنوی حدیث سے کام چلنے کا نہ اسلیے قول ہر اور عبارت فیوض الحرمین میں سے بھی وہی مضمون نکلا جو حدیث مسلم میں تھا حج کرنا اور اپنے
سامنے شکل مبارک کا دیکھنا کہ مدینہ طیبہ میں مرقد مبارک پر حاضری کا قصہ ہی جو دل کا ہوتا جب بھی کوئی مطلب مؤلف کا نہیں نکلتا جیسا آگے آتا ہے
حضرت مجدد کی دونوں عبارتوں میں تعلق روحانی ہے اس میں انتقال کی ضرورت نہیں اور تجدد ہونا اور انتقال کرنا بھی ہو تو بھی غرض مؤلف
کی اس سے حاصل نہیں ہوتی اور پھر ان مکاشفات کو قبول کرنا احکام شرعیہ میں مفید نہیں ان سے حکم ثابت ہو مؤلف کا ایسے موقع استدلال میں

لہ خواب کہ بیداری کہ ارواح کا پھرنا کہ بند

می بینم کہ حضرت الیاس و حضرت خضر علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بصورت روحانیاں حاضر شدند و بے تکلفی روحانی حضرت خضر فرمودند کہ ما از عالم ارواحیم حضرت سبحانہ تعالیٰ ارواح ما را قدرت کاملہ عطا فرمودہ است کہ بصورت اجسام متمثل شدہ کارہائے کہ از اجسام متوقع می آید از ارواح ما صدور می یابد،، اور اسی جلد اول مکتوب دو صد و بستم میں ہے کہ ،، دریں ایام عنایت خداوندی در رسید و حقیقت معاملہ کما ہی فی نمود و روحانیت حضرت رسالت خاتمیت علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کہ رحمت عالمیانست دریں وقت حضور ارزانی فرمود و تسلی خاطر حزیں نمودہ اور سیوطیؒ انتباہ الاذکیا میں احادیث و آثار صحابہؓ سے لکھتے ہیں کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اطراف و زمین میں آمد و رفت برکت کے ساتھ فرماتے ہیں اور انبیاءؑ کا مرجانا یہی ہے کہ وہ ہماری نظر سے چھپ گئے، مثل فرشتوں کے نظر نہیں آتے مگر جس ولی اللہ کو دکھاوے انتہی، و امام غزالی گفتہ کہ ارباب قلوب مشاہدہ می کنند در یقظہ ملائکہ و ارواح انبیاء کذا فی اشعۃ اللمعات فی کتاب الرؤیا اور اسی جگہ لکھا ہے شیخ عبد الحق نے از شیخ ابو المسعود کہ مصافحہ میکرد آں حضرت را بعد از ہر نماز، اور اسی جگہ لکھا ہے شیخ نے قصہ غوث پاک کا کہ روزے غوث الثقلین شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ عنہ بر کرسی نشستہ بود وعظ می فرمود قریب بدہ ہزار کس پائے وعظ وے حاضر و شیخ علی بن ہیتی در زیر پائے کرسی شیخ نشست ناگاہ شیخ علی ہیتی را خوابے برد پس شیخ عبد القادر قوم را فرمود اسکتوا پس ہمہ ساکت شدند تا آں کہ جز انفاس ایشاں شنیدہ نمی شد پس فرود آمد شیخ از کرسی و بایستاد با دب پیش علی مذکور و می نگریست مرو را پس بیدار شد شیخ علی و گفت شیخ عبد القادر با وے کہ دیدی تو آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم را گفت نعم فرمود ازیں جہت ادب ورزیدم با تو و ایستادم در پیش تو فرمود بچہ وصیت کرد ترا آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گفت بملازمت من مجلس ترا پس شیخ علی گفت آنچہ من در خواب دیدم شیخ عبد القادر در بیداری دید و روایت کردہ اند کہ ہفت کس از مردان راہ درآں روز از عالم رفتند رحمۃ اللہ علیہم اجمعین،، اس سے تین باتیں ثابت ہوئیں ایک تو روح پاک مصطفویؐ کا مجلس خیر میں آنا دوسرے تعظیم روح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حضرت غوث اعظم سے پیر دستگیر کا کھڑا ہو جانا یہ سند ہوئی استحباب قیام کے واسطے تشریف آوری ارباب فضل و اکرام کے تیسرے حضرت غوث پاکؓ کی علو شان اور قوت ادراک دوسرے آدمی خواب میں دیکھیں یہ جاگتے بیداری میں دیکھا قصہ مختصر

نقل کرنا ان حکایات و مکاشفات کا خالی نا واقفیت ذرا سے دین سے نہیں چنانچہ یہ مصرح ہو کہ الہام و کشف اولیاء کا مفید حکم اور حجت قطعی نہیں ہوتا امام غزالی مشاہدہ کو فرماتے ہیں سو مشاہدہ کے واسطے ارواح کا مشاہد کے گھر میں آنا ضرور نہیں قلب منور بعید سے دیکھتا ہے مثل قریب کے باذن اللہ تعالیٰ جس وقت چاہے حق تعالیٰ علیٰ ہذا مصافحہ کرنا علیٰ ہذا قصہ شیخ عبد القادر گیلانی کا کشف روحی اور رؤیا روحی ہے اس میں تنزل آنحضرت کی کچھ حاجت نہیں اور وقت انکشاف کے جب حضور ہو گیا تو ادب ضروری ہو گا پس مؤلف کا یہ کہنا کہ روح مصطفویؐ کا مجلس میں آنا نکلا محض نا واقفیت معاملہ کشفی سے ہے اگر کوئی خواب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھے تو مؤلف حکم کرے گا کہ آپ اس کے گھر تشریف لائے اب عقل مؤلف کو دیکھنا چاہیے اور استحباب قیام کرنے والے کے واسطے ثابت ہے معترض نے کب انکار کیا ہے مؤلف کی عقل پر غشاوہ ہے اب شہود کے وقت مثل حیرۃ کے معاملہ ہونا چاہیے کلام اس میں نہیں ہے مؤلف کو اصل مطلب فہمی کا کام ہی نہیں اگر اہل محفل میلاد کو زیارت فخر عالمؐ کی ہووے تو قیام کو کون منع کرتا ہے اور معترض لفظ آیا کرتی ہے پر شبہ کرتا ہے غرض اعتراض کچھ اور دلائل مؤلف کے کچھ اور عجب قصہ ہے قولہ اور اگر کوئی یہ سمجھے الخ اقول مؤلف نے آپ ہی اعتراض بنایا کہ آپ مستغرق مشاہدہ میں ہیں تو توجہ اہل الدنیا کیونکر ہو سکتی ہے اور آپ ہی جواب دیا کہ آپ کی وسعت علم کو یہ مانع نہیں اور تفسیر عزیزی و زرقانی سے حجت لایا مگر عجب ہے کہ اس کا معترض مانع نہیں ہوا اور نہ مؤلف کو کچھ فائدہ عبث اوراق سیاہ کرتا ہے معترض دوام تشریف آوری روح پاک کا اور مجالس میں انکار کرتا ہے مؤلف امکان علم و حضور ثابت کر رہا ہے نہ گھر کی خبر نہ اپنے ہوش اور حضرت عزرائیل کی مثال بھی بھولا

سے غیر کے مقابلہ میں دلیل ہے مشاہدہ کرنے والا ہے پردہ،

روح نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین پر آمد ورفت فرماتی ہے اور اگر کوئی یہ سمجھے کہ وہ خدا تعالیٰ کی حضوری میں مستغرق ان کو دنیا کی طرف کب توجہ ہوتی ہوگی جواب اس کا یہ ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب فرماگئے ہیں والقمر اذا تسق کی تفسیر میں ،، و بعضے از خواص اولیاء اللہ را کہ آلہ جارحہ تکمیل و ارشاد بنی نوع خود گردانیدہ دریں حالت ہم تصرف در دنیا دادہ و استغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمی گردد ،، جب اولیاء اللہ کا یہ حال ہے تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال تو بدرجہا اس سے فائق ہوگا چنانچہ خاتمۃ المحدثین زرقانی صفحہ ۳۶ مقصد عاشر میں لکھتے ہیں ولا ریب ان حالہ صلی اللہ علیہ وسلم فی البرزخ افضل واکمل من حال الملائکۃ ھذا سیدنا عزرائیل علیہ السلام یقبض الف مائۃ روح او ازید فی وقت واحد ولا یشغلہ قبض عن قبض وھو مع ذلک مشغول بعبادۃ اللہ تعالیٰ مقبل علی التسبیح والتقدیس فنبینا صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ یصلی ویعبد ربہ ویشاھدہ ولا یزال فی حضرۃ اقترابہ فی نہ متلذذا بسماع خطابہ ولکن الکان شانہ وعادتہ فی الدنیا یفیض علی متنوع من الوحی الالٰھی بما افاضہ اللہ ولا یشغلہ ھذا الشان وھو شانہ فاضۃ الانوار القدسیۃ علی امتہ عن شغلہ بالحضرۃ الالٰھیۃ یعنی آپ کا قبر میں یہی حال ہے اور دنیا میں بھی یہی تھا کہ امت پر فیضان جاری رہتا تھا اور خدا سے ملے رہتے تھے ادہر کی مشغولیت سے اُدہر کی مشغولی میں فرق نہ آتا تھا اس ادہر اللہ سے واصل ادہر مخلوق میں شامل :: خواص اس برزخ کبریٰ میں تھا حرف مشدد کا ،، یہاں ادہر تو سع ادراک علم و قوت استعداد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم ظاہر اُدہر روح انبیاء کی سرعت سیر معلوم کہ حضرت ابراہیم معراج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات بیت المقدس سے ساتویں آسمان پر سات ہزار برس کا رستہ طے کرکے ادنیٰ فرصت میں پہنچ گئے چنانچہ ہم روایت اس کی بیان کرچکے پھر کیا اشکال و بال جان ہوسا ہے منکرین کو کہ صرف چند محافل میلاد جو چند شہر متعددہ میں منعقد ہوتی ہیں ان میں بسرعت سیر حاضر ہوجانے کی قدرت روح پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نہیں مانتے وہ پیغمبر سید المرسلین جو ابراہیم خلیل اللہ سے بھی افضل بالاتفاق ہیں مفضول تو سات ہزار برس کی راہ طے کرے ایک دم میں اور افاضل افضل چند مقامات کی سیر نہ کرسکے کمال کم فہمی کی بات ہے اور اس پر طرہ یہ کہ جو ایسا اعتقاد کرے اس کو مشرک قرار دیں سبحان اللہ شرک کے معنی بھی یہ حضرات خوب سمجھے واضح ہو کہ بہت مقامات میں حاضر ہوجانا ایک زمانہ میں روح مبارک کا جس کو یہ لوگ شرک کہتے ہیں اس کی تشریح اس رسالہ میں گذرچکی جہاں چاند سورج اور ملک الموت کی تمثیل ہے اور کتاب دافع الاوہام میں کلام محققین مستندین سے ثابت کیا گیا کہ روح کاملین کی آن واحد میں مقامات متعددہ میں جاسکتی ہے جس کو دیکھنا ہو سمیں دیکھے اب ہم تماشے کی بات سناتے ہیں ہٹ دھرمی اسی کا نام ہے مولوی اسمٰعیل صاحب اپنے پیر کیواسطے کتاب صراط مستقیم میں روح خواجہ عالیشان اور روح غوث پاک کو بغداد و بخارا سے مہینہ بھر تک آنا بیان فرمادیں وہ تو آمنا اور صدقنا اور دوسروں کے واسطے تمنا کی

پہلے جواب اس کا ہوچکا کہ حق تعالیٰ نے حضرت عزرائیل کو ایسی قوت و علم دیا ہے اور ان کے متعلق یہ خدمت کی ہے کہ اگر فخر عالم کو اس سے صدہا گونہ زائد ہو تو کیا عجب ہے مگر کلام فعلیت میں ہے کہ یہ ہوتا ہے یا نہیں اب خلاصہ و نتیجہ دلائل و جواب مؤلف کا دیکھو قولہ یہاں ادہر تو سع ادراک علم الخ اقول سبحان اللہ فہم مؤلف پر عجب ہے نہ توسع ادراک کا ذکر نہ سرعت سیر کا انکار کلام فعلیت حضور میں اور تشریف آوری دائمی میں ہے اور قیاس عقلی مؤلف کا امکان میں حالاں کہ عقائد کا ثبوت نص قطعی سے ہوتا ہے چند اقوال وہ بھی خارج مبحث ذکر کرکے آنکھ بند کرکے ایک ڈھکوسلا لکھ دیا کچھ تو شرم کرنی تھی کہ عقائد کا مسئلہ اور اعتراض کے خلاف کیا اثبات کرتا ہوں اور کیا کہتا ہوں اور کیا واجب تھا اب باقی کلام لا یعنی کا جواب حضور نہیں چاند سورج ملک الموت کا جواب سب مذکور ہوچکا اور سید صاحب کے قصے کے عدم فہمی کی اطلاع ہوچکی

ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور ،،

کھولنا خاصہ اس عمل کا ہو تو اب اگر کوئی اس کو کہنے لگے کہ یہ تو قرآن شریف کے حروف ہیں جب کوئی قرآن میں کہیعص، حمعسق پڑھا کرے
وہاں بھی انگلیاں بند کیا کرے اور کھولا کرے سب عاقل کہیں گے کہ اے بھائی وہ تو خاصہ اُس عمل کا ہے اسی عمل کے ساتھ مخصوص رکھنا
چاہیے جب قرآن پڑھیں تب قرآن کے آداب ملحوظ رکھنا چاہئیں پس اسی طرح مولد شریف ایک عمل ہے واسطے حصول خیر و برکت وغیرہ کے
چنانچہ ابو سعید بورانی و سخاوی و علی قاری وغیرہم نے اس عمل کرنے سے برکات کثیرہ کا حاصل ہونا بیان کیا ہے کہ حصولِ منافع دینی
و دنیوی کے لئے اس عمل کو بہت اہلِ اسلام بلاد اسلامیہ میں کرتے ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کسی سے مخفی نہیں کہ مشائخ عظام اور علماء کرام
نے اس عمل میں خاصۃً نزدیک ذکر ولادت کے قیام کیا ہے پس خاصہ ٹھہر گیا یہ قیام اس عمل کا اس موقع میں بنا برٔ علیہ جاری نہ کیا جاوے گا
یہ قیام جمیع مواقع خارجی میں مثل تلاوت قرآن اور حدیث کے پس قرآن شریف پڑھنے میں جو کچھ وعظ یا تلاوت قرآن کے آداب معینہ
ہیں وہ بجا لاویں گے اور اس عمل میں خصائص اس عمل کے اور جواب اس اعتراض کا دافع الاوہام میں دوسری تقریر سے مذکور ہے طالبِ
حق کو چاہیے اس کو بھی دیکھ لے واضح ہو کہ پیش کیا تھا اس عاجز پر ایک عالم منطقی نے یہ اعتراض جس وقت پایا مجھ سے یہ جواب
ساکت ہوا اور باقی اعتراضات متفرقہ درباب قیام و مجلس میلاد لمعہ سابعہ میں آویں گے لمعہ سادسہ یہ اعتراض کہ محفل مولد شریف
میں اشعار مخاطب حاضر کے پڑھتے ہیں بہ نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالانکہ آپ غائب ہیں نظر سے یہ شرع میں جائز نہیں
بلکہ کفر ہے جواب اس کا یہ ہے کہ یہ بات تو معلوم ہوتی ہے کہ عالم الغیب بالذات وہی ایک ہے جل جلالہ آسمان و زمین میں کوئی نہیں
جو بغیر اللہ کے الہام و کشف کر دینے کے خود بخود یقینی طور پر امور غیبیہ کو جان لے اور یہ بھی کہ کوئی ایسا نہیں جو عرش سے لے کر تا تحت الثریٰ

بدعت کے چکر میں اگر بھول گیا یہ عمل تو ابو لہب کافر نجس کو بھی تخفیف دینے والا ہے پس اس کی خصوصیات رائے سے کس طرح ثابت ہو دیں گی
بالآخر جب کچھ کام نہ چلا تو مؤلف پابندی تجویز اس قیام میں کہتا ہے کہ یہ عمل ہے خیر و برکت کا پس اگر محض دنیا کی زیادۃ کا عمل ہو تو قصہ طے
ہوا اور جو مرکب ہے تو پھر بوجہ آخرت کے عمل ہونے کے خصوصیت کے واسطے نص واجب ہے الحاصل خبط کلامی مؤلف پر تمام ہوا اور سوءِ فہم کا
اس پر خاتمہ ہے ایک گھر بناتا ہے دس گھر گراتا ہے آگے پیچھے کی کچھ تمیز نہیں اور نہ فہم سے کچھ تعلق محض الفاظ کی تطویل مد نظر ہے اور پھر آخر میں
مؤلف نے علماء کرام کو اپنی کم فہمی کا شریک بنایا اور وہی فعل علماء کی حجت لایا کہ بدون اُس کے کوئی چارہ و مفر اس کو نہیں ملتا اور نہ کوئی
اس کے پاس دلیل سوائے اس کے ہے اور اس کا حال بھی لکھا گیا کہ ان علماء کے فعل کو مؤلف نہیں سمجھتا پس اب طالبین حق کا تو دل مؤلف کی
ہی تقریر سے سیر ہو گیا اور سب حب فخر عالم کی اور اتباع اور دیانت اور علم و فہم اس کا وا شگاف ہو گیا اب دافع الاوہام بھی مؤلف
صاحب ہی تالیف و نتیجہ انکار والا ہے اس کو دیکھ کر سن کر کیوں کان کے کیڑے جھاڑیں گے اور کسی طفلِ جاہل کو شاید آپ نے یہ جواب دیا
ہوگا ورنہ عالم تو اس تقریر سے کیا ساکت ہوتا ہاں اگر مؤلف کو لا یعقل جان کر ساکت ہو گیا ہو تو کیا عجب ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ

ندا و خطاب غائب کی کون سی قسم ناجائز ہے اور اس
کے جواز میں مؤلف کے دلائل بے اصل ہیں

قولہ لمعہ سادسہ یہ اعتراض کہ محفل مولود میں الخ اقول چونکہ مؤلف کی عادت
ہے کہ سائل کے سوال کو ناتمام سمجھ کر نقل کرتا ہے لہٰذا اصل تقریر کرتا ہوں کہ
ناظرین اس کو خیال رکھیں یہ عقیدہ اتفاقی ہے کہ ندا و خطاب اگر فخر عالم کو اس عقیدہ سے کرے کہ آپ بلا واسطہ استقلالاً سنتے ہیں شرک
ہے خواہ بضمن صلوٰۃ ہو خواہ بغیر اس کے کسی وجہ سے ہو اور جو یہ عقیدہ نہیں بلکہ یہ عقیدہ ہے کہ جب حق تعالیٰ چاہے جس شے کو چاہے آپ پر

---

۱ سہولت ۲ طرافت ۳ ظاہر ۴ بے وقوف۔

ہو سکا ہر زبان ہر وقت میں اللہ تعالیٰ کی طرح حاضر و ناظر ہو لیکن یہ معلوم نہیں ان لوگوں پر کون سی کتاب نازل ہوئی ہے جس میں یہ الفاظ لکھے ہیں کہ غائب کی بہ نیت الفاظ حاضر ہونے کفر ہیں ہم اس بات میں جزئی خاص پیش کرتے ہیں قسطلانی و زرقانی وغیرہ محدثین لکھتے ہیں آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں ہو ضمان ان المصلی یخاطبہ بقولہ السلام علیک ایہا النبی والصلوٰۃ صحیحۃ ولا یخاطب غیرہ اس عبارت سے ثابت ہوا کہ نمازی عین نماز میں خطاب کرتا ہے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور حاضر کا لفظ بولتا ہے کہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یعنی التحیات میں کہتا ہے سلام ہو تم پر اے نبی اور اس خطاب کرنے میں نماز صحیح ہے اور دوسرے کو نماز میں خطاب نہیں کر سکتا یعنی اگر کرے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے انتہی اور بعضے آدمی جو یہ کہتے ہیں کہ یہ تو نقل نکالتے ہیں قصہ معراج کی اس میں خطاب بحضرت کا مراد نہیں سو رد ہو گیا اس کا قول اس عبارت سے جو ہم نے نقل کی کہ اس میں صریح نفی مخاطبہ موجود ہے علاوہ از یں شامی نے بھی رد کیا ہے کہ لا یقصد الاخبار والحکایۃ عما وقع فی المعراج اور درمختار میں بھی رد کیا ہے ویقصد بالفاظ التشہد الانشاء کانہ تسلیم علی نبیہ اور فقیہ ابو اللیث ثمر قندی نے السلام علیک ایہا النبی کی اس طرح شرح کی ہے کتاب تنبیہ میں یعنی یا محمد علیک السلام و خلاصہ جمیع معتبرین فقہاء و محدثین اس قول کو رد کرتے ہیں اور تحقیق یہی ہے کہ اس میں ارادہ کرے خطاب نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ سلام ہو آپ پر یا نبی اللہ اور اگر حکایت قصہ معراج کا ارادہ کرے گا تو کم نصیب محروم رہے گا تعمیل امر الٰہی سے جو لفظ سلموا قرآن میں وارد ہے اس لئے کہ قرآن میں سلام اس شخص سے خود مطلوب تھا اس نے اپنی طرف سے سلام نہ کیا بلکہ نقل حکایت کا ارادہ کیا الحاصل یہ دیکھئے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو دور سے غائب ہیں پھر بھی آپ کو خطاب حاضر ہو رہا ہے نماز میں بعض کہتے ہیں یہ امر تعبدی ہے منقول اسی طرح ہوا ہے جواب یہ کلام تعبدی

منکشف کر دیئے اور ملائکہ درود اور سلام پہنچاتے ہیں اور اعمال امت کے بھی آپ پر پیش ہوتے ہیں تو درست ہے اور جو محض شوق میں یہ کلمات بدون اس عقیدہ سابق و لاحق کے وہ بھی جائز اور یہی مؤلف بھی کہتا ہے اس عقیدہ میں مؤلف خلاف مانعین کے نہیں پس سنو معترض کہتا ہے اگر بعلم استقلال فخر عالم کے ندا و خطاب ہے تو شرک ہے اور جو بدون اس عقیدہ کے ہے تو عوام کے فساد عقیدہ کی تائید ہے کہ عوام کو یہی عقیدہ علم مستقل کا ہے اور اس مجمع میں ہر قسم کا مبتدع و فساق موجود ہوتے ہیں لہٰذا اگر عقیدہ قاری کا درست ہو مگر عوام کی وجہ سے مکروہ ناجائز ہے اور بوجہ فساد عوام کے شرح منیہ سے نقل ہو چکا کہ صلوٰۃ رغائب براءۃ مکروہ ہوئی ہے درمختار میں ہے ویکرہ تحریما قولہ رسلہ اس کی شرح میں توجیہات جواز کی لکھ کر لکھا ہے ولکن ایہام اللفظ ما لا یجوز کان فی المنع کما قدمناہ انتہی اور ردالمحتار نے تحقیق فقد معقد الغرض عز شک میں لکھا ہے ان مجرد ایہام اللفظ المعنی المحال کان فی المنع من التلفظ بہذا الکلام وان احتمل معنی صحیحا ولذا علی المشائخ بقولہم لانہ یوہم ونظیرہ ما قال فی انا مومن ان شاء اللہ تعالیٰ فانہم کرہوا ذلک وان قصد التبرک ودفع التعلیق لما فیہ من الایہام کما قررہ التفتازانی وابن الہمام انتہی اب دیکھو کہ ایسا لفظ موہم معنی ناجائز کا بولنا مکروہ ہوا پس خلاصہ اعتراض یہ ہوا کہ عوام کا عقیدہ شرک کا ہے ایسے مجمع میں خاص کر صالح عقیدہ سے بھی بولنا ایسے کلمہ کا ناجائز ہے پس اب مؤلف کے جواب کو ملاحظہ کرنا چاہیئے کہ اس اعتراض کا جواب ندارد ہے بلکہ اعتراف عقیدہ معترض کا ہے مگر خواہ مخواہ ایک جزو لکھ ڈالا کہ جس کو اعتراض کے جواب سے کوئی مناسبت نہیں قولہ لیکن یہ معلوم نہیں ان لوگوں پر الخ اقول مانعین پر کتاب اللہ نازل ہوئی ہے کہ جس میں علم غیب مطلق خاصہ حق تعالیٰ کا لکھا ہے اور مؤلف بھی مقر ہے پس اس عقیدہ کا خطاب شرک ہے باعتراف مؤلف اور معترض بھی اس کو بھی شرک کہتا ہے اور بدون اس عقیدہ کے بسبب ایہام شرک کے مکروہ کہتا ہے چنانچہ ردمحتار سے نقل ہوا اور جو کچھ مؤلف

ہونے سے کام تمہارا نہیں چلتا اس لئے کہ خطاب جائز کہنے کی روایت تو موجود ہے اب یہ بتاؤ کہ غائب کو خطاب کا لفظ بولنے کی حرمت اور
کراہت پر کونسی آیت یا حدیث ہے پیش کرو۔ عقلی گھڑی ہوئی باتوں کو الگ کرو اور یہ سمجھو کہ جب عبادت میں شریک کرنے کا حکم نہیں در خال
اسی نماز میں خطاب آپ کا شریک کیا گیا تو باہر منع ہونے کی کیا دلیل اب ہم سے جواز کی روایت سنو شاہ ولی اللہ صاحب واسطے پڑھنے
اوراد فتحیہ کے انتباہ میں لکھتے ہیں۔ فریضہ نماز بامداد گذارد وچوں سلام دہد باوراد فتحیہ خواندن مشغول شود کہ از برکات انفاس ہزار یکجا
صد ولی کامل شدہ است الخ حالانکہ اس اوراد فتحیہ میں جس کا دل چاہے شمار کرلے ستر بار ندائے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ان الفاظ سے
ہے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ یا حبیب اللہ یا خلیل اللہ الی آخرہٖ علاوہ اس کے خود مولوی اسحاق صاحب مائۃ مسائل
میں لکھتے ہیں،، اگر کسے یا رسول اللہ بگوید برائے رسانیدن درود یا سلام جائز است انتہٰی، یہ دیکھئے علماء باہر نماز کے بھی خطاب کرنا رسول اللہ
کا جائز لکھتے ہیں اور شاہ ولی اللہ صاحب تو خود امر کرتے ہیں لیکن ابھی تک مانعین کو گنجائش ہے یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ خطاب تو درود و سلام
کے ساتھ ہے اس کو فرشتے پہنچا دیتے ہیں اس لئے ہم ایسی نظیر پیش کرتے ہیں جسمیں درود و سلام کے بھیجنے کی نیت کو خطاب نہیں بلکہ وسیلہ
پکڑتا ہے ساتھ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کشف حاجت میں ابن ماجہ قزوینی باب صلوٰۃ الحاجت میں روایت کرتے ہیں عثمان بن حنیف انصاری
صحابی سے کہ ایک اندھا آدمی رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا کہ میری آنکھوں کے لئے دعا کیجئے آپ نے فرمایا اگر تو چاہے اسی طرح
رہنے دے یہ تجھ کو اچھا ہے اور اگر چاہے دعا کرانا تو دعا کروں اس نے کہا دعا فرمایئے آپ نے حکم دیا اچھی طرح وضو کرو دو رکعت نماز
پڑھو اور یہ دعا پڑھو اللّٰھم انی اسئلک واتوجہ الیک بمحمد نبی الرحمۃ یا محمد انی قد توجھت بک الیٰ ربی فی حاجتی ھذہٖ لتقضی
اللّٰھم فشفعہ۔ یعنی یا اللہ میں اپنی حاجت مانگتا ہوں تجھ سے اور متوجہ ہوتا ہوں تیری طرف وسیلہ پکڑ کے حضرت محمد کا جو نبی رحمت ہیں یا
محمد میں متوجہ ہوتا ہوں اپنے پروردگار کی طرف آپ کا وسیلہ پکڑ کے اپنی اس حاجت میں تاکہ روا کی جاوے حاجت یا اللہ حضرت کی شفاعت

نے زرقانی سے نقل کیا ہے سو اس میں یہ عقیدہ شرکیہ ہے اور نہ بسبب واجب ہونے تشہد کے ایہام کی کراہت ہو سکتی ہے کیوں کہ فرائض
و واجبات میں ایسے امور کا لحاظ درست نہیں کہ واجب من اللہ تعالیٰ ہو چکا ہے مگر مدح خوانی مجمع جہلا و عوام میں کونسی حدیث
سے ایسے خطابات واجب ہیں مؤلف اس کو بتا دے تاکہ یہ بھی درست ہو جاوے اور منع ایہام کا رفع ہو وے اور پھر تشہد اخفا
سے بھی ہے خلاف اشعار مدح کے ہاں اگر تشہد میں بھی کسی کا عقیدہ علم غیب کا بالاستقلال ہووے گا وہ بھی شرک ہو جاوے گا اس
میں کیا کلام ہے اطلاقات نصوص قطعیہ اس کی شاہد ہیں پس ناظرین دیکھیں کہ مؤلف کا جواب کس اعتراض کا جواب ہے خواہ مخواہ روایت
نقل کردی کہ پس حکایت کی تقریر کی ضرورت نہ امر تعبدی کہنے کی حاجت خواہ مخواہ ایک طویل کلام کرتا ہے معترض کا مطلب آیۂ قرآن
شریف سے ہے اور روایت فقہ سے ثابت ہو لیا کوئی عقلی بات نہیں کہی البتہ مؤلف کی عادت ہے کہ عقل ناتمام کے تکے گھڑا کرتا ہے جیسا
چہلم وغیرہ میں اور مولود میں لکھتا ہے قولہ اب ہم سے جواز کی روایت الخ اقول اوراد فتحیہ میں سب جگہ صلوٰۃ سلام میں خطاب ہے
جیسا تشہد میں تھا علیٰ ہذا مولوی محمد اسحاق صاحب کے کلام میں درود و سلام میں سوئی جواز ندا و خطاب کا ہے اور یہ بوجہ ایصال
ملائکہ کے ہے چنانچہ مسلم وغیرہ کی حدیث میں مصرح ہے اگر اس میں بھی عقیدہ شرکیہ ہو دیگا حرام ہو جاوے گا بلا خلاف پس جواب
معترض کا اس سے بھی حاصل نہیں ہوا قولہ ابن ماجہ قزوینی الخ اقول اس قصہ میں تو خود فخر عالم زندہ اس عالم میں تھے اور آپ نے

سلہ وہم میں ڈالنا سلہ ملائکہ کا متعلق۔۔ سلہ یعنا سلہ وہ امر جو من جانب اللہ
سیہ پر عائد ہو اور اس میں عقلی کا کچھ دخل نہ ہو سلہ تصریح شدہ

جائز رکھتے ہیں چنانچہ حاجی امداد اللہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ جو مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور مولوی محمد قاسم صاحب مصنف
تحذیر الناس اور مولوی محمد یعقوب صاحب نانوتوی مدرس دیوبند وغیرہم چند علماء کے پیر مرشد ہیں اپنی کتاب ضیاء القلوب مطبوعہ
کے صفحہ ۹۴ میں واسطے حصول زیارت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھتے ہیں بدیں عبارت کہ بعد نماز عشاء با طہارت کامل
نو واستعمال خوشبو با ادب تمام روئے بسوئے مدینہ منورہ بنشیند و ملتجی از جناب قدس حقیقت محمدی برائے حصول زیارت جمال مبارک صلی
اللہ علیہ وسلم شود و دل از جمیع خطرات خالی کردہ صورت آنحضرت صلعم بلباس بسیار سفید و عمامہ سبز و چہرہ منور مثل بدر
تصور کند و الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ راست و الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ چپ و الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ
در دل خود ضرب کند الی آخرہ، اور نیز انہی حاجی صاحب سلمہ اللہ نے ایک قصیدہ اردو زبان میں لکھا ہے جس کا مطلع یہ ہے ؎ ذرا چہرہ سے
پردہ کو اٹھا دو یا رسول اللہ ؛ مجھے دیدار تم اپنا دکھاؤ یا رسول اللہ ۔ اس قصیدہ کے چند اشعار لمعہ خامسہ نور دم میں نقل کر کے مولوی
محمد قاسم صاحب نانوتوی کے اشعار بھی وہاں نقل کئے گئے ہیں جس میں یا نبی اللہ وغیرہ الفاظ خطاب موجود ہیں تو جہات جواز
خطاب یا رسول واضح ہو کہ بعض محبین درجۂ عشق کو پہنچے ہوئے ایسے ہوتے ہیں کہ جیسے حضرت ابو الحسن شاذلی وغیرہ کہ ان سے
ایک دم مشاہدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فوت نہ ہوتا تھا، ایسے آدمی اگر خطاب کریں تو ان کے نزدیک تو وہ خود حاضر ناظر ہیں حاضر
کے معنی موجود اور ناظر کے معنی دیکھنے والا جب موجود ہوئے تو دیکھنے والے بھی ہوئے ایسے شخصوں کے حق میں تو خطاب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا کچھ محل کلام ہی نہیں باقی رہے دوسری طرح کے آدمی کہ ان کو حضوری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حاصل نہیں ان کے حق میں بھی
خطاب کرنا درست ہے، قطب ربانی امام شعرانی میزان میں لکھتے ہیں کہ محمد بن زین ایک مداح رسول تھا اکثر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی
حالت بیداری میں زیارت کرتا تھا ایک بار اس سے ایک آدمی نے اپنے واسطے سفارش حاکم سے چاہی یہ گئے اور حاکم نے ان کو اپنی مسند پر بٹھایا
اسی دن سے دیکھنا منقطع ہو گیا اس مقام میں خاص عبارت میزان کی یہ ہے، فلم یزل یتطلب من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاجتماع
حتی قرأ له شعراً فتراءى له من بعید فقال قطلبب رؤیتی مع جلوسك علی بساط الظلمة فلم يبلغنا انه رآه بعد ذلك
حتی مات یعنی پھر ہمیشہ وہ مداح سوال کرتا رہا حضرت سے کہ اپنا دیدار مبارک دکھا دیجئے یہاں تک کہ ایک دفعہ شعر پڑھا تب حضرت صلعم
دور سے کچھ دکھائی دئے اور فرمایا تو دیدار کا سوال کرتا ہے اور بیٹھتا ہے ظالموں کے فرش پر پھر ہم کو خبر نہیں ملی کہ انکو حضرت صلعم
پھر نظر آئے یہاں تک کہ وہ مر گیا انتہی، اب دیکھئے کہ محمد بن زین مداح باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نظر سے غائب تھے
اور نظر نہیں آتے تھے وہ اس حالت غیبت میں بھی حضرت سے سوال کیا کرتا تھا کہ صورت مبارک دکھا دیجئے انتہی، پس اس سے صاف معلوم
ہوا کہ اگر وہ آدمی جنکو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نظر نہیں آتے وہ بھی درخواست کریں اور کہیں ؎ ذرا چہرہ سے پردہ کو اٹھا دو یا رسول اللہ ؛ مجھے
دیدار تم اپنا دکھاؤ یا رسول اللہ، تو صحیح اور جائز ہے اگر ہم ملاحظہ ایمان اسکو شرک بتا دے اور یہ کہے کہ تم رسول اللہ کو عالم الغیب جانتے
ہو کیونکہ اصل عالم الغیب بالذات اللہ تعالیٰ ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو غیب کی خبر دیدیتا ہے تو انکو خبر ہو جاتی ہے
حضرت شاہ عبد العزیز کا کلام جو انکی تفسیر میں ہے یاد رکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہر امتی کے درجے کو پہچانتے ہیں

رفع ہوا علی ہذا نقل شغل ضیاء القلوب جس میں نداء خطاب صیغۂ صلوٰۃ و سلام میں ہے اور قصیدہ کے اشعار شوقیہ میں جو
اس کے جس قدر منقول یا مؤلف نے چند اوراق لکھے کوئی اصل اعتراض کو نہیں اٹھاتا اعتراض بحال خود ہے اور مؤلف لکھ گئے

کی طرح سے سامان کرنے میں حرج ہے اور حرج کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے اٹھا دیا ما جعل اللہ فی دینکم من حرج پس یہی کچھ لو
قرآن شریف کا پڑھنا روزمرہ ہے مولد شریف ایک آدمی برس دن میں ایک دو بار یعنی کبھی کبھی کرتا ہے اور جو بات کبھی کبھی کرنے میں ہو سکا
کرتی ہے وہ روزمرہ میں نہیں ہو سکتی **اعتراض** حضرت کا نام سن کے کھڑے ہو جاویں اور اللہ تعالیٰ کے نام پر کھڑے نہیں ہوتے
حضرت کو اللہ تعالیٰ سے بھی فوقیت دیدی **جواب** یہ کمال کم فہمی ہے اول تو یہ کہ حضرت کے نام پر ہر جگہ تو کھڑے نہیں ہوتے محض وقت
ذکر ولادت شریف کے کھڑے ہوتے ہیں اس میں مناسب یہ ہے کہ ولادت کے معنی یہ ہیں کہ آپ عالم بطون سے عالم ظہور میں آئے
اور آنیوالے کی تعظیم کو کھڑا ہو جانا مستحب ہے پس چونکہ حضرت کی شان عظیم ہے تو جو کچھ بادشاہ یا امیر کی عین قدوم میں تعظیم دیجاتی ہے وہ آپکے ذکر
قدوم وجودی میں دیجاتی ہے اور خدا تعالیٰ کی نسبت تو ایسے قدوم کا ذکر نہیں کیا جاتا کیونکہ اسکی شان مقدس یہ ہے کہ لم یلد ولم یولد پھر کیا

احسن لباس کا نہ ہو پس دونوں میں فرق ظاہر ہے اور یہ امر کہ عیدین بعد سال کے ہیں اور صلوات پانچ بار اس میں حرج ہے یہ بھی درست ہے
مگر قرآن اور مولود دونوں ایک حال میں ہے بایں وجہ کہ ذکر میں نظافت[1] وتطییب مستحب ہے اور جملہ صلوات اور اذکار اس میں مشترک ہیں اور
لباس حسن نہ مولود میں مستحب ماثور اور نہ قرآن وغیرہ میں اور جو ہے تو سب جگہ برابر پس مثل عید کے مولود میں سامان ہو اور قرآن اور صلوات و
اذکار میں نہ ہو | عیدین کے احکام پر مولود کو قیاس نہیں کرسکتے | یہ وجہ اعتراض کی تھی نہ تو مولود میں عید ہے اور نہ خصوصاً حکم شارع کا ہے پس وجہ
تخصیص کی مکروہ ہوئی اور یہی وجہ عوام کے فساد عقیدہ کی ہو گئی اور یہ فرق مؤلف کا کہ مولود سال میں ایک دو دفعہ ہوتا ہے اول تو قرآن کا مجمع بھی کم سال
میں ہی ہوتا ہے نہ ہر روز جس کی وجہ سے عوام کو شبہ ہوا اور معترض کی غرض ایسے مجمع کی قرآن کی ہی ہے دوسرے یہ کہ اگر ایک شخص سال میں دو بار مولود
کراتا ہے تو مجموع جماعت مولودیوں کی تو دو دفعہ اگر کریں تو ہر روز ہی ہو جاتا ہے آج کسی کے کل کسی کے علی ہذا سال کے سال ہر روز ہوتا رہتا ہے پس
اس مجمع کیواسطے تو ہر روز بھی لباس و ہیئت میں حرج نہو اور قرآن کے واسطے سال بھر میں ایکبار بھی حرج ہو غرض یہ عذر محض غلط ہے اور
بہر حال تطہر تطییب[2] سب جگہ برابر اور قرآن میں احق ہی سو اس میں نہ ہوا اور مولود میں لازم ہو گیا اور مجمع کا قرآن تو گاہ گاہ اور مولود بھی ہمیشہ اکثر
پھر قرآن میں نہ ہوا اور مولود میں ہو یہ اعتراض تھا مؤلف نے ایک سفسطہ جواب دیا کہ عیدین اور صلوٰۃ خمسہ[3] پر قیاس کیا حالانکہ وہاں فارق موجود
ہے بخلاف یہاں کے پس اس علم و فہم کو دیکھنا چاہیے اور جو علت جمع کی قائم کی ہے وہ بھی بیجا اور دھوکا ہے کیونکہ مولود ایک شخص کا مراد لیا اور قرآن ہر شخص کا
پڑھنا ٹھہرا لیا حالانکہ معترض کی مراد مجموعہ ناس کی مجالس مولود کی ہے کہ ہر روز دوسرے روز واقع ہوتی رہتی ہے اور مجمع کا قرآن جو کبھی ہو جاتا ہے
پس غور کرنا چاہیے کہ کیسا عجب جواب مؤلف دیتا ہے الغرض ان توجیہات رکیکہ[4] نے یہانتک نوبت پہنچائی کہ عموماً عوام کے قلب
میں قرآن شریف کی عظمت نہ رہی اور مولود کو قرآن اور صلوات سے بھی افضل جان گئے اور کیا قصور عوام کا ہے جب نام کے مولوی ایسا
اہتمام کریں کہ جو کچھ مولود کے واسطے ہر روز سہل ہے قرآن شریف اور صلوٰۃ کے واسطے برس دن میں بھی آسان نہ ہو اسی واسطے شارع
نے سب کچھ انتظام فرمائے تھے ان نام کے مولویوں نے اس کو توڑا اور مشاقہ امر شارع کی اور خلق کو خوار کیا

ترک قلم کرے اوائل پر مؤلف کا بسبب نزدیکی قول اعتراض حضرت کا نام سنکر کھڑے ہو جاویں الخ **اقول** معترض مخالفت یہ کہتا ہے کہ قیام تعظیم ذکر اللہ میں کبھی مستحب ہے جیسا ذکر فخر عالم
میں پس خصوصاً ذکر ولادت فخر عالم میں تو کرتے ہیں اور حق تعالیٰ کی تعظیم اور ذکر اللہ کی احق ہے یہاں قیام کبھی نہ ہو اور ذکر ولادت فخر عالم
دائماً ہو اسمیں ترجیح ہے تعظیم فخر عالم کو حق تعالیٰ کی تعظیم پر اسکا جواب مؤلف نے دیا مگر کمال علم و فہم ظاہر کیا اول کہتا ہے کہ ذکر فخر عالم

[1] پاکی [2] خوشبو لگانا [3] پنج وقتہ نمازیں [4] کسی لفظ معنی ظاہری کے علاوہ کسی معنی پر محمول کرنا [5] کمزور ۱۲

مع الفارق کا اعتراض کیسی نادانی ہے اور خداوند کریم کی شان ہمارے سب کے نزدیک رسول اللہ سے بڑی ہے وہ خود ہمارے افعال
سے دیکھ لو کیونکہ ہم اللہ تعالیٰ کو ہر روز نماز فرض واجب نوافل میں ساٹھ ستر سے زیادہ سجدے کرتے ہیں یہ کیسی بڑی تعظیم ہوئی کہ ماتھا
زمین پر رگڑتے ہیں ہر روز اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے صرف اس قدر کہ ذکر ولادت شریف پر تعظیماً لظہورہ التعظیم کھڑے ہو جاتے
ہیں اب خیال کرو کہ تعظیم رسول خدا کی زیادہ کہاں ہوئی اعتراض مطبع ہاشمی میں جو چند نسخہ مانعت مولود شریف کے چوبیس صفحہ پر چھپے ہیں ایک
صفحہ ۱۲ میں ایک عالم نے تحریر فرمایا ہے یا یہ وجہ ہے کہ روح پاک علیہ السلام کی جو عالم ارواح سے عالم شہادت میں تشریف لائی اس کی
تعظیم کو قیام ہے تو یہ بھی محض حماقت ہے کیونکہ اس وجہ میں قیام کرنا وقت وقوع ولادت شریفہ کے ہونا چاہیے اب ہر روز کون سی ولادت
مکرر ہوتی ہے الیٰ ان قال اس امر کی شرع میں کہیں نظیر نہیں کہ کوئی امر فرضی ٹھہرا کر حقیقت کا معاملہ اس کے ساتھ کیا جاوے بلکہ یہ شرع میں

ہی ہر جگہ تو ہم کھڑے نہیں ہوتے فقط ذکر ولادت پر کھڑے ہوتے ہیں پس اس قول مؤلف کو دیکھو کہ یہ تخصیص تو خود بدعت ہے اور یہ اعتراض
تخصیص کا بھی یہاں ہے اس واسطے کہ مؤلف استحباب قیام کو مطلق ذکر اللہ میں قبول کر چکا ہے اور مناقب مفاخر فخر عالم میں بھی ذکر کر چکا ہے
پھر منشاء اعتراض تو یہی ہے کہ تخصیص بعض ذکر کی کیوں اپنی رائے سے کی گئی چنانچہ چند دفعہ لکھا گیا پس تعظیم اللہ میں قیام کا ایسا ترک کہ
کہیں بھی اور کبھی نہ کیا جاوے اور ولادت میں خاصۃً التزام کرے کہ گاہے ترک نہ ہو اور بقول مؤلف تکمیل تعظیم کے واسطے ضروری ہو اور
حق تعالیٰ کی تکمیل تعظیم کی حاجت نہ ہو یہ تقصیر شان تعظیم حق تعالیٰ کی ظاہر ہے بہر حال اس تخصیص سے اور اس تاکید سے یہ قیام بدعت
ضلالہ ہو گیا چنانچہ نظائر تقیید مطلق کی پہلے چند بار لکھی گئیں تو یہ نقرہ جواب مؤلف کا کس قدر بے معنی ہوا اور خلاف عقل و شرع کے ٹھہرا
گویا اعتراض کو ہی جواب میں ذکر کر آیا پھر مؤلف وجہ تخصیص کی لکھتا ہے کہ مناسبت یہ ہے کہ اس میں معنی تقدم کے ہیں پس اس مناسبت
کو دیکھو کہ کیسی چرب زبانی ہے اول تو ولادت تقدم نہیں بلکہ بمعنی تقدم ہے، پس اصل تقدم کے ذکر میں تو قیام ہرگز کبھی نہیں ہوتا حالانکہ
تعظیم تقدم میں قیام کو خود مستحب لکھتا ہے اور جو اس کے معنی میں ہے اس کے ذکر میں ایسا التزام قیام کا ہوا کہ مثل واجب کے ہو گیا دوسرے
یہ کہ تعظیم قیام کی تقدم محکی کے واسطے ہوتی ہے اور حکایت کو حکم محکی کا کہیں شرع میں نہیں دیا گیا یہ قاعدہ شرع میں جدید مؤلف نے خلاف امر
شارع کے وضع کیا ہے اور وہی تعین مطلق اور تعدی حکم اللہ پھر بھی رہی اور جو حکایت کو ذکر محکی کا کہتا ہے تو ذکر ذکر سب یکساں ہیں سب
میں استحباب قیام کا ہے اور ذکر اللہ احق ہے وہی ترجیح اور تخصیص پھر لازم آئی پھر مؤلف کہتا ہے کہ حق تعالیٰ تقدم وجودی سے پاک لم یلد و لم
یولد ہے سو وہاں یہ تعظیم کیونکر ہو سکے پس اس نقرہ کو مؤلف کے دیکھو کہ تعظیم قیام کو حصر کرتا ہے ولادت کے تقدم میں تو گویا جو ولادت کر وجود
میں آئے اس وقت اس کے واسطے تو قیام ہو یا اس کی حکایت میں ہو ورنہ نہیں اول تو یہ خود اپنی تحریر کے خلاف کہتا ہے کہ مطلق ذکر اللہ
اور ذکر فخر عالم میں تعظیم قیام مستحب لکھ آیا ہے دوسرے پھر وہی تعین بالرائے اور تقیید مطلق ہوئی اور زیادت تعظیم فخر عالم کی حق تعالیٰ
پر لازم آئی کیونکہ یہ فرد تعظیم فخر عالم میں تو ایک ذکر خاص پر پائی جاتی ہے لزوماً اور حق تعالیٰ کے واسطے کہیں بھی کبھی نہیں ہوتی وہی محذور
پھر لازم آیا اور پھر اپنی تعظیم کو جتلاتا ہے کہ ہم حق تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں فخر عالم کو نہیں کرتے سو یہ بھی کم فہمی ہے معترض کب کہتا ہے
کہ فخر عالم کو من کل الوجوہ اعلیٰ حق تعالیٰ سے بنا دیا ہے وہ تو اس تعظیم کی وجہ سے کہ رہا ہے کہ اس تعظیم خاص میں فوقیت دیتے ہیں
غرض مؤلف صاحب کے فہم کے قربان ان کے اتباع کے کوئی بھی بات سیدھی نہیں بولتے اصل اعتراض کا جواب کچھ نہیں اس کا اعتراف

۱ نظیر کی جمع معنی مثال ۱۲ ۲ کمزور غلط ۳ جس کی حکایت بیان کیجائے ۱۲ ۴ حکم الٰہی سے تجاوز کرنا ۱۲ ۵ راجح قرار دینا ۱۲ ۶ نہ جنتا ہے نہ جنا گیا ۱۲

حرام ہے لہذا اس وجہ سے یہ قیام حرام ہوا ہذا کلامہ میں اس کے جواب میں کہتا ہوں الحمد للہ آپ کی زبان سے آنا تو نکلا کہ قیام کرنا
وقت ذکر ولادت شریفہ کے ہونا چاہیے خیر اس قدر آپ کا تسلیم کر لینا بھی بس ہے ؎ عمرت دراز باد کہ این ہم غنیمت است۔ بعد اس کے
یہ فرمانا آپ کا کہ ہر روز کون سی ولادت مکرر ہوتی ہے نعوذ باللہ منہا یہ بڑی بیباکی ہے اور اس کے بعد جو خرافات فرضی اور کنھیا کا سا
وغیرہ الفاظ لکھے ہیں وہ تو نہایت درجہ کی بے ادبی اور گستاخی ہے یہ خیال نہ کیا کہ کیس عالیجناب کا ذکر ہے آدمی حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی شان میں ہوشیار رہو کر الفاظ سوچ کر منہ سے نکالے ؏ ہشدار کہ رہ بر دم تیغ است قدم را۔

اور دوسرا اعتراض ذمہ پر رکھ لیا اور پہلے لکھے کا خیال نہیں اور اس کے مخالف قاعدہ گھڑ لیا سبحان اللہ

جواز قیام کی کوئی وجہ موجود نہیں پائی جاتی **قولہ** اعتراض مطبع ہاشمی میں الخ **اقول** اس فتوی کی نقل اول نو جلد میں کی گئی ہے سائل نے اس قیام مخصوص کو پوچھا تھا

مجیب نے اس کے جواب میں سب شقوق قیام کو لکھ کر ایک ایک شق کا حکم شرعی لکھدیا مگر یہ کہ مطلق ذکر فخر عالم میں قیام مندوب ہے بلا قید
تخصیص یہ نہیں لکھا کہ سوال سائل میں استفسار[1] نہ تھا پس اس ایک شق کا یہ جواب لکھا ہے کہ اگر قدوم[2] روح مبارک کی وجہ سے یہ قیام
ہے کہ وہ ظہور مثبتی قدوم کے ہے اور قدوم پر تعظیم مندوب ہے تو یہاں اس وقت قدوم نہیں بلکہ ذکر قدوم معنوی کا ہے کیونکہ ولادت مکرر نہیں ہوتی
ایک دفعہ ہو چکی اور اب اگر ذہن میں ولادت فرض کر کے قیام کرتے ہیں تو اسکی کوئی نظیر شرع میں نہیں کہ فرضی امر کیساتھ معاملہ اصلی شے کا کیا جاوے
تو مؤلف کہتا ہے کہ **قولہ** میں اس کے جواب میں کہتا ہوں الخ **اقول** مؤلف کو فہم مطالب تو بون بعید ہی ہے کہتا ہے کہ الحمد للہ آپکے منہ سے
یہ بات نکلی یہ فقرہ مؤلف کا محض نادانی ہے کیونکہ اس وقت لائق تھا کہ اول یہ ثابت کر دیتا کہ قیام تعظیم قادم کو مجیب منع کرتے ہیں اور ہرگاہ کہ یہ امر
ثابت نہیں تو پھر یہ کلمہ تعجب کا خود مؤلف کے فہم متعجب کا ثمرہ ہے مؤلف مقر ہو چکا ہے کہ حکم مقید کا بوجہ قید کے ہوتا ہے پس یہ قول مجیب کا الی اصل قیام
وقت ذکر ولادت کے الخ خود دلالت کرتا ہے کہ یہ قیام مخصوص بوجہ خصوصیت کے مورد تقسیم احکام کا ہے قیام مطلق اس سے خارج ہے پس مسلم قیام مطلق
کے خلاف کہنا کس قدر تعجب اور دیانت سے دور ہے معہذا صریح اس فتوی میں مذکور ہے کہ یہ بات کہ خود جناب علیہ الصلوٰۃ کے واسطے کوئی کھڑا
ہوا خارج بحث ہے الخ مگر مؤلف کے چشم حق بین کہاں ہے کہ دیکھے پس ہرگاہ کہ مجیب کا یہ مذہب ہے کہ جس مقام میں قیام تعظیم شرعاً ثابت ہو وہاں مندوب ہے
اور جہاں کوئی وجہ منع کی ہو ممنوع اور قادم کیواسطے بشرط عدم مانع کے اور ذکر اللہ تعالیٰ اور ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے مندوب مگر
تخصیص مطلق کی بدون نص کے بدعت ہے تو پھر گنجائش اعتراض کی مؤلف کو کہاں ہے بلکہ یہ محض عناد[3] ہے **قولہ** بعد اس کے یہ فرمانا آپ کا الخ
اقول مؤلف کو فہم مطلب سے تو کہیں کام نہیں ہوتا بے سوچے جو چاہا کہدیا نہ شرم نہ اندیشہ آخرت بھلا مؤلف جو ایسا سر پھلا کر تعجب کرتا ہے
اور گستاخی کا بہتان لگاتا ہے وہ کونسی گستاخی ہے مجیب نے یہ کہا کہ یہ قیام مخصوص اگر بوجہ تشریف آوری روح پاک عالم غیب سے عالم شہادت
میں ہے تو یہ قیام وقت ولادت شریفہ کے ہونا اب جو اہل بدعت کرتے ہیں تو کیا اس وقت ولادت مکررہ ہوتی ہے پس یہ فقرہ استفہام انکاری
کا ہے کہ ولادت مکررہ نہیں اسمیں کون سی گستاخی ہے یہ امر صحیح اور درست ہے پھر مجیب نے کہا پس یہ ہر روز اعادہ ولادت الخ یعنی ہرگاہ کہ تعظیم
تو ولادت کی ہے اور ولادت یہاں کہیں موجود نہیں تو اہل بدعت گستاخ اعادہ ولادت فرضاً کرتے ہیں یہ معنی کہ معدوم ماضی کو موجود
فرض کر لیا اور فرضی موجود کو حقیقی تصور کر لیا جیسا ہنود کرتے ہیں پس ایسا کام کرنا سخت گستاخی اور زبون حرکت ہے معاذ اللہ تم
شان فخر عالم میں کس نے گستاخی کی مجیب نے ہرگز نہیں کی وہ اس فرضی ولادت کو گستاخی کہتے ہیں اور منع کرتے ہیں تو گستاخی کرنے والے

[1] دریافت [2] تشریف آوری [3] اختلاف [4] آئیز الاشہ [5] سرکشی [6] بری ۱۲

میں غرض جب آپ زبان پر لائے تو جواب اسکا دینا ضرور ہوا اے حضرت جس چیز کا ذکر آدمی بیدار دلی سے کرتا ہے اسکا تصور بالضرور ہوتا ہے اسوقت دو نظیریں لکھتا ہوں بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کو قبل احرام باندھنے کے خوشبو لگائی تھی جب حضرت عائشہ نے بعد وفات اس حال کو ایک موقع میں روایت کیا تو فرماتی ہیں کانی انظر الی وبیص الطیب فی مفارق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی گویا میں دیکھ رہی ہوں چمک خوشبو کی سر مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اور یہ حدیث صحیحین میں ہے اور ابو جحیفہ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سرخ حلہ پہنے ہوئے تھے کانی انظر الی بریق ساقیہ یعنی گویا میں دیکھ رہا ہوں چمک پنڈلیوں نورانی کی یہ حدیث جامع ترمذی کی باب الاذان میں ہے ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ جسکو محبت ہوتی ہے اسکو وقت ذکر محبوب کے وہی شان جمال محبوبی پیش نظر ہوتی ہے پس قول آپکا کہ اب کونسی ہر روز ولادت

مولودی ہوتا ہے نہ حبیب اور جو اس ذکر پر قیام کو تشبیہ دینا گستاخی ہے بزعم مؤلف کے تو بھی بیجا ہے کیونکہ اس وجہ مخصوصہ پر تو قیام مشابہ فعل ہنود کے ہی ہے کہ وقت ولادت کنھیا کے ہنود بھی ولادت فرضی کر کے ایسی تعظیم کرتے ہیں گویا اب پیدا ہوا ہے سو یہ قیام خود ممنوع ہے تو اس فعل منع کو تشبیہ دینا کس طرح گستاخی ہوئی مؤلف کو فہم نہیں معذور ہے **قولہ** تو جواب اس کا دینا ضرور ہوا الخ **اقول** مؤلف نے دو روایتیں نقل کیں دونوں میں تصور حلیہ فخر عالم کا ہے اور کانی کا لفظ مذکور ہے پس مؤلف ہوش کر کے سن لے کہ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ آدمی جب کسی گذشتہ امر کو حکایت کرتا ہے تو وہ محکی ذہن میں پیش نظر ذہن کے ہوجاتا ہے تو صحابہ جب حالات فخر عالم کے بیان کرتے تھے تو وہ محکی پاک نظر میں آجاتا تھا خواہ وہ حلیہ ہوتا خواہ اور کوئی قصہ ہوتا اور اس کی یاد پر سر دریا رقت یا کوئی حال مناسب آجاتا تھا اور اب بھی سب انسان میں بدیہی ہے اور احادیث میں بکثرت موجود ہے پس یہ امر تو دونوں روایت سے معلوم اور مسلم ہے مگر یہ تو دیکھو کہ اس حکایت اور صورت ذہنیہ کے ساتھ معاملہ خود محکی کا ہوا ہو یہ ان دونوں روایتوں سے ہرگز کچھ ثابت نہیں ہوتا اگر کسی روایت میں یہ معاملہ ثابت ہوا ہو تو مؤلف اور اسکے معتقد آیات نشان دیویں کہ ولادت کے ذکر میں یا گھر سے باہر تشریف لانے کے ذکر میں یا غزوات سے آنے کے ذکر میں کسی نے وقت اس ذکر کے قیام کیا ہو یا مصافحہ کیا ہو یا سلام علیک یا کچھ اور معاملہ محکی کا ذکر وحکایت سے کہیں ہوا ہو پس ان دونوں روایت میں تقدیر یہ مذکور ہوتا کہ گویا میری نظر میں ہے مؤلف کے مدعی کو کیا مفید ہوا اثبات تو اس بات کا کہ حکایت سے معاملہ محکی کا ہو مؤلف پر واجب ہے اور ہم نے یہ انکار نہیں کیا کہ وقت حکایت کے محکی ذہن حاکی میں نہیں آتا تاکہ مؤلف ان دونوں روایت سے اسکا اثبات کرے بلکہ اس تصور کے ساتھ معاملہ تعظیم محکی کا نہیں ہوتا یہ لکھتے ہیں سو یہ ان دونوں روایت سے ہرگز ثابت نہیں ہوا لہذا مؤلف ہوش کرے وہ روایت مؤلف نے اپنی عادت کے موافق دھوکا دہی کو نقل کر کے اپنی عقل کے تیر چلانے لگا کہ بے شک محبوب کی شان پیش نظر ہوتی ہے مگر اس شان پیش نظر کے ساتھ شرع سے یہ ثابت کرنا واجب ہے کہ محبوب کا سا معاملہ اسکے ساتھ شرع میں ثابت ہو یا عقل میں درست ہو اگر عاشق فریفتہ اور مجنون ہو جاوے وہ قاعدہ شرع وعقل سے خارج ہے اسکا ذکر ہی نہیں پس مؤلف کا قول کہ اگر ولادت مکرر نہیں مگر ذکر ولادت تو مکرر ہے کس قدر بے معنی ولغو ہے کیونکہ ذکر ولادت کے مکرر ہونے سے قیام کا ثبوت کس طرح ہو جاویگا نہ مؤلف کی دو نظیر سے ثابت نہ کسی حدیث سے نہ عقل کا تقاضا کہ حکایت کو قائم مقام محکی کا کر کے محکی کا معاملہ کرے اسی حماقت نے راہ بت پرستاں کا مارا ہے اور صورت حاصلہ فی الذہن علم کو کہتے ہیں علم شئی کا خود شئی معلوم ہو کر معظم ومکرم خارجی اعضا سے مثل معلوم خارجی کے ہونے لگے یہ درجہ تو مشرکوں سے بھی بڑھ گیا انہوں نے تو خارج میں ایک تصویر قائم مقام بھی کر دی تھی یہاں وہ بھی نہیں معاذ اللہ عن ہذا الفہم الردی الحاصل

لہ معنی یا حکایت ۲ے خوف وزری کی حالت ۳ے جن کی پیروی کیجائے ۴ے وہ صورت جو ذہن میں حاصل ہو ۵ے اس خراب عقل وسمجھ سے خدا کی پناہ ۱۲

کی بلکہ سب اس کو اہتمام سے بجا لاتے ہوں تو اس کی ملاومت اور التزام سے البتہ عوام کے دلوں میں شبہ وجوب یا فرضیت کا پڑ سکتا ہے وہ خیال کر سکتے ہیں کہ اس امر کا کوئی منکر نہیں اور سب بالاتفاق کمال تاکید و اہتمام سے کر رہے ہیں شاید یہ کام فرض واجب ہوگا پس صاحب مجمع البحار کا کلام جس کو بعض فضلار سند میں لائے ہیں درحقیقت وہ ایسے ہی مندوب اور مستحب بالاتفاق کے حق میں ہے کہ المندوب ینقلب مکروھا اذا خیف ان یرفع عن رتبتہ برخلاف اس قیام کے کہ اس میں لوگوں کو کیا کیا گفتگو ئیں ہیں، بھلا جس چیز کے جواز و عدم جواز میں مباحثہ ہو رہا ہو اور مجوزین قیام جابجا فتاوی اقرار و استحسان قیام کے باب میں چھاپ چھاپ کر مشتہر کر چکے ہوں کب عقل سلیم باور کرے گی اس بات کو کہ اس کی فرضیت یا وجوب شرعی کا شائبہ کسی دل میں پیدا ہوگا حاشا و کلا اعتراض بانیان محفل میلاد نے مطلق کو مقید کر دیا ہے یہ بدعت ہے جواب بدعت کی تعریف اگلے علمار فرما چکے مولوی اسحاق صاحب مائۃ مسائل میں نقل کر چکے ہم بطور خلاصہ لکھتے ہیں جو علمار بدعت کی تقسیم مانتے ہیں وہ کہتے ہیں

آدمی غیر معتبر غیر معتمد القول[1] کالعدم اور مجوزین کو سواد اعظم جم غفیر معتمد القول لکھ آیا ہے پس ان کی منع کا اور تحریم[2] کا کیا اعتبار ہے اور ان کے منع پر کس سبب یہاں التفات ہونے لگا کہ بدون التزام مکروہ کے چارہ ہی نہ ملا اور پھر آخر جواب میں اول کے خلاف وہی لکھا کہ اس اشتہار فتاوی کے بعد فرضیت کا عقیدہ[3] ہونا کسی کی عقل سلیم باور نہیں کرتی پس بدحواسی مؤلف کی قابل تماشا ہے اور خوبی علم و فہم مؤلف کی کسقدر روشن ہوئی کہ باید و شاید اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس مستحب میں اصرار ہو وہ مؤلف کے نزدیک تعدی[4] حد اللہ اور حرام ہے اور جس فعل مستحب دا التزام سے عوام کو مضرت ہو کہ مستحب کو واجب یا حرام جانیں وہ بھی تعدی ہے اور حرام ہے اور پہلے جواب میں اس کراہت کا بعض علمار کے نزدیک مؤلف مقر تھا اب حرمت کا خود اقرار کر لیا اور اول جواب میں بعض مستحب کے اصرار کو جائز کہتا تھا اور اب اس قاعدہ میں عموماً اصرار مستحب پر حرام ہونے کا حکم لگا دیا کیونکہ تعدی حد اللہ سب میں لازم ہے پس یہ مبلغ علم مؤلف کا ہے اور اس پر دعویٰ فہامتہ العصر ہونے کا ہے سبحان اللہ بہرحال خدا تعالیٰ ناظرین اس لیاقت علمی اور فصاحت بیانی کو غور کریں لا حول ولا قوۃ الا باللہ **قولہ** برخلاف اس قیام کے الخ **اقول** بعد اس تحقیق حقیق کے مؤلف نے کیا عجب نتیجہ نکالا ہے کہ دنیا میں کسی ذی عقل داد فی عقل والے سے بھی نہیں ہوا ہوگا سنو مقدمات تو یہ تھے کہ قیام مختلف فیہ ہے اگر مجوزین بھی ترک کرتے لگیں اور التزام نہ کریں تو تعدی حکم اللہ کی عوام کے نزدیک ہو جائے گی لہذا التزام اس کا ضرور ہے اور یہی قاعدہ مقرر کیا کہ ایسے امر مختلف فیہ میں اصرار مضر نہیں بلکہ ضرور ہے اور خلاصہ یہ نکلا کہ عوام کو بسبب اشتہار فتاوی کے عقیدہ وجوب کا نہیں ہو سکتا اب غور کرنا چاہیئے کہ اعتراض تو اصرار کی کراہت کا تھا اور خلاصہ جواب اور مقدمات وہ تو مؤلف کے دماغ میں خلل ہے یا نہیں اور یہ جواب خاص عطر فکر صائب مؤلف کا ہے کہ جس پر نہایت نازو فخر ہے **قولہ** اعتراض بانیان محفل میلاد نے مطلق الخ **اقول** بدعت کی تعریف میں سب متفق ہیں تفاوت الفاظ کا ہے پہلے تحقیق ہو چکا اور یہ بھی تحقیق ہو لیا کہ یہ محفل مروجہ ہر دو تعریف کے موافق بدعت ضلالہ ہے اگرچہ اصل ذکر فخر عالم ﷺ کا بلا قیود مندوب ہے چونکہ بہت دا نیخ بیان پہلے ہو چکا ہے لہذا اعادہ نہیں کیا جاتا مگر مؤلف کی سور فہم کو دیکھنا ہے کہ مطلق کو مقید کرتا اور عکس اس کا کہتا ہے کہ حد بدعت میں داخل نہیں حالاں کہ اس کے بدعت ہونے کے برابر سب قائل ہوتے چلے آئے ہیں اور سب کے نزدیک اخل حد بدعت کی ہے کیونکہ جس نے مطلق شرع کو مقید کیا تو یہ قید خلاف متلقی عن الشارع ہوئی اور احداث مخالف حکم شارع کے

---

[1] غیر معتبر اور ناقابل اعتماد ہونے کے برابر [2] کثیر تعداد [3] حرام قرار دینا [4] یقین [5] حد الٰہی سے تجاوز کرنا

...میں شامل ہوتے ہے (۴۶) عبدالرحمن صفوری شافعی صاحب نزہۃ المجالس (۴۷) نورالدین ابو سعید لبنانی انہوں
نے بھی ان سے مولد شریف کا ہونا ثابت کیا ہے اور بادشاہ مصر کے حال میں لکھا ہے، کہ بادشاہ مصر سائبانی ساختہ بود کہ دامنہ
... تشتند در غایت کیا ستگی از جہت آنکہ دریں شب درونکنرا برافرازند درغیر آں پیچیدہ باشد (۴۸) سید امام
... مولد شریف نثر عبارت مقفی فصیح مشہور ہے دیار عرب میں بہت پڑھا جاتا ہے (۴۹) سید زین العابدین برزنجی ان
... مولد شریف منظوم دیار عرب شریف میں رائج ہے (۵۰) شیخ احمد ابن علامہ ابوالقاسم بخاری ان کا نسب محمد بن اسماعیل بخاری تک
پہنچتا ہے (۵۱) شیخ اسماعیل حقی آفندی مفسر واعظ مصنف تفسیر روح البیان (۵۲) احمد بن محمد قشاشی مدنی (۵۳) محمد بن غرب
... (۵۴) شیخ عبدالملک کردی (۵۵) فاضل ابراہیم باجوری (۵۶) امیر محمد استاد ابراہیم باجوری (۵۷) شیخ سقاط استاد
... باجوری (۵۸) شیخ عبدالباقی پدر و استاد علامہ زرقانی (۵۹) شیخ محمد رملی (۶۰) علامہ احمد بن حجر مؤلف تحفۃ الاخیار
... (۶۱) حافظ ابن رجب حنبلی (۶۲) ابی زکریا یحییٰ ابن عائذ حافظ کبیر اندلسی (۶۳) سعید بن مسعود گازرونی انہوں نے
بہت سلف کے علماء و صوفیہ سے مولد شریف ہونا ثابت کیا ہے (۶۴) مولانا زین الدین محمود نقشبندی (۶۵) حضرت مولانا جمال الدین

... میں ایجاد ہوا اور آخر تک جاری رہا وہ ہے کہ جلال الدین سیوطی کے رسالہ حسن المقصد سے بندہ نقل کر چکا ہے کہ
... کچھ قرآن پڑھیں اور نذر کر آپ کا کر کے کھانا کھا کر چلے جاویں اور اس سے زیادہ کچھ نہ ہو تو اس عمل میں ذکر مندوب بہ
... یوم میں اور اطعام طعام زائد ہوا ہے اور یہ دونوں امر باصلہ مباح ہیں چونکہ اس زمانہ میں نہ یہ امور مکروہ عملی ہوئی تھی
... اس سے کوئی مضرت تھی بزعم ان علماء کے لہٰذا اس مجلس میں کراہت نہ تھی بلکہ مباح تھے اگرچہ جن علماء کو اس میں
... کا اندیشہ تھا انہوں نے اس کو مکروہ کہا تھا چنانچہ بالا واضح ہو لیا پس چونکہ اس میں کوئی امر منکر نہیں تھا محض یہ دو امر
... خواص و عوام میں علماً و عملاً اپنے درجہ سے نہیں خارج ہوئے تھے تو وہ محافل مباح رہی اور مولود انکار شرع کی نہ ہوئی
... مباح عمل ہوا کہ مدار یہ پس ابتدا ایجاد اس محفل سے آخر تک یہی وضع مباح رہی اب شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی محفل کی کیفیت
... خاتم الاسماء بنا رہا ہے فیوض الحرمین میں فرماتے ہیں یہ عبارت بعینہا ان کی نقل کرتا ہوں وکنت قبل ذلک بمکۃ
المعظمۃ فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی یوم ولادتہ والناس یصلون علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویذکرون ارھاصاتہ التی ظہرت
فی ولادتہ ومشاھدہ قبل بعثتہ فرأیت انوارا سطعت دفعۃ واحدۃ لا اقول انی ادرکتہا ببصر الجسد ولا اقول ادرکتہا
ببصر الروح فقط واللہ اعلم کیف الامر بین ھذا وذلک فتاملت تلک الانوار فوجدتہا من قبل الملائکۃ الموکلین بامثال ھذہ
المشاھد وبامثال ھذہ المجالس ورأیت یخالط الانوار الملائکۃ انوار الرحمۃ انتہٰی بلفظہ اب ناظرین غور فرمائیں کہ شاہ
ولی اللہ جو مولد النبی میں اپنا ہونا فرماتے ہیں تو مولد النبی وہ مکان مکہ معظمہ میں ہے جس میں آپ کی ولادت ہوئی تھی وہاں ایک قبہ
بنا ہوا ہے اس کی زیارت کرتے ہیں اور وہاں لوگ جو جمع ہوئے یوم ولادت میں تو زیارت مکان کے واسطے جمع ہوئے اور وہاں
... صلوٰۃ وسلام اور ذکر آپ کی حالات کا تھا وہ نفس ذکر آپ کا تھا چنانچہ بالکل ظاہر و بدیہی ہے پس اس میں نہ اجتماع
... تھا نہ وہاں طعام و شیرینی کا ذکر ہے نہ وہاں فرش و بخور کا نشان ہے نہ فسقہ فجرہ بلباس و زیِ مکروہ کا پتہ ہے فقط
... ہونا ہے اس کا ہونا اور آپ کے حالات کے ذکر اور صلوٰۃ کا ہونا مذکور ہے جس کو مؤلف مجلس مولود قرار دیتا ہے اور اپنی ہیئت

... کھانا کھلانا کہ اگربتی وغیرہ، ... مکہ معظمہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی جگہ کی حضرت علیہ السلام کی ولادت کے دن اور وہاں لوگ دور دور سے
... مقصد دیکھا اور اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ یہ کچھ کرتا وہ امر در میلان کے اساس کے خود کیا میں حضرت انور کی طرف

ضمیمہ براہین قاطعہ

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مصنف براہین قاطعہ پر تنقیص شان سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ناپاک بہتان اور اس کا مفصل جواب

از مولانا محمد منظور نعمانی

مولوی احمد رضا خاں صاحب حسام الحرمین ص ۱۵ پر لکھتے ہیں:

وھؤلاء اتباع شیطان الآفاق ابلیس اللعین وھم ایضاً اذناب ذلک المکذب الکنگوھی فانہ قد صرح فی کتابہ البراھین القاطعۃ وما ھی واللہ الا القاطعۃ لما امر اللہ بہ ان یوصل بان شیخھم ابلیس اوسع علما من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھذا نصہ الشنیع بلفظہ الفظیع ص ۴۷ الشیطان وملک الموت کرا لما ھذہ السعۃ فی العلم ثبتت الشیطان وملک الموت بالنص

اور یہ شیطان آفاق ابلیس لعین کے پیرو ہیں اور یہ بھی اسی تکذیب خدا کرنے والے گنگوہی کے دم چھلے ہیں کہ اس نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں تصریح کی اور خدا کی قسم وہ قطع نہیں کرتی مگر ان چیزوں کو جن کے جوڑنے کا اللہ عزوجل نے حکم فرمایا ہے کہ ان کے پیر ابلیس کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے اور یہ اس کا بُرا قول خود اس کے بُرے الفاظ میں ص ۴۷ پر ہے۔

شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص

کرنا یقیناً شرک ہے تو گویا مصنفِ براہین نے (معاذ اللہ) شیطان کو خدا کا شریک مان لیا۔

۳- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر نصِ قطعی کا مطالبہ کیا، اور جب حضورِ اقدس کے علم کی نفی کی، تو ایک باطل الروایۃ حدیث سے استناد کیا۔

۴- پھر اس حدیث کی روایت کو از راہِ دروغ بیانی اس شخص کی طرف منسوب کیا جس نے روایت نہیں کی بلکہ نقل کر کے ردِّ بلیغ کیا۔

یہ ہے خاں صاحب کی اس ساری عبارت کا خلاصہ اور مصنفِ براہینِ قاطعہ کے خلاف ان کی فردِ قرار دادِ جرم ——— ہم تحریرِ جواب سے پہلے چند تمہیدی مقدمات عرض کرتے ہیں۔

پہلا مقدمہ | علم کی دو قسمیں ہیں ؛ ذاتی اور عطائی۔ ذاتی وہ ہے جو از خود ہو، کسی کا دیا ہوا نہ ہو۔ اور عطائی وہ ہے جو کسی کا دیا ہوا ہو اور بتلایا ہوا ہو۔ پہلی قسم (علمِ ذاتی) اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ مخلوقات میں سے جس کو بھی کوئی علم ہے وہ سب اسی کا دیا ہوا اور بتلایا ہوا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی ولی یا نبی یا فرشتے کے لئے بھی علمِ ذاتی ثابت کرے گا تو سب کے نزدیک مشرک ہوگا، چونکہ یہ تمام اُمت کا مشہور اجماعی مسئلہ ہے لہٰذا ہم اس کے ثبوت میں صرف خاں صاحب بریلوی ہی کی تصریحات پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں ؎

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

موصوف "خالص الاعتقاد" صفحہ ۲۸ پر رقمطراز ہیں :

علم یقیناً ان صفات میں ہے کہ غیرِ خدا کو بہ عطائے خدا مل سکتا ہے تو ذاتی و عطائی کی طرف اس کا انقسام یقینی، یوں ہی محیط و غیر محیط کی تقسیم بدیہی، ان میں اللہ عزّ و جل کے ساتھ خاص ہونے کے قابل صرف ہر تقسیم کی قسمِ اوّل ہے یعنی علمِ ذاتی و علمِ محیطِ حقیقی۔

نیز اسی "خالص الاعتقاد" کے صفحہ ۳۲ پر فرماتے ہیں :

ولا تعليمها يجوز عليه فيها ما ذكرناه اذ ليس في هذا كله نقيصة ولا محطة وانما هي امور اعتيادية يعرفها من جربها وجعلها همه وشغل نفسه بها والنبي مشحون القلب بمعرفة الربوبية ملآن الجوانح بعلوم الشريعة۔

انتهى بقدر الحاجة

شفا قاضی عیاض، ص ۲۰۲

بارے میں، جائز ہے نبی علیہ السلام پر وہ جو ہم نے ذکر کیا (یعنی ان باتوں کا نہ جاننا) اس لئے کہ ایسی باتوں کے نہ جاننے کی وجہ سے نہ تو کچھ نقصان پیدا ہوتا ہے نہ درجہ اور مرتبہ میں کوئی کمی آتی ہے، یہ امور تو عادت پر موقوف ہیں اُن کو وہ شخص خوب جانے گا جس نے ان کا تجربہ کیا ہو اور اُنھیں کو اپنا مقصد بنالیا ہو اور جس نے اپنے نفس کو انھیں باتوں میں مشغول کردیا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک تو معرفت الٰہیہ سے اور سینۂ نفیس گنجینۂ علوم معرفت سے لبریز ہے

بہرحال جو امور دین سے غیر متعلق ہوں، اگر ان میں سے بعض کا علم کسی غیر نبی کو ہو جائے، اور نبی کو نہ ہو تو اس میں اس نبی (علیہ السلام) کی کوئی تنقیص نہیں، کیونکہ ان امور سے حضرات انبیاء علیہم السلام کو کوئی خاص تعلق ہی نہیں۔ اسی لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انتم اعلم بامر دنیاکم۔

(رواہ مسلم)

اپنی دنیا کی باتوں کے تم زیادہ جاننے والے ہو۔

صحیح مسلم کی یہ روایت ہمارے مدعا کے لئے نہایت واضح اور روشن دلیل ہے نیز آپ ارشاد فرماتے ہیں:

اذا کان شیئ من امر دنیاکم فانتم اعلم به واذا کان شیئ من امر دینکم فالیّ (رواہ احمد ومسلم عن انس، وابن ماجة

جب کوئی چیز تمہارے دنیاوی امور میں سے ہو جب تو تم ہی اس کے زیادہ جاننے والے ہو اور اگر کوئی دینی معاملہ ہو تو میری طرف رجوع کرو۔ روایت کیا اس کو امام احمد

حضور ﷺ کی افضلیت محضہ ہے۔ انیٹھوی صاحب نے اپنی غلط فہمی سے بزعم خود ایک بنیاد فاسدہ قائم کر دی اور اس پر مفاسد کی تعمیر کرتے چلے گئے۔ چنانچہ اسی بناء الفاسد علی الفاسد کے سلسلے میں وہ تحریر فرماتے ہیں۔

''اعلیٰ علیین میں روح مبارک علیہ السلام کا تشریف رکھنا اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر ہو چہ جائیکہ زیادہ۔ (براہین قاطعہ، ص ۵۲)

ع۔ بریں عقل و دانش بباید گریست

انیٹھوی جی آپ سے کس نے کہہ دیا کہ صاحب انوار ساطعہ نے ملک الموت سے محض افضل ہونے کی وجہ سے حضور (ﷺ) کا علم ملک الموت سے زیادہ تسلیم کیا ہے۔ صاحب انوار ساطعہ یا کسی سُنّی عالم نے بھی افضلیت محضہ کو زیادتی علم کی دلیل نہیں بنایا۔ ہم تو حضور ﷺ کی اصالت کو حضور (ﷺ) کی اعلمیت کی دلیل قرار دیتے ہیں اور اگر بالفرض کسی نے حضور ﷺ کی افضلیت کو حضور (ﷺ) کی اعلمیت کی دلیل بنایا بھی ہو تو اس سے افضلیت محضہ سمجھنا انتہائی حماقت ہے کیونکہ حضور (ﷺ) کی افضلیت حضور (ﷺ) کے ساتھ مخصوص ہے جس کا تحقق اصالت کے بغیر ناممکن ہے۔

ہمارے اس بیان کی روشنی میں مخالفین کا ان تمام حوالجات کو پیش کرنا بے سود ہو گیا جن سے وہ ثابت کیا کرتے ہیں کہ افضلیت کو اعلمیت مستلزم نہیں۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے افضل ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے ان کا حصول ثابت نہیں وغیرہ وغیرہ۔

مخالفین نے ابھی تک اس حقیقت کو سمجھا ہی نہیں کہ حضور ﷺ کی افضلیت پر دوسروں کی افضلیت کا قیاس کرنا درست نہیں۔ اس لئے حضور (ﷺ) اصل کائنات ہیں اور یہ وصف اصالت حضور (ﷺ) کے علاوہ کسی کو نہیں ملا۔ بنا بریں حضور ﷺ کی افضلیت اعلمیت کو مستلزم ہو گی اور حضور (ﷺ) کے علاوہ کسی دوسرے کی افضلیت میں اعلمیت کا استلزام نہ ہو گا۔

اس بات کی تائید و تصدیق کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تمام رسولوں سے افضل اور سب انبیاء کے خاتم ہیں، نیز یہ کہ تمام انبیاء علیہم السلام رسول اللہ ﷺ سے مدد حاصل کرتے ہیں۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول سے ہوتی ہے جو شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باب ۴۹۱ کے علوم میں ارشاد فرمایا ہے کہ مخلوق کا کوئی فرد دنیا اور آخرت کا کوئی علم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی باطنیت (روحانیت) کے بغیر کسی ذریعہ سے حاصل نہیں کر سکتا۔ برابر ہے کہ انبیاء متقدمین ہوں یا وہ علماء جو حضور ﷺ کی بعثت سے متاخرین ہیں اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اولین و آخرین کے تمام علوم عطا کئے گئے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ ہم آخرین سے ہیں (پھر ہمارا کوئی علم بلاواسطہ روحانیت محمدیہ کیونکر حاصل ہو سکتا ہے) اور حضور ﷺ نے ان علوم کے حکم میں تعمیم فرمائی۔ لہٰذا یہ حکم ہر قسم کے علوم کو شامل ہے خواہ وہ علم منقول و معقول ہو یا مفہوم و موہوب۔ لہٰذا ہر مسلمان کو کوشش کرنی چاہئے کہ وہ بواسطہ نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ سے علم حاصل کرے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے تمام مخلوق میں علی الاطلاق سب سے زیادہ علم والے ہیں۔ (الیواقیت والجواہر، ج ۲ ص ۳۹ مصر) بعض علوم کو بُرا کہہ کر رسول اللہ ﷺ کی ذات مقدسہ سے اس سے نفی کرنا بدترین جہالت اور بارگاہ نبوت سے کھلی عداوت ہے:۔

دیوبندی حضرات اہل سنت کے مواخذہ سے تنگ آ کر یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کیلئے وہی علوم مانتے ہیں جو نبوت و رسالت سے متعلق اور حضور (ﷺ) کی شان کے لائق ہیں۔ غیر ضروری علوم اور نجاستوں، غلاظتوں،

سیکھنے کا حکم دیا اور فرمایا، خدا کی قسم، میں اپنی خط و کتابت میں یہودیوں کی طرف سے مطمئن نہیں (واللہ ما آمن یہود علی کتابی)، پس نصف مہینہ پورا نہیں ہوا تھا کہ میں نے سریانی سیکھ لی اور مجھے اس میں خاصی مہارت ہو گئی۔ پھر میں ہی آں حضرتؐ کی طرف سے یہودیوں کو خط لکھتا تھا، اور میں ہی اُن کے خطوط پڑھتا تھا۔"

اس روایت میں یہودیوں کی طرف سے جس خطرے کا ذکر ہے وہ جب ہی ممکن ہے کہ حضورؐ کو اس سریانی زبان کا علم نہ ہو جس کا علم اس زمانہ کے یہودیوں کو تھا۔ اگرچہ اس مدعا کے لئے حضورؐ کا اُمّی ہونا بھی کافی ہے جس کی شہادت قرآن مجید میں دی گئی ہے مگر میں نے یہ روایت اس لئے نقل کر دی کہ یہ اُس اُمّیت کی ایک عملی تفسیر ہے جس کے بعد کسی تاویل کی گنجائش نہیں رہتی، کیونکہ تاویل صرف اقوال و الفاظ میں چل سکتی ہے نہ کہ واقعات و حالات میں۔

یہاں تک پانچ آیتوں اور پندرہ حدیثوں سے صرف یہ ثابت کیا گیا ہے کہ عہدِ رسالت میں بہت سے جزئی واقعات پیش آتے تھے اور حضورؐ کو ان کی اطلاع نہیں ہوتی تھی اور دوسرے لوگوں کو ہو جاتی تھی۔ لیکن صرف ان جزئی معلومات کی وجہ سے (جن کو امورِ دین و دیانت اور فرائضِ نبوت و رسالت سے کوئی خاص تعلق بھی نہیں)، نہ ان دوسرے لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ علم داں کہا جا سکتا ہے اور نہ ان علوم کے عدمِ حصول سے حضورؐ کے کمالِ علمی میں کوئی کمی آتی ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی مفتی بغداد علیہ الرحمۃ اپنی بے نظیر تفسیر "روح المعانی" میں ارقام فرماتے ہیں:

ولا اعتقد فوات کمال بعدم العلم بحوادث دنیویۃ جزئیۃ کعدم العلم بما یصنع زیدٌ مثلاً فی	اور میں دنیوی اور جزئی حوادث کے علم نہ ہونے کی وجہ سے کمال کے فوت ہو جانے کا قائل نہیں جیسے کہ زید کے روزمرہ کے

افضلیت واصالت مصطفویہ ﷺ

اظہار کمالات محمدی ﷺ کے بارے میں علمائے اُمت کا ہمیشہ یہ مسلک رہا ہے کہ جب انہوں نے کسی فرد مخلوق میں کوئی ایسا کمال پایا جواز روئے دلیل بہ ہیئت مخصوصہ اس کے ساتھ مختص نہیں تو اس کمال کو حضور ﷺ کے لئے اس بناء پر تسلیم کر لیا کہ حضور ﷺ تمام عالم کے وجود اور اس کے ہر کمال کی اصل ہیں۔ جو کمال اصل میں نہ ہو فرع میں نہیں ہوسکتا۔ لہذا فرع میں ایک کمال پایا جانا اس امر کی روشن دلیل ہے کہ اصل میں یہ کمال ضرور ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہ اصول بالکل صحیح ہے۔ معمولی سمجھ رکھنے والا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ جب فرع کا ہر کمال اصل سے مستفاد ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک کمال فرع میں ہو اور اصل میں نہ ہو بخلاف عیب کے یعنی یہ ضروری نہیں کہ فرع کا عیب اصل کے عیب کی دلیل بن جائے۔ ہم اکثر دیکھتے ہیں کہ ہرے بھرے درخت کی بعض ٹہنیاں سوکھ جاتی ہیں مگر جڑ اتر و تازہ رہتی ہے۔ اس لئے کہ اگر جڑ ہی خشک ہو جاتی تو اس کی ایک شاخ بھی سرسبز و شاداب نہ رہتی اور جب سوائے چند شاخوں کے سب ٹہنیاں سرسبز و شاداب ہوں تو معلوم ہوا کہ جڑ اتر و تازہ ہے اور یہ چند شاخیں جو مرجھا کر خشک ہوگئی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اندرونی اور باطنی طور پر ان کا تعلق اصل سے ٹوٹ گیا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ بعض اوقات فرع کا عیب اصل کی طرف منسوب ہو جاتا ہے لیکن یہ اسی وقت ہوتا ہے جب اصل میں عیب پایا جائے اور جب اصل کا بے عیب ہونا دلیل سے ثابت ہو تو پھر فروع کا کوئی عیب اصل کی طرف منسوب نہیں ہوسکتا اور اس میں شک نہیں کہ اصل کائنات یعنی حضرت مصطفیٰ ﷺ کا بے عیب ہونا دلیل سے ثابت ہے۔ خود نام پاک محمد (ﷺ) ہی اس کی دلیل ہے کیونکہ لفظ "محمد" (ﷺ) کے معنی ہیں بار بار تعریف کیا ہوا۔ اور ظاہر ہے کہ نقص و عیب مذمت کا موجب ہے نہ تعریف کا۔ لہذا واضح ہوگیا۔ موجودات ممکنہ کے عیوب و نقائص اصل ممکنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب نہیں ہو سکتے۔ بلکہ ان کا اصل عیب یہی ہے کہ وہ باطنی اور معنوی طور پر اپنی اصل سے منقطع ہو کر اس کے فیوض و برکات سے محروم ہو گئے۔

علیٰ ہذا لقیاس ہم کہہ سکتے ہیں کہ موجودات عالم کا ہر کمال کمال محمدی (ﷺ) کی دلیل ہے مگر کسی فرد عالم کا عیب معاذ اللہ حضور ﷺ کے عیب کی دلیل نہیں ہوسکتا کیونکہ جس فرد میں عیب پایا جاتا در حقیقت وہ اندرونی اور باطنی طور پر اصل کائنات یعنی روحانیتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ سے منقطع ہو چکا ہے گویا اصل سے کٹ جانا ہی عیب ہے۔

اسی اصول کے مطابق حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مصنف انوار ساطعہ نے تحریر فرمایا تھا کہ "جب چاند سورج کی چمک دمک تمام روئے زمین پر پائی جاتی ہے اور شیطان و ملک الموت تمام محیط زمین پر موجود رہتے ہیں۔ بنی آدم کو دیکھتے اور ان کے احوال کو جانتے ہیں تو نبی کریم ﷺ کا اپنی روحانیت و نورانیت کے ساتھ بیک وقت بہت سے مقامات پر تمام روئے زمین میں رونق افروز ہونا اور اس کا علم رکھنا کس طرح کفر و شرک ہوسکتا ہے۔

ظاہر ہے کہ مولانا محمد عبدالسمیع رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام تو اسی اصل مذکور پر مبنی تھا لیکن مولوی انبیٹھوی صاحب جب انوار ساطعہ کے ردّ میں براہین قاطعہ لکھنے بیٹھے تو انہوں نے اپنی بلادت طبع کے باعث انوار ساطعہ میں لکھے ہوئے حضور (ﷺ) کے اس کمال کو حضور (ﷺ) کے وصف اصالت کی بجائے اسے افضلیت پر مبنی سمجھ لیا یعنی مولوی انبیٹھوی صاحب نے یہ سمجھا کہ صاحب انوار ساطعہ نے جو شیطان و ملک الموت کے ہر جگہ موجود ہونے اور روئے زمین کی اشیاء کا علام ہونے کو بیان کر کے حضور ﷺ کے ہر جگہ موجود ہونے اور روئے زمین کے علوم سے متصف ہونے کی طرف مسلمانوں کو متوجہ کیا ہے۔ اس کا مبنیٰ

③

مکر وفریب، چوری دغابازی، ضلالت وگمراہی کے طریقوں اوران تفصیلات کا برا اور مذموم علم اور شیطانی علوم کو حضور (ﷺ) کے لئے ثابت کرنا حضور (ﷺ) کے حق میں عیب ہے جس سے حضور ﷺ کا پاک ہونا ضروری ہے۔

اس کا جواب ہے کہ علم کا مقابل جہل ہے اور جہل فی نفسہٖ نقص وعیب ہے تو لامحالہ فی نفسہٖ حسن وکمال ہوگا۔ دیکھئے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر فتح العزیز میں ارقام فرماتے ہیں۔

''دریں جا باید دانست کہ علم فی نفسہٖ مذموم نیست ہر چونکہ باشد''

(تفسیر فتح العزیز، ج ا ص ۴۴۵ مطبوعہ العلوم متعلقہ مدارس دہلی)

ترجمہ:۔ ''یہاں جاننا چاہیے کہ علم جیسا بھی ہو فی نفسہٖ بُرا نہیں ہوتا''

اس کے بعد شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان اسباب کا تفصیلی بیان فرمایا ہے جن کی وجہ سے کسی علم میں بُرائی آسکتی ہے۔ جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

ا۔ توقع ضرر۔ ۲۔ استعداد عالم کا قصور۔ ۳۔ علوم شرعیہ میں بے جا غور کرنا

ہمارے ناظرین کرام عقل وانصاف کی روشنی میں اتنی بات بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب کے بیان فرمودہ تینوں سببوں کا رسول اللہ ﷺ کے حق میں پایا جانا ممکن نہیں کیونکہ عصمت الٰہیہ کی وجہ سے حضور ﷺ کے حق میں ضرر کی توقع نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح حضور ﷺ کی استعداد مقدسہ میں قصور کا پایا جانا بھی محال ہے۔ علیٰ ہذا القیاس امور شرعیہ میں بے جا غور وفکر کرنا بھی رسول کریم ﷺ کے لئے قطعاً ناممکن ہے۔ ورنہ علوم شرعیہ بھی معاذ اللہ حضور ﷺ کے حق میں مذموم ہو جائیں گے۔ معلوم ہوا کہ جن اسباب خارجہ کی وجہ سے کسی علم یں بُرائی پیدا ہوسکتی ہے۔ حضور ﷺ کے حق میں ان کا پایا جانا ممکن نہیں۔ لہذا ثابت ہوگیا کہ رسول اکرم ﷺ کو خواہ کیسا ہی علم کیوں نہ ہو وہ حضور کے حق میں بُرا نہیں ہوسکتا اور اگر ہم آنکھیں بند کر کے یہ تسلیم ہی کرلیں کہ بعض علوم فی نفسہٖ بُرے ہوتے ہیں تو میں عرض کروں گا جو چیز فی نفسہٖ بُری اور مذموم ہو وہ عیب ہے اور عیب صرف رسول اللہ ﷺ کے حق میں محال نہیں بلکہ حضور علیہ السلام سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے نہ صرف محال بلکہ محال عقلی اور ممتنع لذاتہٖ ہے۔ لہذا ایسے علم کو جو فی نفسہٖ بُرا ہو اور حضور (ﷺ) کے حق میں اس کا ہونا عیب قرار پائے، اسے اللہ تعالیٰ کے لیے بھی ثابت کرنا ناممکن ہوگا کیونکہ صفت ذمیمہ کا اثبات حقیقۃً عیب لگانا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے تو بُرے علم سے بھی پاک ہونا اس کے لئے یقیناً واجب ہوگا۔ جو چیز (فی نفسہٖ) بندوں کے حق میں عیب ہو اللہ تعالیٰ کا اس سے منزہ ہونا ضروری ہے۔ دیکھئے کذب، جہل، ظلم، سفہ وغیرہ امور فی نفسہا جس طرح بندوں کے حق میں عیب ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کے حق میں بھی عیب ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ان سے پاک ہونا ضروری ہے۔ اسی لئے مسامرہ جز ثانی، ص ۶۰ مطبوعہ مصر میں علامہ کمال ابن ابی شریف ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

''ہم کہیں گے کہ اشعری اور ان کے علاوہ (تمام اہل سنت) اس بات پر متفق ہیں کہ ہر وہ چیز جو (فی نفسہٖ) بندوں کے حق میں عیب اور نقص کی صفت ہو اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے اور وہ صفت نقص اللہ تعالیٰ پر محال ہے''۔

(مسامرہ جز ثانی، ص ۶۰ مطبوعہ مصر)

ایسی صورت میں حضرات علماء دیوبند سے مخلصانہ استفسار ہے کہ جب آپ اللہ تعالیٰ کو ہر عیب سے پاک سمجھتے ہیں تو کیا اس کی ذات مقدسہ سے ان تمام علوم کی نفی کریں گے، جنہیں نجاست وغلاظت، مکر وفریب کا علم اور شیطانی علوم کہہ کر بُرا اور مذموم قرار دیا ہے۔ اگر نہیں تو کیا اللہ تعالیٰ کو آپ عیوب ونقائص سے مبرا نہیں مانتے۔

حیرت ہے کہ جن لوگوں کی عبارات توہین رسول ﷺ سے ملوث ہیں اس مسئلے میں انھیں رسول ﷺ سے اس قدر حد سے زائد محبت کس طرح ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کی تنزیہ سے بھی ان کے نزدیک حضور (ﷺ) کی تقدیس زیادہ اہم اور ضروری قرار پا گئی۔ فیاللعجب۔

درحقیقت یہ بھی عداوت رسول ﷺ کا ایک بین ثبوت ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ اگر کسی اچھی چیز سے کسی کو بر بنائے عداوت محروم رکھنا ہوتو اس چیز کو بُرا اور مذموم کہہ دیا جاتا ہے تاکہ دوسروں پر یہ ظاہر کر دیا جائے کہ ہم اس اس شخص کی محبت اور خیر خواہی کی بنا پر اس بُری چیز سے اسے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں لیکن حقیقۃً عداوت کی وجہ سے اس کو ایک اچھی اور مفید چیز سے محروم رکھنا مقصود ہوتا ہے۔ بالکل یہی صورت حال یہاں ہے کہ بُری چیزوں کے فی نفسہٖ علم کو (جو عین کمال ہے) نقص وعیب قرار دے دیا گیا تاکہ وہ حضور ﷺ کے لئے ثابت نہ ہوسکے۔ العیاذ باللہ والیہ المشتکی۔

ایک کثیر الوقوع شبہ کا ازالہ:۔ بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ علماء دیو بند نے دین کی بہت خدمت کی، سینکڑوں علماء ان سے پیدا ہوئے۔ انہوں نے بے شمار کتابیں لکھیں۔ ان میں بہت سے لوگ پیری مریدی کرتے ہیں اور ان میں عابد وزاہد بھی پائے جاتے ہیں۔ انھوں نے اپنی تقریروں اور تحریروں سے دین کی بہت کچھ تبلیغ و اشاعت کی۔ ایسی صورت میں ذہن اس بات کو قبول نہیں کرتا کہ انھوں نے رسول اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی شان میں توہین آمیز عبارت لکھی ہوں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس قسم کے لوگوں سے توہین رسول ﷺ کا سرزد ہوجانا عقلاً یا شرعاً کسی طرح بھی محال نہیں۔ بلعم بن باعور کتنا بڑا عابد وزاہد اور مستجاب الدعوات تھا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت اور ان کی اہانت کا مرتکب ہوکر **ولکنہ اخلد الی الارض** کا مصداق بن گیا اور ہمیشہ کے لئے قعرِ مذلت میں گر گیا۔ شیطان کا عابد وزاہد اور عالم و عارف ہونا سب کو معلوم ہے جب وہ حضرت آدم علیہ السلام کی توہین کر کے راندہ درگاہ ہوگیا تو دوسروں کے لئے توہین رسول کا ارتکاب کیونکر ناممکن قرار پاسکتا ہے۔

خوارج ومعتزلہ اور دیگر فرقہ باطلہ کے علمی اور عملی کارنامے اگر تاریخ کی روشنی میں دیکھے جائیں تو اس زمانہ کے حضرات مذکورین سے ان کے علم و عمل کا پلہ کہیں بھاری تھا۔ ان کی مذمومہ دینی خدمات تدریس وتبلیغ تصنیف وتالیف کے مقابلے میں ابناء زمانہ کی خدمات اور کارگزاریاں ذرہ بے مقدار کی حیثیت بھی نہیں رکھتیں۔ لیکن ان کے یہ تمام علمی اور عملی کارنامے اِن کو قعرِ ضلالت سے بچانہ سکے۔ رہی خدمت وحمایت دین، تو اس کے لئے ضروری نہیں کہ اہل حق ہی کے ذریعے ہو بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی تائید نافرمانوں اور فاجروں سے بھی کرالیتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ **ان اللہ یؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر**۔ لہٰذا اعانت وحمایت دین اور ظاہری علم وعمل کے پائے جانے سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ ایسے لوگ فی الواقع اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اور محبوب ہوں۔

تمام علماءِ اُمت کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں توہین کفر ہے۔

شرح شفا قاضی عیاض ملاعلی القاری، جلد۲ ص ۳۹۳ پر ہے۔

”محمد بن سحنون فرماتے ہیں کہ تمام علماء امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ کی شانِ اقدس

5

میں توہین وتنقیص کرنے والا کافر ہے اور جو شخص اس کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے"۔

(اکفار الملحدین، ص ۵۱ مؤلفہ مولوی انور شاہ صاحب کشمیری دیوبندی)

جو کلام مفہوم توہین میں صریح ہو اس میں کسی وجہ کو ملحوظ رکھ کر تاویل کرنا جائز نہیں اس لئے کہ لفظ صریح میں تاویل نہیں ہو سکتی۔ دیکھیے یہی مولوی انور شاہ صاحب کشمیری دیوبندی لکھتے ہیں۔

"حبیب ابن ربیع نے فرمایا کہ لفظ صریح میں تاویل کا دعویٰ قبول نہیں کیا جاتا" (اکفار الملحدین، ص ۷۲)

اور اگر باوجود صراحت تاویل کی گئی تو وہ تاویل فاسد ہوگی اور تاویل فاسد خود بمنزلہ کفر ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ یہی مولوی انور شاہ صاحب دیوبندی لکھتے ہیں۔

"تاویل فاسد کفر کی طرح ہے" (اکفار الملحدین، ص ۶۲)

واضح رہے کہ لفظ صریح میں جیسے تاویل نہیں ہو سکتی ایسے ہی نیت کا عذر بھی قابل قبول نہیں ہوتا۔ یہی مولوی انور شاہ صاحب کشمیری دیوبندی لکھتے ہیں۔

"کفر کے حکم کا دار و مدار ظاہر پر ہے قصد و نیت اور قرائن حال پر نہیں"۔ (اکفار الملحدین، ص ۷۳)

نیز آگے لکھتے ہیں۔

"علماء نے فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی شان میں جرأت و دلیری کفر ہے اگرچہ توہین مقصود نہ ہو"۔

(اکفار الملحدین، ص ۸۶)

رسول اللہ ﷺ کی شان میں توہین آمیز الفاظ بولتے وقت نیت کا اعتبار نہیں ہوتا اور کلمہ توہین بہر صورت توہین ہی قرار پاتا ہے۔ بشرطیکہ قائل کو یہ علم ہو جائے کہ یہ کلمہ کلمۂ توہین ہے یا یہ کلمہ توہین کا سبب ہو سکتا ہے تو ایسی صورت میں بغیر نیت توہین کے بھی اس کلمے کا بولنا یقیناً موجب توہین ہوگا۔ دیکھیے صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کو بہ نیت تعظیم راعنا کہہ کر خطاب کیا کرتے تھے لیکن یہودی چونکہ اس کلمہ کو حضور (ﷺ) کے حق میں بہ نیت توہین استعمال کرتے تھے یا ادنیٰ تصرف سے اس کو کلمۂ توہین بنا لیتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو راعنا کہنے سے منع کر دیا اور اس حکم کے بعد اس کلمہ کا حضور (ﷺ) کے حق میں بولنا توہین اور موجب عذاب الیم قرار دے دیا۔ معلوم ہوا کہ ابنائے زمانہ کی رکیک تاویلوں سے ساحت نبوت بہت بلند و بالا ہے اور مؤولین کی من گھڑت تاویلات ان کو توہین کے جرم عظیم سے بچا نہیں سکتیں۔ جیسا کہ ہم اس سے پہلے دیوبندی مولوی کی تصریحات اسی اعتراض کے جواب میں نقل کر چکے ہیں۔ (ماخوذ الحق المبین، از علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی علیہ الرحمۃ)

مولوی انبیٹھوی صاحب براہین قاطعہ میں لکھتے ہیں۔

"اور شیخ صاحب روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں" (براہین قاطعہ، ص ۵۵)

مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں۔

"اور کشف ہے کہ لوگ اس کو بڑی چیز سمجھتے ہیں کہ جو چیز سب لوگ دیوار کے پرلی طرف جا کر دیکھ سکتے ہیں وہ اس نے یہاں بیٹھے دیکھ لی یہ بات تو کافر کو بھی حاصل ہو سکتی ہے۔

(افاضات الیومیہ، ص ۲۲۱)

نوٹ:۔ دیوبندیوں کے ان ہر دو نظریوں کو ملاحظہ کیجیے اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ دیوبندیوں کے نزدیک ایک کافر تو اپنی قلبی صفائی کر کے اس قدر کشف حاصل کر سکتا ہے کہ اس کے سامنے دیوار حجاب نہ رہے اور دیوار کے پیچھے کی چیز معلوم

کر لے۔ مگر حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کو نعوذ باللہ اس کافر جتنی قلبی صفائی بھی حاصل نہیں کہ دیوار کے پیچھے کی چیز کا علم حاصل کر سکیں یعنی بالکل حجابات میں گھرے ہوئے اور ہر قسم کے انکشافات سے محروم ہیں۔

یہ تو دیوبندی مولویوں کی حضور ﷺ سے عقیدت مندی کا نمونہ۔ پھر ظلم یہ کہ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ پر کذب وافترا باندھتے ہیں۔ دیوبند وسہارن پور کے شیخ الحدیث نے ذرہ برابر دریغ نہیں کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ دیوبند کے شیخ الحدیث شیخ المفسرین بھی ہوتے ہیں۔ دیکھئے اسی دیوار کے پیچھے نہ جاننے والی روایت کے متعلق شیخ صاحب مدارج النبوت میں یوں فرمائیں۔

''من بندہ ام نمی دانم آنچہ در پس دیوار است جوالبش آنست کہ ایں سخن ندارد و روایت بداں صحیح نہ شدہ''

یعنی حضور (ﷺ) کے متعلق جو مشہور کیا گیا ہے کہ آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ مجھے دیوار کے پیچھے کا علم نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت کی کچھ بھی اصل نہیں اور یہ روایت صحیح نہیں۔

(مدارج النبوت، ج ا ص ١٦)

اور ملا علی قاری اپنے رسالہ المضوع فی الحدیث الموضوع میں صاف لکھ رہے ہیں کہ یہ روایت لیس بحدیث۔

(المضوع فی الحدیث الموضوع، ص ٢٢)

دیکھئے شیخ صاحب تو اس روایت کو بے اصل اور غیر صحیح فرماویں مگر صدر دیوبند نے کس دیدہ دلیری سے جھوٹ بول کر کہہ دیا شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں۔ جس روایت کو شیخ صاحب رد کر دیں اس کو شیخ صاحب کی روایت بتانا اور **یاایھا الذین امنو لاتقربو الصلوٰۃ** نقل کر کے **وانتم سکاری** چھوڑ دینا اور شیخ صاحب کی کتاب سے پہلے الفاظ نقل کر کے ''یعنی بے دان نیدن حق'' یا ایں سخن اصلے ندارد و روایت بداں صحیح نشدہ'' کی تنقید و جواب کو چھوڑ دینا یہ کس قدر شرمناک خیانت کا اقدام ہے اور خلیل احمد (انبیٹھوی) صاحب نے شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر یہ افتراء محض اس لئے باندھا کہ شیخ صاحب چونکہ سچے عاشق رسول ہیں تو ان کو بھی اپنے ساتھ حضور ﷺ کی بے ادبی میں شریک کر لیا جائے۔ شاید ہماری بات کا اعتبار ہو جائے گا مگر افسوس کہ آخر چوری ظاہر ہو گئی اور دیوبندیوں کا یہ افتراء تو کچھ ایسا ہے کہ جیسا کہ کوئی مسلمان مرزائی کی کوئی عبارت رد کرنے کے لئے اپنی کتاب میں نقل کرے اور کوئی رد کے الفاظ چھوڑ کر یہ لکھ دے کہ دیکھو ہمارے اعتقاد کے الفاظ تو فلاں کی کتاب میں موجود ہیں اور یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی توہین کرنے میں دیوبند کے بڑے بڑے شیخ الحدیث وحکیم الامت جھوٹ بولنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔

دیوبندی عذر :۔ مان لیا کہ شیخ صاحب نے مدارج النبوت میں اس روایت کو غیر صحیح اور بے اصل بتلایا ہے مگر اشعۃ اللمعات میں تو شیخ صاحب نے اس روایت کو بلا تنقید نقل کیا ہے۔ لہذا مولوی خلیل احمد کا یہ کہنا کہ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں درست ہے۔ (فیصلہ کن مناظرہ، ص ١٣٠)

جواب :۔ علمائے دیوبند کی یہ حلیہ سازی وفریب کاری بھی قطعاً بے بنیاد ہے کیونکہ شیخ صاحب نے اشعۃ اللمعات میں بھی اس روایت کے مفہوم کلی کو مطلقاً تسلیم نہیں کیا۔ چنانچہ اشعۃ اللمعات میں بھی یہ روایت نقل کرنے کے بعد شیخ صاحب نے صاف لکھ دیا ہے کہ ''یعنی بے دانا نیدن حق سبحانہ ''۔

اولاً تو مولوی خلیل احمد صاحب کا یہ کہنا کہ شیخ صاحب روایت کرتے ہیں یہ کہنا از حد خیانت ہے کیونکہ روایت ونقل میں زمین وآسمان کا فرق ہے یہ خیانت اوّل ہے اور پھر مولوی خلیل احمد صاحب نے اشعۃ اللمعات سے ہی شیخ صاحب کی یہ

(۶)

عبارت نقل کی ہے پھر بھی اس نے شیخ صاحب کے یہ تنقیدی الفاظ یعنی ''بے دانا نیدن حق سبحانہ'' کو چھوڑ کر صرف پہلے الفاظ نقل کر کے ازحد خیانت کی ہے۔ نیز دیوبندی اصول (جس کی تفصیل آئندہ آرہی ہے) کے مطابق تو دیوبندی صرف اشعۃ اللمعات پیش ہی نہیں کر سکتے۔ ان کے نزدیک سب عبارات ملا کر حکم لگتا ہے اسی اشعۃ اللمعات میں شیخ صاحب علم غیب محمدی کے متعلق تحت حدیث **فعلمت ما فی السموات والارض**، فرماتے ہیں۔

''پس دانستم ہر چہ در آسمانہا و ہر چہ در زمین بود، عبارت است تمامۂ علوم جزوی وکلی احاطۂ آں۔

(اشعۃ اللمعات، ج ا ص ۳۳۳)

تو بقانون دیوبندیہ شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے تمام علوم جزوی وکلی کا احاطہ مانتے ہیں وہ ایک دیوار کی پچھلی چیز کے علم سے معاذ اللہ آنحضرت ﷺ کو کس طرح بے خبر اعتقاد کر سکتے ہیں تو بفضلہ تعالیٰ دیوبندی اصول سے ہی دیوبندیہ کے افتراء کی فریب کاری فاش ہوگئی۔

تفصیل اس امر کی یہ ہے کہ اگر شیخ صاحب اشعۃ اللمعات میں اس روایت کو بالفرض مطلقاً صحیح ہی تسلیم کر لیتے اور'' یعنی بے دانا نیدن حق سبحانہ'' کے الفاظ تحریر فرما کر اپنی تنقید نہ بھی فرماتے تو دیوبندی اصول کے مطابق باوجودیکہ یہ اصول ہمارے نزدیک قطعاً غلط ہے مگر دیوبندیوں کے مسلم اصول کے مطابق تو پھر بھی چونکہ اشعۃ اللمعات اور مدارج ہر دو کتابیں حضرت شیخ صاحب کی تصنیف ہیں اور مدارج النبوت میں شیخ صاحب نے واضح الفاظ میں اس روایت کے متعلق فرمادیا ہے کہ

''جواب آنست کہ ایں سخن اصلے ندارد وروایت بداں صحیح نشدہ''

اور ملا علی قاری لمصنوع فی الحدیث الموضوع میں صاف کہہ رہے ہیں۔

''ما اعلم خلف جداری ھذا قال ابن حجر لیس بحدیث'' (المصنوع فی الحدیث الموضوع، ص ۲۲)

تو صرف اشعۃ اللمعات کی آڑ لے کر مدارج النبوت میں شیخ صاحب کے اس فیصلہ کو چھوڑ کر اس روایت کا شیخ صاحب پر بہتان باندھنا جس کو نقل کر کے خود شیخ صاحب جواب دے رہے ہیں دیوبندیوں کے اصول کے مطابق تو پھر بھی مولوی خلیل احمد صاحب کی خیانت ثابت ہو جاتی ہے کیونکہ **دیوبندیوں کا یہ اصول ھے کہ اگر کوئی مصنف اپنی کسی عبارت میں کوئی قابل اعتراض بات بغیر تنقید کے تحریر کردے اور پھر کسی دوسری عبارت میں اسی قابل اعتراض بات کے متعلق تردید کرکے اپنے عقیدہ کی اس سے بریت ظاھر کردے تو دوسرے مقام کی عبارت پھلی عبارت کی تشریح سمجھی جاوے گی** یعنی اب ان کے نزدیک مصنف کی مختلف عبارات کا ایک ہی حکم تصور کیا جاوے گا۔ چنانچہ دیوبندیہ کے امام مولوی محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند نے اپنی کتاب تحذیر الناس میں آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت زمانی کے متعلق مرزائیت خیز الفاظ لکھ کر ختم نبوت زمانی کا انکار کیا تو عالم اسلام کے ربانیین نے نانوتوی صاحب کی ان کفریہ عبارات مندرجہ تحذیر الناس پر کفر کا فتویٰ لگایا کیونکہ آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت زمانی کا انکار کفر ہے تو ملاں سنبھلی اپنی کتاب ''فیصلہ کن مناظرہ'' میں (جس کو وہ حرف آخر کہتے ہیں) جب انھیں تحذیر الناس میں نانوتوی صاحب کی صفائی کے لئے کوئی واضح دلیل دستیاب نہ ہوئی تو نانوتوی صاحب کی دوسری کتابیں ''قبلہ نما'' اور'' مناظرہ عجیبہ'' کی عبارتیں متعلقہ ختم نبوت کو نانوتوی صاحب کی کتاب تحذیر الناس کی صفائی میں پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

(8)

"پھر تحذیر الناس ہی پر منحصر نہیں، حضرت مرحوم کی دوسری تصانیف میں بھی بکثرت اس قسم کی تصریحات موجود ہیں"۔

(فیصلہ کن مناظرہ، ص ۴۲)

دیوبندیوں کے مشہور ملاں سنبھلی کی یہ **عبارت واضح کرتی ہے کہ بقول دیوبندیہ ایک مصنف کی تمام عبارات کا ایک ہی حکم ہوگا** اس کے بعد سنبھلی صاحب نانوتوی صاحب کی مختلف تصانیف کی عبارات پیش کرنے کے بعد نانوتوی صاحب کے متعلق لکھتے ہیں۔

"حضرت قاسم العلوم صاحب کی یہ کل دس عبارتیں ہوئیں کیا ان تصریحات کے ہوتے ہوئے کوئی صاحب دیانت اور صاحب عقل کہہ سکتا ہے کہ یہ شخص ختم نبوت زمانی کا منکر ہے"۔ (فیصلہ کن مناظرہ، ص ۴۳)

اس سے معلوم ہوگیا کہ دیوبندیہ کے اس غلط اصول کے مطابق کوئی مصنف کتنا ہی بڑا جرم کرے مگر اس کی دوسری تصانیف وعبارات مصنف کا عقیدہ اس کفر وجرم کے خلاف ثابت کردیں تو کوئی صاحب عقل ودیانت دیوبندی اس مصنف پردہ جرم عاید نہیں کرسکتا۔ تو اب ہمیں علم محمدی کے متعلق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ملاحظہ کرنا ہے۔ حضرت شیخ صاحب فرماتے ہیں۔

۱۔ "عبارت است از حصول تمامہ علوم جزوی وکلیٔ واحاطہ آں"، یعنی حضور کریم ﷺ کو تمام جزدی وکلی علوم پر احاطہ حاصل ہے۔ (اشعۃ اللمعات، ج ا ص ۳۳۳)

۲۔ "ہر چہ در دنیا است از زماں آدم تا اوان نخہ اولی بروے منکشف ساختند، تا ہم احوال را از اوّل وآخر معلوم کرد" یعنی جو کچھ دُنیا میں ہے حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت تک سب حضور ﷺ پر واضح کردیا گیا اور حضور (ﷺ) نے ہر ایک چیز کے اوّل سے آخر تک کے حالات معلوم فرمائے۔

(مدارج النبوت، ج ا ص ۱۴۴)

۳۔ "وھو بکل شیٔ علیم ودی صلی اللہ علیہ وسلم دانا است بر ہمہ چیز، الخ یعنی آیت شریف ھوالاوّل والآخر والظاہر والباطن وھو بکل شیٔ علیم میں اوّل آخر ظاہر باطن اور بکل شیٔ علیم حضور کریم ﷺ بھی ہیں۔ (مدارج النبوت، ج ا ص ۲)

تو ملاں سنبھلی کے مسلمہ دیوبندی اصول کے مطابق ہم بھی بطور الزام کہہ سکتے ہیں کہ تم اپنے ہی قانون سے مارے گئے۔

" حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ اور اس قسم کی دوسری بے شمار عبارات کے ہوتے ہوئے کیا کوئی بھی صاحب دیانت اور صاحب عقل سوائے مولوی خلیل احمد صاحب اور ان کے خائن معاونین کے) کہہ سکتا ہے کہ شیخ صاحب روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں اور شیخ صاحب حضور کے دیوار کے پیچھے کے علم کے منکر ہیں"

یہ کس قدر مضحکہ خیز بات ہے کہ جب نانوتوی صاحب پر اعتراض ہوتا ہے تو اس کی دوسری عبارات مناظرہ عجیبہ وغیرہ اُٹھا کر اس کی صفائی پیش کردی جاتی ہیں اور جب شیخ صاحب پر جھوٹ بولا جاتا ہے تو شیخ صاحب کی کتاب مدارج النبوت کو دور پھینک کر اشعۃ اللمعات کی ناکام آڑ لی جاتی ہے۔ کیا دیانت وتقویٰ کو دیوبند سے بالکل ہی کان سے پکڑ کر نکال دیا گیا ہے اور کیا روز محشر علمائے دیوبند اور سنبھلی صاحب کو پیش نہیں ہونا ہے۔

نوٹ :۔ دیوبندی حضرات اگر شیخ صاحب کی کتاب اشعۃ اللمعات اور مدارج النبوت کو علیحدہ علیحدہ تصور کریں گے تو مولوی محمد قاسم نانوتوی کی مختلف عبارات تحذیر الناس وغیرہ کو بھی علیحدہ علیحدہ تصور فرمالیں اور اپنے نانوتوی صاحب کو کفر کے بیڑے میں دھکیل دیں اور اگر اشعۃ اللمعات اور مدارج النبوت کو بقانونِ دیوبندیہ ایک ہی سمجھا جائے گا تو مولی خلیل احمد صاحب کا جھوٹ ثابت ہو جائے گا۔

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں

خود آپ اپنے جال میں صیاد آ گیا

مولوی خلیل احمد صاحب نے جب شیخ صاحب کے فیصلہ مدارج النبوت سے چشم پوشی کر کے شیخ صاحب کے کلام نقل کرنے میں خیانت کا ارتکاب کیا اور علمائے اسلام نے جب دیوبندیہ کے اس شیخ الکذابین کی دیانت پر اظہار افسوس کیا تو سنبھلی صاحب اس کی صفائی کے لئے کمر بستہ ہو گئے۔

اولاً تو یہ دھوکہ دیا کہ مولوی خلیل احمد صاحب نے اشعۃ اللمعات سے ہی یہ عبارت نقل کی اور جب اسے یہ خطرہ ہوا کہ شیخ نے اشعۃ اللمعات میں بھی ''یعنی بے دانا نیدن حق سبحانہٗ فرمادیا ہے اور خلیل احمد نے یہ الفاظ نقل نہیں کئے تو خیانت پھر بھی ثابت ہو جائے گی تو سنبھلی صاحب بھی مدارج النبوت کی عبارات میں ہیر پھیر کرنے کے لئے اور حضرت شیخ صاحب کی عبارت'' ایں سخن اصلے ندارد کا ایک خودساختہ معنیٰ کر کے دوسرے جملہ و روایت بداں صحیح نشدہ کو بالکل ہی ہضم کر گئے۔ چنانچہ مولوی صاحب لکھتے ہیں۔

''مگر چونکہ اس روایت کی اسناد منقول نہیں اس لئے مدارج النبوت میں ایک جگہ یہ بھی فرمادیا کہ اس کی اصل صحیح نہیں یعنی اسناد نہیں''۔ (فیصلہ کن مناظرہ، ص ۱۳۳)

ہم دیوبندی حضرات کو خُدا کا واسطہ دے کر عرض کرتے ہیں کہ شیخ صاحب کی کتاب مدارج النبوت ہر جگہ موجود ہے کوئی صاحب انصاف اس کتاب کی جلد اوّل کا صفحہ کھول کر ملاحظہ فرمالیں اور ہمیں بتائیں کہ کیا شیخ صاحب نے صرف یہی لکھا ہے کہ اس کی اصل نہیں اور کیا اسی جملہ کے ساتھ ہی متصل شیخ صاحب کا فیصلہ کن جملہ'' وروایت بداں صحیح نشدہ'' موجود نہیں؟ ہمیں سخت افسوس ہے کہ مولوی خلیل احمد صاحب سے بھی اس مُلّاں نے بڑھ کر خیانت کی اور یہ صرف اس لئے کہ دوسرے جملہ کے سانے کوئی چارہ کار نظر نہ آتا تھا اس لئے اصلے ندارد کا معنیٰ یعنی اسناد نہیں کر کے جان بچانے کی کوشش کی گئی۔ حالانکہ اصلے ندارد کا ''اسناد نہیں'' ترجمہ کرنا ہی غلط ہے دیکھئے دیوبند کے صدر مولوی انور شاہ صاحب کشمیری اپنی کتاب مشکلات القرآن میں لکھتے ہیں۔

''الثالث التفسیر المقر رللمذھب الفاسد بان یجعل المذھب اصلا والتفسیر تابعاً۔

یعنی تفسیر کی تیسری قسم یہ ہے کہ مذہب کو بنیاد اور تفسیر کو اس کا تابع بنا دیا جائے۔ (مشکلات القرآن، ص ۲۰)

تو کیا دیوبندی صاحبان یہاں بھی اصل کے لفظ کا معنیٰ سند کریں گے۔ حالانکہ اصل کا معنیٰ جڑ و بنیاد و ذات کا ہی ہے کتب لغت میں ہے اصل بیخ و بُن نژاد (صراح وغیرہ) اور ملا علی قاری اپنے رسالہ المضوع فی الحدیث الموضوع میں تصریح کرتے ہیں کہ ما اعلم خلف جداری ھذا قال ابن حجر لیس بحدیث۔ (المضوع فی الحدیث الموضوع، ص ۲۲)

تو حضرت شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ روایت ہی بے بنیاد ہے اور اس کی روایت بالکل درست نہیں۔ مگر افسوس! کہ خائن کی حمایت سے سنبھلی صاحب کو خود خائن بننا پڑا۔ اب تو ناظرین کرام کے سامنے ملاں صاحب کے فیصلہ کن مناظرہ کی

حقیقت واضح ہوگئی۔

دیوبندی عذر :۔ شیطان کو تو ناپاک چیزوں کا بھی علم ہے تو اس کا علم بھی ناپاک ہوگا تو اگر وہ ناپاک علم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ثابت کیا جاوے تو اس میں حضور کی توہین ہو جائے گی لہٰذا حضور کا علم شیطان کے علم سے کم ہی کہا جاوے گا۔

اسلامی جواب :۔ علم کسی چیز کا بھی ناپاک نہیں ہوتا۔ علم بہر حال ایک پاک صفت ہے وہ کبھی بھی پلید نہیں ہوسکتا۔ دیکھو جادو، حسد، ریا، حرام و شرک ہیں مگر ان کا بھی علم پاک ہے بلکہ اس کا سیکھنا فرض بھی ہو جاتا ہے۔

ردالمحتار میں ہے علم الاخلاص والعجب والحسد والریاء فرض عین (شامی، ج ۱ ص ۳۱ مقدمہ) اور درالمختار کے قول السحر کے ماتحت ہے۔ تعلمه فرض الدفع ساحر اهل الحرب (شامی، ج ۱ ص ۳۲ مقدمہ) نیز سود حرام ہے مگر اس کی تعلیم کے متعلق آپ کے تھانوی صاحب لکھتے ہیں۔ سکھلا کر یہ روزمرہ کہہ دیا کیجئے کہ اس حساب سے سود میں کام لینا جائز نہیں، دیکھو (امداد الفتاویٰ، ج ۵ ص ۲۵۲) تو یہ تعلیم دینے والا کیا ناپاک ہوگیا؟ حالانکہ تھانوی صاحب تو سود کا علم پڑھنے پڑھانے کو جائز لکھ رہے ہیں نیز دیکھو کتب فقہ میں حلال وحرام چیزوں کا بیان ہوتا ہے جسے مولوی صاحبان بڑے شوق سے ان کا علم حاصل کرتے ہیں تو کیا یہ علم بھی بُرا ہے؟ ہرگز نہیں ورنہ سب دیوبندی مولوی بھی بدکار ثابت ہوں گے تو ثابت ہوگیا کہ علم کسی چیز کا بھی بُرا نہیں۔ بُرے فعل کا کرنا بُرا ہوتا ہے ورنہ بتاؤ کہ جن چیزوں کا علم شیطان کو ہے اور جس کو تم پلید سمجھ رہے ہو کیا خدا تعالیٰ کو ان کا علم ہے یا نہیں؟ اگر ہے اور یقیناً ہے تو پھر خدا تعالیٰ کی بھی توہین ہو جائے گی اور جب خُدا تعالیٰ کی اس علم سے توہین نہیں ہوتی تو جناب مصطفیٰ ﷺ کی بھی توہین نہیں ہوتی۔ یہ محض دیوبندیوں کی مکاری ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ کا علم پاک رد کرنے کے لئے ایسے بے اصل بہانے بناتے ہیں اور دیوبندیوں نے شیطان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ عالم اس لئے مانا اور اس کی حمایت کی ہے کہ ان کے لئے شیطان بھی صاحب نسبت بزرگ ہے۔ چنانچہ تھانوی صاحب لکھتے ہیں۔ "اگر تم شیطان ہو تو کیا ہوا نسبت تو اب بھی قطع نہیں ہوئی۔ (افاضات الیومیہ، ج ۴ ص ۵۴۲)

فریب :۔ شیطان کو بُری چیز کا علم بھی علم ہے تو حضور کو وہ علم کیسے ہوگا ایسے علم جیسا داس اور گنگا داس وغیرہ (عام اعتراض)

الجواب :۔ علم ہر چیز کا کمال ہے بُری چیزوں کا کرنا بُرا ہے علم بُرا نہیں۔ دیکھو ساحرین فرعون کا سحر کا علم تھا۔ انھوں نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ عصا دیکھا تو ان کو سحر اور معجزہ میں فرق معلوم ہوگیا اور وہ ایمان لائے تو علم سحر ان کے لئے ذریعہ نجات بنا اور فرعون سحر کا عالم نہ تھا اسی لئے سحر اور معجزہ میں فرق معلوم نہ کر سکا اور کافر ہی رہا اور اگر حضور ﷺ کے لئے ان ان چیزوں کے علم کو بُرا کہا جائے تو خدا تعالیٰ کو بھی معاذ اللہ ان چیزوں کے علم سے جاہل ماننا پڑے گا کیونکہ یہ مسئلہ ہے کہ۔

ان كل ماكان وصف نقص فى حق العبادة فالبارى تعالىٰ منزه عنه وهو محال عليه تعالىٰ۔

(مسامرہ، ج ۲ ص ۶۰)

یعنی جو چیز بندوں کے لئے وصف نقص قرار پائے گی وہ لازماً اللہ تعالیٰ کے لئے بھی نقص ہوگی اور ذات باری کے لئے محال ماننی پڑے گی اور اس کو ہر چیز کا علم تو سب کو مسلّم ہے یا کیا اس کو بُری چیزوں کا علم نہیں (معاذ اللہ) اسی طرح اگر علم جیسا داس وغیرہ کمال نہیں تو بتاؤ یہ علوم خدا تعالیٰ کو ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو پھر کیا خُدا کو بھی صفت عدم کمال سے متصف مانو گے اور اگر یہی علوم خدا کے لئے کمال ہیں تو حضور نبی کریم ﷺ کے لئے بھی کمال ہوں گے کیونکہ حضور ﷺ ذات وصفات الٰہیہ کے مظہر اتم ہیں۔

فریب :۔ مولوی خلیل احمد نے شیطان کو حضور سے وسیع العلم نہیں کہا (مناظرہ)۔

الجواب :۔ مولوی خلیل احمد کے الفاظ یہ ہیں۔ ''شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے''

یہاں تو وسعت کا لفظ موجود ہے اور تم کہتے ہو کہ وسیع العلم کہا ہی نہیں۔ ایسا جھوٹ؟ مولوی خلیل احمد نے صاف لفظوں میں شیطان کو حضور ﷺ سے وسیع العلم مانا۔ اب اپنا یہ فیصلہ خود پڑھ لیجئے کہ

۱۔ ان دوسروں کو آنحضرت ﷺ سے زیادہ وسیع العلم کہہ دینا انتہائی بلاوت اور اعلیٰ درجے کی حماقت اور ضلالت ہے۔ (فیصلہ کن مناظرہ، ص ۹۳)

۲۔ کون احمق اور شیطان کا کون سا اُمتی ہوگا جو ان علوم سفلیہ کی وجہ سے شیطان کو رسولِ خدا ﷺ یا کسی دوسرے نبی علیہ السلام سے زیادہ وسیع العلم کہہ دے۔ (فیصلہ کن مناظرہ، ص ۱۱۲)

اب جناب ہی فیصلہ فرمادیں کہ جناب کے پیشوا کس کے اُمتی ہوئے۔

فریب :۔ مولوی عبدالسمیع صاحب بھی ناپاک مقامات میں رسول اللہ ﷺ کے تشریف لانے کا دعویٰ نہیں کرتے۔ (فیصلہ کن مناظرہ، ص ۱۱۳)

الجواب :۔ علم اور حاضر ہونے میں فرق ہے کیونکہ حضور سے مراد حضور جسمانی بھی ہوتا ہے اور یہی مولوی عبدالسمیع صاحب کی مراد ہے۔ نیز کیا چیز کا عدم ادعا اس کے عدم حکم کو مستلزم ہے اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو انوار ساطعہ کی عبارت جس میں صرف دعویٰ کی نفی ہے اس سے دیوبندیت کو کیا فائدہ حاصل ہوسکتا ہے۔

فریب :۔ شیطان کے لئے صرف علم عطائی تسلیم کیا گیا ہے اور شرک علم ذاتی کے اثبات کو کہا گیا ہے۔ (فیصلہ کن مناظرہ، ص ۱۲۱)

الجواب :۔ مولوی خلیل احمد کی اس کفریہ عبارت میں قطعاً ذاتی وعطائی کا ذکر نہیں ہے یہ جناب کا سراسر افتراء ہے۔ مولانا عبدالسمیع صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم عطائی کا ہی اثبات فرمایا ہے۔ جس کے جواب میں مولوی خلیل احمد صاحب اسی وسعت عطائی کے منکر ہو کر ایمان برباد کر بیٹھے۔

فریب :۔ غیر نبی کا علم بھی کسی نبی سے بڑھ سکتا ہے چنانچہ امام رازی فرماتے ہیں۔ ویجوز ان یکون غیر النبی فوق النبی فی علوم۔ الخ (فیصلہ کن مناظرہ، ص ۸۴)

الزامی جواب :۔ یہ بھی جاہلانہ فریب ہے جو کہ دیوبند کے شیخ الحدیثوں کے لئے ہی زیبا ہے یہ عبارت یا اس قسم کی دوسری عبارات جن میں یجوز یا یمکن کا لفظ آتا ہے (قطع نظر اس کے کہ ہمارے نزدیک ایسے یجوز یا یمکن کا کیا حال ہے اور ایسے یجوز یا یمکن کہنے والے کون ہیں) مگر تمہارے لئے تو یہ یجوز بھی مفید نہیں کیونکہ یہاں صرف امکان مراد ہے اور ہمارا اعتراض تسلیم و وقوع پر ہے یعنی تمہارے مولوی خلیل احمد صاحب حضور ﷺ سے شیطان کی وسعت علمی کا وقوع مان چکے ہیں اور اس کے جواب میں تم امکانات کی عبارات پیش کر کے جان چھوڑانا چاہتے ہو اگر تمہارے نزدیک امکان اور وقوع ایک ہی چیز ہیں جیسا کہ تمہارے اس رویہ سے ظاہر ہے تو دیکھو تمام دیوبندیوں وہابیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثل نبی کا پیدا ہونا ممکن ہے۔ چنانچہ آپ کے مولوی اسماعیل (دہلوی) صاحب لکھتے ہیں۔

''اس شہنشاہ کی یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن وفرشتہ

جبرائیل اور حضرت محمد ﷺ کی مثل پیدا کر ڈالے" (تقویۃ، ص ۳۵)

اور پھر اس کی وضاحت کرتا ہوا لکھتا ہے۔

"پس وجود مثل نبی ﷺ داخل باشد تحت قدرت الٰہیہ وہو المطلوب وثانیاً آنکہ وجود مثل مذکور شئی ممکن است وہر شئے ممکن بالذات داخل است قدرت الٰہیہ" الخ (یکروزی مصنفہ مولوی اسماعیل صاحب، ص ۱۳۸)

ممکن

ان ہر دو عبارات سے صاف ظاہر ہو گیا کہ دیوبندیوں کے نزدیک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد آپ ہی جیسا احمد و محمد پیدا ہونا ہر طرح ممکن ہے۔ اب دیکھئے مرزا غلام احمد دعویٰ کرتا ہے کہ میں محمد و احمد ہوں۔

؎ آدم نیز احمد مختار — در برم جامۂ ابرار (درثمین دیوان قادیانی، ج ا ص ۱۷۱)

تو اب فرمائیے کہ مرزا غلام احمد مثل محمد ﷺ کے وقوع کا دعویٰ کرتا ہے اور آپ کے تمام دیوبندی مثل محمد ﷺ کا امکان مان چکے ہیں تو کیا مرزا کا یہ دعویٰ وقوع مثل محمدی درست مان لوگے؟ تمہارے قاعدے کے مطابق تو یہ دعویٰ ہر طرح درست ہو جائے گا کیونکہ جس طرح تم وقوع وسعت علمی کے ثبوت میں امام رازی وغیرہ کی عبارات امکان پیش کر کے اپنی جہالت کا ثبوت دے چکے ہو اسی طرح مرزا بھی اپنے دعویٰ محمد و احمد ہونے کے ثبوت میں تمہارا عقیدہ امکان نظیر آنحضرت ﷺ کو پیش کر کے اپنا اُلو سیدھا کر چکا ہے۔ نیز دیکھو تم خود امکانِ جھوٹ کے خُدا کے لئے مدعی ہو۔ چنانچہ مسئلہ امکانِ کذب تمہارا مشہور مسئلہ ہے تو اگر تمہاری برادری کا کوئی آدمی یہ کہہ دے کہ میں تو خُدا تعالیٰ کے لئے جھوٹ کا وقوع مانتا ہوں اور اس بکواس کے ثبوت میں تمہارے فتاویٰ رشیدیہ، ج ا ص ۱۰ اور براہین قاطعہ اور جہد اعقل وغیرہ کی عبارات امکانِ کذب میں پیش کر کے اپنا مطلب نکال لے تو یہ علمائے دیوبند کی ہی عالمانہ فریب کاریوں کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ نیز اس سے تو لازم آئے گا کہ واقعی تم وقوع کذب باری کے قائل ہو کیونکہ وقوع اور امکان تمہارے نزدیک شئی واحد ہے اور امکان کے تم صاف مدعی ہو۔ بہر حال تمہارے لئے امام رازی کی عبارت ہرگز مفید نہ ہوئی ورنہ تمہاری ہی خیر نہیں۔

؎ اُلجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

تحقیقی جواب :- یہ ہے کہ تم نے شیطان کو حضور اکرم ﷺ سے برتر ثابت کرنے اور سرکار دو عالم ﷺ پر ابلیس لعین کی فوقیت ثابت کرنے کے لئے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی تفسیر کبیر کا نام لے کر سراسر بلیک میلنگ کی ہے کیونکہ امام رازی نے یہ عبارت یجوز ان یکون غیر النبی اپنی طرف نہیں بلکہ ان بعض لوگوں کی طرف سے لکھی ہے جو کہ فوجد عبداً من عبادنا میں اس عبد کو نبی تسلیم نہیں کرتے اور لطف یہ کہ خود ان بعض لوگوں نے جب اس عبد کو غیر نبی قرار دے کر یہ قول کیا۔ یجوز ان یکون غیر النبی۔ الخ تو انہیں خود اپنے اس خطرناک اصول سے خطرہ لاحق ہوا تو خود انہیں بھی اپنے اس اصول کو باطل قرار دے کر بالآخر کہنا پڑا:۔

"ان موسیٰ ھذا غیر موسیٰ صاحب التورۃ" (تفسیر کبیر تحت آیت فوجد عبداً من عبادنا پارہ پندرہ)

اب بتائیے کہ جب وہ عبد بھی نبی نہیں اور یہ موسیٰ نبی نہیں تو اب غیر نبی کی نبی پر علمی فوقیت کا سوال ہی نہ رہا تو بتاؤ کہ کیا تم موسیٰ کو بھی نبی نہیں مانتے؟ تم نے شیطان کو ہمارے نبی مصطفیٰ ﷺ سے علم میں برتر ثابت کرنے کے لئے منکرین نبوت عبد کی وہ عبارت تو نقل کر دی مگر انہیں کی دوسری عبارت نقل نہ کی۔ کیا تم نے یہ خیانت نہیں کی۔

ان اللہ لا یھدی کید الخائنین